غمِ امام حسین علیہ السلام
اور
عزاداروں کی شفاعت
علّامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی
Presented by Ziaraat.Com

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں.
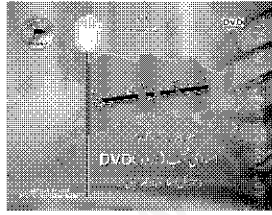
منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
غمِ امام حسین علیہ السلام
اور
عزاداروں کی شفاعت
علّامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

نام کتاب : غمِ امام حسین علیہ السّلام اور عزاداروں کی شفاعت

تالیف : علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

کمپوزنگ : ریحان احمد شیخ

تعدادِ اشاعت : ایک ہزار

اشاعتِ اوّل : اوّل: ۲۰۰۸ء.........دوم: ۲۰۱۲ء

قیمت : Rs. 200/=

ناشر : مرکزِ علومِ اسلامیہ

....﴿ کتاب ملنے کا پتہ ﴾....

مرکزِ علومِ اسلامیہ

فلیٹ نمبر 102، مصطفیٰ آرکیڈ، سندھی مسلم کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی

کراچی۔ فون: 02134306686

website: www.allamazameerakhtar.com

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

صفحہ نمبر　　　　شمار

باب ۱

غم حسینؑ اور عظمتِ زمین کربلا

باب ۲......

۲۷ واقعاتِ غمِ حسینؑ

باب ۳

محبتِ اہلِ بیتِ طاہرین علیہم السلام اور گناہگار مومنین

(حجۃ الاسلام مولانا سید محسن نواب رضوی لکھنوی)

باب ﴿……۴

گناہ گار شیعوں کی بخشش

(ضمیمہ تفسیر قرآن مولانا مقبول احمد صاحب دہلوی)

❁❁❁

......انتساب......

سیّد سہیل عباس نقوی (مرحوم)

ابن

سیّد محمد شاہ نقوی

تاریخ وفات: ۲۲ رصفر بمطابق ۲۵ راپریل ۲۰۰۳

ا۔ ابتدائی کلام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

قَالَ مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہ وَاَبْغَضَ لِلّٰہ وَاَعطیٰ لِلّٰہ فَھُوَ مَنْ کَمَلُ اِیْمَانَہٗ

حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی انسان انسان سے دوستی خدا کی خوشنودی کیلئے کرتا ہے اور دشمنی کرتا ہے برائے خدا وہ ایمان میں کامل ہے۔ تمام عوام الناس سے دوستی و محبت کرنا بندگانِ نیک سے قابل تحسین ہے لیکن بالخصوص امام حسینؑ سے سچی محبت کرنا ائمہ سے محبت کرنا یہ اللہ تعالیٰ سے نزدیک بناتی ہے اس لئے کہ حسینؑ جگر گوشۂ رسولؐ ہیں فاطمہؑ زہرا کے دل کا چین ہیں اور پارۂ تن علیؑ مرتضیٰ ہیں اور بے شمار خوبیوں کے حامل ہیں اور تمام معصومین کا مرکز ہیں۔ دوستی کی دو قسمیں ہیں (۱) دوستی زبانی (۲) دوستی قلبی و زبانی۔ قلبی دوستی خدا و ائمہ کو پسند ہے اور دنیا و آخرت کی اچھائی کا باعث ہے اور جو لوگ صرف زبانی محبت کرتے ہیں امام کے ظہور کے وقت جب امامؑ تک پہنچیں گے اور اظہارِ محبت کریں گے تو ان کی دل جوئی نہیں کی جائے گی اس لئے کہ ان کی شکلوں پر محبت کے آثار نہیں ہوں گے۔

دوستانِ زبانی ممکن ہے کہ اپنی چکنی چپڑی باتوں سے سادہ لوح انسانوں کو دھوکا دیں گے لیکن یہ زبان درازی دانا بینا لوگ سمجھ کر اندازہ کر لیں گے کہ یہ وفادار نہیں ہیں اور اگر کچھ حصہ ان کو مل بھی گیا تو دنیا تک ہی بات رہی لیکن قلبی دوستی کے لوگ تو آخرت کے مالک ہوں گے۔ اب انکی تفصیل ذیل میں سنیئے گا۔

۲۔ محبتِ قلبی و زبانی

کتاب جامع المعجزات میں رضا قائمی سے نقل ہے کہ ایک روز حضرت علیؑ مسجدِ کوفہ میں بیٹھے تھے ایک شخص اہل کوفہ میں سے آپ کے پاس آیا اور سلام کے بعد عرض کیا کہ میں آپ کو دوست رکھتا ہوں۔ امام نے فرمایا کہ زبانی یا قلبی زبانی جواب دیا کہ قلبی و زبانی دوست رکھتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا اٹھو اور میرے ساتھ آؤ دونوں کوفے سے باہر چلے گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ آنکھیں بند کرو اور تین قدم چلو اس نے ایسا ہی کیا پھر کہا آنکھیں کھولو دیکھا کہ کسی بڑے شہر میں آیا ہوا ہے کہ وہاں کے کچھ لوگ مسلمان ہیں اور کچھ لوگ کافر ہیں۔ امام نے فرمایا کہ میرے ساتھ آؤ تا کہ ہم دلی دوستی کی پہچان کرلیں چلے اور ایک قصائی کی دکان پر ٹھہرے امام نے ایک درہم دے کر کہا کہ قصاب سے اس کی خریداری کرو۔ مرد کوفی نے درہم لیا اور قصاب کے پاس گیا اور کہا کہ یہ درہم لے کر مجھے اس کی قیمت کے برابر گوشت دے دو۔ قصاب نے اسے بہت غریب سمجھا اور پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو، کہنے لگا اہل کوفہ ہوں۔ قصاب نے کہا کہ تو میرے مولاؑ کے شہر کا رہنے والا ہے کہا کہ بیشک۔ قصاب نے کہا کہ آج کی رات ہمارے گھر مہمان بن کر رہو۔ علیؑ کی محبت میں مَیں تجھے ایک رات مہمان رکھ رہا ہوں۔ کوفی نے کہا مجھے دوستی پسند ہے ایک میرا دوست ہے قصاب نے کہا اسے بھی لے آؤ کوفی نے مولا علیؑ سے پورا ماجرا بیان کیا پھر دونوں قصاب کی دکان پر چلے گئے۔ قصاب نے کہا کہ تم دونوں میرے مولا کے شہر کوفہ کے رہنے والے ہو جواب دیا ہاں ہاں۔ قصاب نے دکان بند کردی اور مہمانوں کو لے کر گھر آ گیا اور اپنی بیوی سے کہا کہ میرے مولا علیؑ کے شہر سے دو مہمان آ گئے ہیں ان کی خدمت کرنی ہے۔ قصاب خوش خوش اٹھا اور دونوں کیلئے مکان میں فرش اور پلنگ بچھا دیئے اور خدمت میں مشغول ہو گیا۔ امام علیؑ نے گھر

میں دیکھا کہ دو معصوم بچے ستارے کی مانند خوبصورت چمکدار پھر رہے ہیں۔ پھر اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم نے مہمانوں کی کیا خدمت کی مغرب کا وقت ہو گیا امام نمازِ مغرب میں مشغول ہو گئے۔ قصاب نے ان کے پیچھے نماز پڑھی مغرب کی نماز کے بعد کسی شخص نے قصاب کا دروازہ بجایا۔ قصاب نے کہا کون ہے کیا کام ہے کہنے لگا میں جلاد ہوں بادشاہ نے حکم دیا ہے کہ میں تجھے قتل کر دوں اور تیرا خون بادشاہ کیلئے لے جاؤں کہ وہ بیمار ہو گیا ہے اور اطباء نے محبِ حسینؑ کا خون دوا کی تجویز کی ہے۔ قصاب نے کہا کہ مجھے اتنی مہلت دے دو کہ میرے گھر میں دو مہمان آئے ہوئے ہیں میں اپنی بیوی سے ان کی سفارش کر دوں گھر میں داخل ہوا اور قصاب نے اپنی بیوی سے کہا کہ اے نیک بخت وفادار بیوی ان مہمانوں کی اچھی طرح سے خاطر مدارات کرنا کہ میں نے سنا ہے مولا علیؑ مہمان کی بہت خدمت کرتے تھے میں ایک ضروری کام سے باہر جا رہا ہوں یہ کہتے ہی گھر سے باہر چلا گیا اچانک اس کے بچے باپ کیلئے گھر سے باہر نکلے لیکن باپ نے توجہ نہ کی جلاد نے زیرِ تیغ قصاب کو بٹھایا ناگاہ اس کا بڑا بچہ آ گیا اور کہنے لگا اے جلاد میرے باپ کو چھوڑ دے اور مجھے قتل کر دے۔ جلاد نے زیرِ تیغ بچے کو بٹھایا اور چاہا کہ سر کو بدن سے جدا کرے۔ یکا یک اس کا چھوٹا بھائی ادھر آیا اور اپنے بھائی کے منہ پر منہ رکھ دیا۔ جلاد نے دونوں کو قتل کر دیا اور خون لے کر بادشاہ کے پاس گیا اور تمام ماجرا بیان کیا۔ قصاب نے کٹے ہوئے سروں کو دیکھا تو کلیجہ کٹ گیا پھر دونوں کا سر لے کر خاموشی سے مکان میں رکھ دیا تا کہ کسی کو پتہ نہ چلے اور گھر میں آ کر بیوی سے کہنے لگا کہ جلدی سے کھانا چنو اور خدمتِ امام میں کھانا رکھ دیا دیکھا کہ آپ نماز سے فارغ ہیں دسترخوان بچھا دیا گیا اور کہنے لگا بسم اللہ کیجئے کھانا حاضر ہے۔ بہ نامِ خدا کھانا کھائیں اور محبتِ مولاؑ میں غذا کھائیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک تیرے بچے نہیں

آجائیں گے میں کھانا نہیں کھاؤنگا۔ قصاب نے کہا اے بھائی آپ کھانا کھالیں بچے دوسری جگہ چلے گئے ہیں وہ نہیں آسکتے۔ امامؑ نے فرمایا لوتو ہم اکیلے غذا ہی نہیں کھاتے ہیں۔ جب تک تیرے بچے نہیں آجائیں گے میں ہرگز ہرگز کھانا نہیں کھاؤنگا۔ ہر چند قصاب نے چاہا کہ امامؑ غذا تناول فرمالیں لیکن امام نے قبول نہیں کیا پھر امامؑ نے فرمایا اے قصاب کیا تم مجھے نہیں جانتے ہو میں تمہارا مولا علیؑ ابن ابی طالبؑ ہوں۔ قصاب نے کہا مولا میرے اہل وعیال آپ پر قربان ہوجائیں مجھے کیا معلوم تھا پھر گھر کے اندر بیوی کے پاس گیا عورت نے پوچھا میرے بچے کہاں ہیں۔ قصاب نے کہا خاموش رہو سانس تک نہ نکلے یہ میرے مہمان بچوں کو زندہ کردینگے بچے تو قتل ہوچکے ہیں۔ عورت نے کہا کہ کیسے مردہ بچے زندہ ہوسکتے ہیں۔ قصاب نے کہا کہ امیرالمونین ہمارے گھر آگئے ہیں یہ سنتے ہی (بیوی نے) عورت نے مولاؑ کے قدموں پر اپنا سر رکھ دیا۔ امام نے فرمایا بچوں کی وجہ سے پریشان نہ ہو ابھی تیرے بچوں کو زندہ کردوں گا۔ امام نے قصاب سے کہا کہ اپنے بچوں کی لاش اُٹھا لاؤ قصاب بچوں کی لاشیں اٹھا لایا امام کھڑے ہوئے اور ۲ رکعت نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے بچوں کی زندگی کی دعا مانگی (مردکوفی) کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ دونوں بچے صحیح وسالم اٹھ بیٹھے اور کہنے لگے لبیک لبیک یا مولانا یا اباالحسنؑ اور یہ کہتے ہی دونوں بچے قدمِ امام پر گر گئے اور امام کے ہاتھ اور پیر چومنے لگے۔ قصاب اور اس کی زوجہ دونوں بہت خوش ہوئے۔ امام نے اس مردِ کوفی سے فرمایا کہ آیا تم بھی مجھے اس قصاب کی طرح سے دوست رکھتے ہو کہنے لگا نہیں۔ امام نے فرمایا کہ یہ میرے لئے محبتِ قلبی وزبانی رکھتے ہیں پھر اطمینان پاکر امام نے کھانا کھایا۔

قصاب نے دامن امام تھاما اور کہا کہ اے آقا یہ واقعہ جو ہمارے ساتھ ہوا ہے اگر یہ

بات عام ہو جائے اور بادشاہ کو معلوم ہو جائے تو بادشاہ ہم کو قتل کر دے گا۔ امام نے فرمایا اب تم کبھی ہرگز ہرگز نہ ڈرنا اور جب بھی کوئی مشکل پیش آ جائے تو مجھے پکارنا (نادِ علیؑ پڑھنا) پھر اس کے بعد امام نے کوفی سے فرمایا کہ ہمارے اوپر بھروسہ ویقین رکھو اور مرد کوفی کہتا ہے کہ میری طرف بھی نالہ کرنا کیونکہ ہم نے یہ ہنر تاریخ میں لکھ دیا ہے پھر آپ نے حکم دیا کہ اگر ہم کہہ دیں کہ آنکھ بند کر لو تین قدم آگے چلو تو آنے والا مہمان کوفے میں یقیناً یقیناً پہنچ چکا ہوگا اور تیزی سے یہ عمل ہوا کہ یہ واقعہ دنیا بھر میں گشت کر چکا تھا۔ قصاب کو بادشاہ کے گماشتے (کارندے) قتل کرنا چاہتے تھے کہ قصاب نے شاہِ ولایت کو خبر دے دی اسی وقت ہی امام تشریف لائے اور سب کو قتل کر ڈالا اور بادشاہ کے پاس گئے کہ اسے اس کے عمل کی جزا دیں۔ بادشاہ ننگے پیر اور ننگے ہاتھوں (بلا اسلحہ کے) امام کے پاس آیا الامان۔ الامان کہا اور ایمان لے آیا ہلاکت سے نجات پائی اور اپنی عاقبت بھی صحیح کر لی۔

۳۔ حسینؑ چراغِ ہدایت اور کشتیٔ نجات ہیں

منظور یہ ہے کہ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ میں گمراہ نہ ہوں اسے چاہئے کہ اس راستے پر چلے جو حسینؑ بن علیؑ کا راستہ ہے اور وہ بات چاہئے کہ جس سے ذلت نہ ہو اور غرق نہ ہو جائے۔ اسے چاہئے کہ حسینؑ کی محبت کی کشتی میں بیٹھے اور ہاتھوں میں حسینؑ کا دامن پکڑ لے اور کبھی جدا نہ ہو بہ دیگر بیان امام حسینؑ نے قیام کر کے یعنی جنگ کر کے ظلم کو اجاگر کر دیا اور تمام لوگوں کیلئے راہِ ہدایت (صراطِ مستقیم) بنا دی ہے اور تمام امت کو کشتیٔ نجات میں بٹھا کر ساحل پر لا کر کھڑے کر دیا ہے۔

۴۔ کشتیٔ نجات تک پہنچنے کا راستہ

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہم کونسا راستہ اختیار کریں کہ کشتیٔ نجات میں جا کر بیٹھ جائیں۔

سب سے پہلے کشتیٔ نجات تک پہنچنے کیلئے حسینؑ کو دوست رکھنا ضروری ہے۔ قلبی و دلی کیفیت سے محبت کریں نہ کہ صرف زبان سے کہتے پھریں اور عمل نہ کریں اور راہِ مستقیم پانے کیلئے جتنا پیسہ بھی خرچ ہوتا ہے خرچ کریں کنجوسی نہ کریں اور دل و جان لگا دیں تاکہ مقصد حاصل ہو۔ دوسرا عمل آپ کی زیارت ہے خواہ دور سے کرے یا نزدیک سے کرے۔ تیسرا راستہ ساحل پر پہنچنے کیلئے نجات پائے معرفت کرے اور ان کی مجالس عزا برپا کرے نوحہ خوانی مرثیہ خوانی کرے دوستوں کو محفل میں بلا کر گریہ کرائے اور کوشش کرے کہ امام کے پاس کربلا میں دفن ہو۔ آخری بات نجات کے سلسلے میں یہ ہے کہ اپنے ساتھ کفن میں تھوڑی خاکِ شفا رکھے تاکہ قبر میں اندھیرا نہ ہو اور قبر میں لگاتار روشنی رہے اور تمام تر توجہ کے ساتھ یہ تمام نکات بچوں کو یاد کراتے رہیں اور کتاب جو آپ پڑھ رہے ہیں اسی موضوع پر لکھی گئی ہے اور دوسری باتیں جو امام حسینؑ سے متعلق ہیں ان کا بھی مستقبل میں ذکر ہوگا۔

امیدوار ہوں کہ کتاب پڑھنے والے وقتِ مطالعہ اس کتاب سے متاثر ہوں گے اور آنکھوں سے چند آنسو بہالیں گے۔

باب ۔۔۔۔۔۔ ۱

غمِ حسین علیہ السّلام اور عظمتِ زمینِ کربلا

۵۔ بعض مکانوں کی عزت واحترام

خداوند تعالیٰ نے بعض مکانوں کو بعض مکانوں پر فوقیت دی ہے اور اس مکان کی نسبت اپنی طرف دی ہے۔

۶۔ عرش الٰہی

یہ وہ آسمان ہے جسے خداوندِ عالم نے عظمت و بلندی کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اسکے وصف میں فرمایا ہے:

علیه توکلّت وهو رب العرش العظیم۔ (سورۂ توبہ۔۹، آیت۱۲۹)

ورب العرش العظیم۔ (سورۂ مومنون ۲۳، آیت ۸۶)

هو رب العرش العظیم۔ (سورۂ نمل ۲۷، آیت ۲۶)

هورب العرش الکریم۔ (سورۂ مومنون ۲۳، آیت ۱۱۴)

الرحمن علیٰ العرش استویٰ۔ (سورۂ طٰہٰ آیت۔۵)

عن ابی عبدالله انه قال۔ ما السموات والارض عند الکرسی الا

كحلقه خاتم فی فلاة وما الكرسی عند العرش الا كحلقه فی فلاة

حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ تمام آسمان اور زمین کرسی کے مقابلے میں مثل ایک انگشتری کے ہیں اور یہ کرسی بزرگ ہے باعظمت ہے عرش عظیم کے۔
(بحار الانوار جلد ۸۴)

۷۔ بیت المعمور

دوسرا مکان کہ جسے خداوندِ عالم نے شرافت و عزت بخشی ہے وہ ہے بیت معمور، یہ چہارم آسمان پر ہے عرش کے سامنے اور کعبے کے عین محاذ پر اور روزانہ ستر ہزار ملائکہ اس میں داخل ہوتے ہیں نماز پڑھتے ہیں اور باہر چلے جاتے ہیں اور قیامت تک یہی سلسلہ جاری و ساری رہے گا بند نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ روئے زمین کے تمام انسان کعبے کا طواف کریں، حج کریں جس طرح بیت المعمور کا اہل آسمان طواف کرتے ہیں۔

۸۔ مساجدِ روئے زمین

تیسرے درجے پر اللہ تعالیٰ نے دنیا میں مسجدوں کو باعظمت قرار دیا ہے جنہیں اپنا گھر (مسجد یا خانہ خدا) کہا ہے اور حکم دیا ہے حضرت عیسیٰؑ کو کہ تمام بنی اسرائیل سے کہہ دو کہ جو کوئی بھی خانۂ خدا میں آئے وہ پاک قلب اور خلوصِ نیت سے آئے نظریں نیچی رکھے اور پاک و صاف ہو کر آئے کوئی حرام چیز (نجاست) پاس نہ ہو۔ یعنی دنیاوی لالچ و آلائش سے اپنے دل کو خالی کر کے داخل خانۂ خدا ہو۔ ذہن میں باطل خیالات نہ ہوں اور جو لوگ نماز نہیں پڑھتے اللہ کی عبادت نہیں کرتے اپنی آنکھوں کو حرام سے نہیں بچاتے اور اپنے کردہ گناہوں کی معافی رو رو کر طلب نہیں کرتے اور نماز میں کسی دوسرے کا ذکر نہیں بھول جاتے وہ لوگ مسجد میں داخل ہرگز ہرگز نہ ہوں اور جو کوئی شخص

بھی نماز کا انتظار مسجد میں بیٹھ کر کرے کہ ایک نماز پڑھ لی اب دوسری نماز کا انتظار کر رہے ہیں تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ نے اپنا مہمان گردانا ہے۔ **حق علیٰ اللہ ان یکرم ضیفہ۔**

حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام اپنے جد سے روایت کرتے ہیں کہ کونسی منزل (مکان) رہنے کے لائق ہے یہ جبرئیلؑ سے پوچھا گیا تو جناب جبرئیلؑ نے جواب دیا کہ مساجد (بہترین مکان ہیں) اور جو لوگ مسجد جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو دوست رکھتا ہے جو لوگ مسجد میں جلدی داخل ہوتے ہیں اور دیر سے باہر واپس آتے ہیں۔

جناب رسولؐ خدا سے سوال کیا گیا کہ کونسی زمین خدا کے نزدیک دشمن تر ہے۔ جناب جبرئیلؑ نے جواب دیا کہ بازار اور جو شخص بھی بازار میں جلدی ہی داخل ہو جاتا ہے اور دیر تک بازار میں رہتا ہے پھر واپس باہر نکلتا ہے وہ دشمن خدا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ناراضگی بازار والوں سے اس لئے ہے کہ جھوٹ بولتے ہیں قسم جھوٹی کھاتے ہیں قیمت سے زیادہ رقم لیتے ہیں یعنی گراں فروشی کرتے ہیں اور مسجدوں کو اس لئے قابل تعظیم مانا گیا ہے کہ خانۂ خدا زمین پر ہیں تو صرف اور صرف مساجد ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ خداوندِ عالم نے توریت میں فرمایا ہے کہ میرے مکانات روئے زمین پر تمام مساجد ہیں پس کس قدر خوش نصیب ہے وہ شخص جو خانۂ خدا میں وضو کرے یا غسل و تیمّم کرے پھر میرے مکان مسجد میں داخل ہو کے زیارت کرے اور یہ بھی ہے کہ ایسا زائر اپنے آپ کو باعظمت سمجھے اور اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے مسجد بنائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے جنّت میں گھر بنا کر دے گا اور بے شمار ثواب مسجد بنانے والے کو دیا جائیگا۔ (بحارالانوار، ج ۸۳، ص ۳۴۸)

مراجع عظام نے اپنے رسالے وعملیہ میں لکھا ہے کہ مستحب (بہترین ہے) کہ

انسان نماز مسجد میں جا کر پڑھے اور بہت سی بار طرح طرح سے اللہ تعالیٰ نے تاکید کی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے اپنی نماز مسجد میں جا کر پڑھا کرو اور مسجد الحرام سب سے بہتر ہے۔ پھر اس کے بعد مسجدِ نبویؐ ہے پھر اس کے بعد مسجد کوفہ ہے پھر اس کے بعد مسجد بیت المقدس ہے پھر ہر شہر اور ہر محلے کی جامع مسجد کا بڑا درجہ ہے۔ پھر محلے و بازار کی عام مساجد ہیں اور نماز پڑھنا حضرت امیر المومنینؑ کے حرم میں (روضے میں) دوسو ہزار نمازوں کے برابر ہے (بیس لاکھ نمازوں کے برابر ہے) اور نماز پڑھنے کیلئے مسجد جانا بہت ثواب کا باعث ہے اور اگر کسی مسجد میں جانے سے لوگ روکتے ہوں تو زبردستی نہ جائے اور دوسری مسجد میں چلا جائے اور یہ بات مسلمانوں کیلئے اچھی اور شایانِ شان نہیں ہے کہ ایک ہی مسجد میں آتے جاتے ہوں اور ایک دوسرے سے غفلت برتیں کسی کے کام نہ آئیں، دوستی و محبت نہ کریں۔

ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا نہ کھائیں اور اپنے کاموں میں ایک دوسرے سے مشورہ نہ کریں اور بہن بیٹی کا رشتہ اور شادیاں نہ کریں نہ شادی بیاہ کریں اور اسے صحیح ہمسایہ و بھائی نہیں سمجھیں تو کیا فائدہ ہے، اسلام نے جو کہا ہے وہ کرنا لازمی ہے۔

جناب رسولؐ خدا نے ابوذر سے فرمایا کہ جب تک بھی تم مسجد میں بیٹھے رہو گے اور سانس لیتے رہو گے اس کے ہر سانس کے عوض جنّت میں اعلیٰ مقام ملے گا۔ ملائکہ تمہارے اوپر درود پڑھیں گے اور دس نیکیاں تمہارے نامہ اعمال میں لکھ دی جائیں گی اور دس گناہ بھی تمہارے نامہ اعمال سے کاٹ دیئے جائیں گے۔ نماز مسجد میں جا کر پڑھنا بے انتہا ثواب رکھتا ہے چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ نماز پڑھنا مسجدِ بازار میں محلے کی مسجد میں ۱۲ اور محلے کی مسجد میں پڑھنے سے ۲۵ گنا ثواب ملتا ہے۔ ایک نماز مسجدِ جامع میں پڑھنے کا ثواب ایک سو گنا ملتا ہے جبکہ اسی نماز کو مسجدِ کوفہ اور مسجد اقصیٰ میں پڑھنے کا

ثواب ایک ہزار گنا زیادہ ملتا ہے۔ مسجدِ نبویؐ میں ایک نماز ادا کرنے کا ثواب دس ہزار گنا ہے جبکہ مسجد الحرام میں اسی نماز کا ثواب ایک لاکھ گنا زیادہ ملتا ہے اور اگر باجماعت نماز پڑھے تو اتنا ثواب ملے گا جتنا گھر میں چالیس سال تک نماز پڑھنے کا ثواب ملتا ہے اور فرمایا گیا ہے کہ روزِ قیامت سات قسم کے لوگ سایہ عرش الٰہی میں ہوں گے ایک وہ شخص جو مسجد سے باہر تو آجاتا ہے لیکن اس کا دل مسجد میں ہی پڑا رہتا ہے کہ پھر دوبارہ مسجد میں جائے۔ (خصال، باب ۷، حدیث۔۴)

۹۔ قلبِ مومن کی عظمت

چوتھے درجے پر اللہ کا گھر قلبِ مومن ہے اس لئے مومنین کے دلوں کو خوش کرنا اس کی ضرورت کو پورا کرنا جس سے اس کا دل خوش ہو تو یہ بات بہت بڑی عظمت کی حامل ہے اسی طرح اگر کسی مومن کے دل کو اذیت و تکلیف دی جائے گی تو اس سے کافی عذاب ہوگا جس سے دنیا و آخرت میں دشمن کو عذاب ہوگا۔

۱۰۔ آئمہ طاہرینؑ کے روضے

پانچویں مکان محترم۔ حرمِ رسولؐ خدا اور امامانِ معصومؑ جیسے نجف، کربلا، کاظمین، مشهدِ مقدس سب حرم ہائے خدا شمار ہوتے ہیں سید بحرالعلوم نے اپنی نظم میں فرمایا ہے:

اکثر من الصلوٰۃ فی المشاهد   خیر بقاع افضل المعابد
وھی بیوت اذن اللّٰہ بان   ترفع حتّی یذکر اسمه الحسن

یعنی پیغمبرؐ اکرم کے ارشادات کے مطابق و آئمہ اطہار کی حدیثوں کے مطابق جتنی بھی ہو سکے نماز پڑھو کہ یہ مقامات عبادت کیلئے بہترین ہیں اور یہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ رات اور دن روضوں میں نماز پڑھو۔ امامِ سجادؑ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چوبیس ہزار سال قبل اس سے پہلے کہ مکے کو حرم قرار دے، کربلا کو حرم اور امن

کی جگہ قرار دیا ہے۔ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ آیۂ شریفہ سے مراد زمین کربلا ہے۔ امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ حرمِ قبرِ امام حسینؑ پانچ فرسخ قبر کے چاروں طرف ہے۔ (بحار الانوار۔ جلد ۱۰۱، ص ۱۱۱)

۱۱۔ خانۂ کعبہ

چھٹا مکان قابلِ عظمت خانۂ کعبہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کعبے کو اپنی طرف نسبت دی ہے اور فرمایا ہے کہ:

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ (سورۂ بقرہ۔ آیت ۱۲۵)

ان سے متعلق خبر یہ بھی ہے کہ خانۂ کعبہ کو حضرت آدمؑ نے جبرئیلؑ کی مدد سے بنایا۔

خانۂ کعبہ طوفانِ نوح میں تباہ ہوگیا تھا پھر دوبارہ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ اور چار فرشتوں کی مدد سے بنایا۔ جبرئیلؑ کی نگرانی میں جس جگہ حضرت آدمؑ نے پہلے بنایا تھا بالکل اسی جگہ بنایا اور جس وقت دیواریں کعبے کی مکمل ہوگئیں تو کچھ پتھر زیادہ آگئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی ہوا بھیجی کہ وہ پتھر ٹکڑے اور ذرّے ہوکر تمام عالم میں پھیل گئے جس جگہ بھی پتھر کے ذرّے گرے تھے وہاں مسجد بنادی گئی اور جہاں پر پتھر کے بڑے ٹکڑے گرے تھے وہ جگہ جامع مسجد کیلئے مخصوص ہوگئی۔ علامہ بہبانی اپنی کتاب مقامع میں فرماتے ہیں کہ کعبہ بارہ بار بن چکا ہے۔

۱۔ فرشتوں کی مدد سے

۲۔ حضرت آدم کے ہاتھ سے

۳۔ فرزندانِ آدمؑ تا زمانۂ نوحؑ

۴۔ حضرت ابراہیمؑ کے ذریعے

۵۔۶۔ عمالقہ و جرہم سے

۷۔ قصی بن کلاب جد امجد رسولؐ خدا

۸۔ بوسیلہ قریش

۹۔ عبداللہ بن زبیر

۱۰۔ حجاج نے ۷۴ ہجری میں بنایا اور پھر ۷۰۰ تک تبدیلی کی گئی

۱۱۔ ۹۵۸ ہجری میں خانۂ کعبہ کی چھت کا شہتیر ٹوٹ گیا بارش کا پانی خانۂ کعبہ میں آ گیا۔ قاضیٔ مکہ نے عالموں کے مشورے سے کعبے کو توڑ کر پھر بنایا۔

۱۲۔ ۱۰۳۰ ہجری میں بارش کا پانی مسجد الحرام میں جمع ہو گیا اور حجر اسود تک پہنچ گیا اور دیواروں کو متاثر کر دیا سلطانِ روم نے مجبوراً توڑ کر از سرِ نو بنایا۔

سورۂ التین میں آیت **وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْن** سے مراد خانۂ کعبہ ہے۔

جنابِ رسولؐ خدا سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ یا علیؑ اللہ تعالیٰ نے تیری ولایت کو زمینوں پر پیش کیا تو سب سے پہلے سرزمین مکہ نے قبول کیا اس لئے اللہ تعالیٰ نے تحفے کے طور پر کعبے سے سرفراز فرمایا۔ مکے کے بعد اے علیؑ تیری ولایت کوفے پہ پیش کی گئی اس نے ولایت قبول کی تو تیرے مرقدِ منور سے زینت دی اور کربلائے معلیٰ کو جو مقام حاصل ہے اس سے تو تمام ہی مقام محروم ہیں۔ سید بحر العلوم فرماتے ہیں کہ:

ومن حدیث کربلا والکعبه لکربلا بان علو الرتبه

داستانِ کربلا و الکعبہ سے ظاہر ہوا کہ مقامِ کربلا کو بلند درجہ مقدسہ حاصل ہے۔

۱۲۔ زمینِ کربلا پر زمینِ مکہ کا تفاخر کرنا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ زمین کعبہ نے کہا کہ میری مثل

کون ہے کہ میری پشت پر خانۂ کعبہ بنا ہے لوگ زیارت کو آتے ہیں اور حرم خدا اور جائے امن قرار دیا ہے۔

خداوندِ عالم نے زمین مکہ سے کہا کہ آرام کر اور گھمنڈ و فخر نہ کر اس لئے کہ جو کچھ بھی عظمت ہم نے تجھ کو دی ہے اتنی ہے کہ جیسے ایک سوئی کو دریا میں بھگونے سے کتنی کم تری اور پانی اس کو لگتا ہے۔ اگر تربتِ پاک کربلا نہ ہوتی تو تجھے کچھ بھی فضیلت نہیں دیتا اور اگر وہ شخص کہ جو فخر کرتا ہے اسے میں پسند نہیں کرتا ہوں اگر کربلا کو پسند نہ کرے تو مسخ کر کے دوزخ میں ڈال دونگا۔

حضرت امام سجادؑ فرماتے ہیں کہ خداوندِ عالم نے چوبیس ہزار سال پہلے مکے کو حرم قرار دیا تھا اور زمین کربلا کو محترم کیا ہے۔ (وسائل جلد دس، ص، ۴۰۳)

بعض حضرات کہتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ کے مقامِ مقدس کے طواف کرنے والو اور اے زائرانِ کربلا اگر مکے میں بیت اللہ ہے تو کربلا میں نور اللہ ہے، اگر مکے میں آبِ زم زم ہے تو کربلا میں آبِ فرات ہے، اگر مکے میں حجرِ اسود ہے تو کربلا میں محمدؐ مصطفیٰ کی تصویر ہے مکے میں حطیم ہے اور کربلا میں فطیم ہے۔

حطیم خانۂ کعبہ کا زم زم کے پاس کا حصہ ہے۔ فطیم چھوٹا بچہ جیسے شہزادہ علی اصغرؑ شیر خوارِ کربلا، مکے میں اگر سات طواف ہیں تو کربلا میں طوافِ دائم، مکہ حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسماعیل کی قربانی کی یادگار ہے۔ کربلا محل شہادتِ امامِ حسینؑ، مکے میں سعی و صفا و مروہ کربلا میں طواف قبر شریفِ امام حسینؑ اور ابوالفضل العباسؑ ہے اور امامِ سجادؑ سے روایت کی گئی ہے کہ جس وقت قیامت برپا ہوگی اور زمین ہلنے لگے گی قدرت کربلا کو اسی گنبد اور بارگاہ سے بلند کرے گی اور باغ ہائے بہشت کے اچھے باغوں میں شمار کرے گی اور کربلا بہشت کا ایک ٹکڑا بن جائے گا اور اس میں صرف نبیؐ اور امام ہی

سکونت پذیر ہو سکیں گے یا اولوالعزم پیغمبر آباد ہو سکتے ہیں اور کربلا باغ ہائے بہشت میں سے ایسے چمکدار اور روشن باغ ہونگے کہ اہل زمین جب ان کی طرف دیکھیں گے تو بہت خوش ہونگے اور زمین خود کہے گی کہ میں مقدس پاک و پاکیزہ مقامِ طیبہ ہوں سیّد الشہداء جوانانِ جنّت کے سردار کی مدفن ہوں۔ (بحار الانوار۔جلد ۱۰۱ص ۱۰۸)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ زمینوں کو زمین پر اور کچھ پانیوں کو پانی پر افضل قرار دیا ہے اور اسکے بعد کچھ زمین اور کچھ پانی نے فخر کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی افضلیت نہ ماننے والے کو مردود قرار دیا ہے چنانچہ مشرکین نے مکہ پر قبضہ کرلیا تو آبِ زم زم کو شور پانی (نمکین پانی۔ کھاری پانی) سے ملا دیا تا کہ اس کا ذائقہ ختم ہو جائے۔ سب سے پہلے زمین کربلا اور پانی میں فرات تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مقدس کیا مبارک کیا اور کربلا سے فرمایا کہ میں نے تجھے جو برتری عطا کی ہے اس کے بارے میں بات کر اور کلام کر۔

کربلا نے کہا کہ چونکہ بعض زمین اور بعض پانی نے فخر کیا تو میں بھی عرض کرتی ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کی مقدس زمین ہوں اور مبارک ہوں کیونکہ میرے پانی اور مٹی میں شفاء قرار دی گئی ہے کوئی فخر نہیں ہے، پس اگر کوئی میرا احترام نہیں کرتا تو اس کی بھی عزت نہیں کی جاتی ہے اور میں خدا کی شکر گزار ہوں کہ خداوندِ کریم بہ طفیل و وسیلۂ امام حسینؑ اور ان کے اصحاب کی وجہ سے عظمت بخشے ہوئے ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے۔ (الحمد اللہ۔ شکر اللہ۔ سبحان اللہ۔ ماشاء اللہ)۔

پھر اسکے بعد امام نے فرمایا کہ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کیلئے تواضع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بلند کر دیتا ہے اور جو کوئی اپنی ذات کو بلند و بالا مان کر گھمنڈ کرنے لگتا ہے تو اللہ اسے ذلیل و خوار کر دیتا ہے۔ (بحار الانوار۔جلد ۱۰۱ص ۱۰۹)

☆ سرزمین کربلا میر انیسؔ کی نظر میں

طے کر چکے حسینؑ جو راہِ ثواب کو
مقتل نظر پڑا شہِ گردوں رکاب کو
الفت جو واں کی خاک سے تھی اس جناب کو
اک عید ہوگئی خلفِ بوترابؑ کو
دل مثلِ غنچہ واں کی ہوا کھا کے کھل گیا
رستہ ریاضِ خلد میں جانے کا مل گیا

صحرا پہ ہر طرف شہ دیں نے نگاہ کی
سب تھم گئی سپاہ شہ کم سپاہ کی
فرمایا آج چھٹ گئے ایذا سے راہ کی
ہاں اب پسند کر لو جگہ خیمہ گاہ کی
آگے کہیں نہ جائیں گے اس ارض پاک سے
الفت ہماری خاک کو ہے یاں کی خاک سے

مشتاق اس نواح کا تھا فاطمہؑ کا لال
رہتا تھا خواب میں بھی اسی دشت کا خیال
آفاق میں یہ ارضِ مقدّس ہے بے مثال
سبزہ یہاں کا رحمتِ خالق سے ہے نہال
اب تک کسی صدف کو نہ ایسے گہر ملے
گردوں کو ایک اس کو بہتر قمر ملے

شکرِ خدا کہ رنجِ سفر سے ہوا فراغ
غربت کے اشتیاق میں بھولا وطن کا داغ
خاطر شگفتہ ہوگئی اور دل ہے باغ باغ
طبقہ یہ حشر تک نہیں ہونے کا بے چراغ
حاصل ملے گا حشر میں اس کاروکشت کا
روے زمیں پہ ہے یہی ٹکڑا بہشت کا

عالم میں قدر و منزلت اس کی سوا ہوئی
گرد اس کی بہر چشمِ ملک توتیا ہوئی
ہر درد کی خدا کے کرم سے دوا ہوئی
یہ خاکِ پاک آج سے خاکِ شفا ہوئی
تیغِ عذاب حق سے لحد میں پناہ ہو
طوفاں میں پاس ہو تو نہ کشتی تباہ ہو

کی سرو بوستانِ حسنؑ نے یہ گفتگو
آتی ہے اس زمیں کے گلوں سے دلہن کی بو
اکبرؑ یہ بولے تھی ہمیں صحرا کی آرزو
عباسؑ سے یہ کہنے لگے شاہِ نیک خو
یاں کون سی جگہ تمھیں بھائی پسند ہے
اس شیر نے کہا کہ ترائی پسند ہے

جنابِ زینبؑ کی نظر میں کربلا:

اس سرزمیں کے گل نظر آتے ہیں مجھ کو خار
نشتر سے کم نہیں رگِ جاں کو یہ سبزہ زار

یہ باد تند تیر سی ہوتی ہے دل کے پار
اس بن کی خاک سے مری خاطر پہ ہے غبار
کیا رنگ آگے دیکھئے قسمت دکھاتی ہے
یاں کی زمیں سے خون کی بو مجھ کو آتی ہے

امام حسینؑ کا جواب:

آنکھوں میں اشک بھر کے یہ بولے شہ زمن
اترو یہیں کہ خوف کی جا گہ نہیں بہن
یہ نہر علقمہ ہے یہ ہے کربلا کا بن
آئے اسی کے شوق میں ہم چھوڑ کر وطن
رہنے میں اس جگہ کے ضرر کیا فقیر کا
خیمہ یہاں ہوا تھا جناب امیرؑ کا

''شیشے میں رکھ گئے ہیں محمدؐ یہیں کی خاک''

جوں جوں قدم بڑھاتا تھا سرور کا خوش خرام
بنتے تھے نقشِ سُم سے زمیں پر مہ تمام
تھا ارضِ کربلائے معلیٰ کا یہ کلام
گو فرش تھی پہ اب میں ہوئی عرش احتشام
ذرّوں کا اس زمیں کے فلک پر دماغ تھا
ہر سنگ ریزہ رشک وہ شب چراغ تھا
بچھی تھی ایک نور کی چادر جو دور دور
ہنستا تھا کہکشاں پہ یہ جادے کو تھا غرور

ہنستے تھے روئے مہر پہ ذروں میں تھا یہ نور
ہر سنگ ریزہ کہتا تھا میں ہوں چراغ طور

تھا یہ زمیں کا قول کہ عنبر سرشت ہوں
کہتی تھی گرد نکہتِ باغِ بہشت ہوں

پرتو فگن ہوا جو رُخ قبلۂ انام
مشہور ہو گئی وہ زمیں عرش احتشام
اور سنگ ریزے دُرِّ نجف بن گئے تمام
صحرا کو مل گیا شرف وادی السّلام

کعبے سے اور نجف سے بھی عزّت سوا ہوئی
خاک اس زمینِ پاک کی خاکِ شفا ہوئی

یہ تاج عرشِ خالقِ اکبر ہے اے زمیں
زہرا صدف ہے جس کی وہ گوہر ہے اے زمیں
ابنِ قسیم چشمۂ کوثر ہے اے زمیں
تعظیم کر یہ سبطِ پیمبرؐ ہے اے زمیں

فوق اور اوج عرشِ عُلا سے سوا ملا
دامن میں لے تجھے یہ دُرِ بے بہا ملا

اللہ رے حُسن طبقۂ عنبر سرشت کا
میدانِ کربلا ہے نمونہ بہشت کا

بڑھ کر بنِ اَنس، نے سناں کا کیا جو وار
دامن پکڑ کے زیں کا جھکے شاہِ نامدار

دوڑے اتار نے کو رسولؐ فلک وقار
دشتِ نبرد کو ہوا احکامِ کردِ گار
شہسوار مثلِ تختِ سلیماں صبا پہ ہو
اے مقتلِ حسینؑ معلق ہوا پہ ہو

کیا جانے زمیں کیسی ہے کیسا ہے یہ صحرا
پوچھے تو کسی سے کوئی کیا نام ہے اس کا
پوچھا تو کوئی بولا یہی دشتِ جفا ہے
نام اس کا ہے اک ماریہ اک کرب و بلا ہے

حشر تک روئے گا مظلومی پہ تیری عالم
تیرا ماتم نہیں ہووے گا جہاں میں کبھی کم
روضۂ پاک کو تیرے یہ شرف بخشیں گے ہم
آئیں گے جس کی زیارت کو ملک ہو کے بہم
یہ زمیں عرش سے رتبے میں سوا ہووے گی
خاک تربت کی تری خاکِ شفا ہووے گی

۱۳۔فوائدِ تربتِ سید الشہداءؑ

بزرگانِ دین سے تربتِ سید الشہداءؑ کی بے شمار فضیلتیں ہم تک پہنچی ہیں کہ چند کا ذکر کرنا ضروری ہے۔

ا۔تربتِ امام حسینؑ (خاکِ شفا) مٹی میں کربلا کی ہر قسم کے درد کی دوا ہے مگر موت سے بچاؤ ممکن نہیں ہے۔

☆ اعتقاد بہ شفاء ہونا: مٹی میں کربلا کی شفا ہے اور اگر کھانا ہو تو صرف شفاء کی نیت سے خاکِ شفاء کھائی ہے۔

☆ ایک روایت میں لکھا ہے کہ جو شخص بھی پکا اعتقاد رکھے گا کہ خاکِ شفاء میں بیماری سے چھٹکارہ ہے اس کی بیماری یقیناً دور ہو جائے گی۔

☆ ایسا بیمار نہ ہو جو بالکل کمزور لا علاج ہو کر حتمی موت تک پہنچ گیا ہو تو شفاء ملے گی۔

☆ تربتِ خاکِ شفاء کو باوضو ہاتھ میں لے، بلا وضو نہ پکڑے۔

☆ دو انگلیوں سے خاکِ شفاء کو اٹھائے۔

☆ چنے کے دانے کے برابر خاکِ شفاء (کربلا کی مٹی لے) بلکہ مسور کے دانے کی طرح کم لے۔

☆ اسے چومے اور آنکھوں سے لگائے۔

☆ کھاتے وقت پڑھے۔

بسم اللّٰہ و با للّٰہ اللّٰھم اجعلہُ رزقاً واسعاً و علماً نافعاً وشفاءً مِن کلِّ داءٍ انک علیٰ کلِّ شیئٍ قدیر

اس خاکِ شفاء کو معمولی نہ سمجھیں نامناسب برتن یا مقام پر نہ رکھیں اور کئی بار ہاتھ خاک پر نہ ملیں اور ہاتھوں میں بار بار نہ پکڑیں نہ ملیں نہ ہاتھ میں زیادہ رکھیں۔

خاکِ شفاء امام کی قبر سے چار میل تک فاصلے کی مٹی اصلی خاکِ شفاء ہے اور جتنی بھی نزدیک کی مٹی ہو تو اور بھی بہتر ہے۔

بہتر ہے دعا پڑھ کر مٹی (خاکِ شفاء کو) منہ میں رکھے اور ایک گھونٹ پانی پی کر کہے۔

اللّٰھم اجعلہُ رزقاً واسعاً و علماً نافعاً و شفاءً مِن کلِّ داءٍ و سقمٍ

اگر اپنے ہمراہ (جیب میں) خاکِ شفاء رکھو تو یہ امن وسلامتی لاتی ہے۔ چنانچہ روایت ہے کہ اگر بادشاہ یا دشمن سے جان کا خوف ہو تو ہر وقت اپنے پاس خاکِ شفاء رکھا کرو سلامت رہو گے۔

حضرت امام حسینؑ کی قبر کی مٹی (خاکِ شفاء) کی برکت یہ بھی ہے کہ اگر میت کے ساتھ قبر میں خاکِ شفاء رکھ دیں تو وہ میت تاریکی قبر اور عذاب سے محفوظ رہے گی۔ حضرت امام موسیٰؑ کاظم روایت کرتے ہیں کہ یہ خاکِ شفاء منہ پر نہ رکھو یا ملو۔ زیرِ سر نہ رکھو۔

حضرت امام صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ اعتقادات لکھنا خاکِ شفاء سے میت کے کفن پر تاریکی قبر سے مومن کو بچاتی ہے اور سوال، منکر ونکیر کے ہول سے محفوظ رکھتی ہے۔

محمد بن مسلم سے روایت ہے کہ خاکِ قبر رسولؐ خدا و آئمہ ہدیٰ تمام دردوں کے لئے باعثِ شفاء ہے اور بلاؤں سے سپر کام دیتی ہے۔ بلاؤں سے بچاتی ہے اور یہ خاکِ شفاء دعا کی طرح سے پر اثر ہے۔ ہمراہ خود لازمی رکھو جان مال کی حفاظت ہوتی ہے (کھانا لازمی نہیں ہے) البتہ بیماری میں کھلائی جاتی ہے اور بلا وجہ خاکِ شفاء کو کھانا منع ہے جیسے مردے یا حرام گوشت کا کھانا منع ہے مگر صرف درد و تکلیف کی حالت میں کھا سکتے ہیں۔ (بحار الانوار، ج ۱۰۱، ص ۱۳۴ و مصباح المتہجد، ص ۶۷۸)

۱۴۔ سجدہ کرنا خاکِ شفا۔ سجدہ گاہ پر

سجدہ گاہ خاک، شفاء پر سجدہ کرنا آسمان کے سات حجابات کو توڑ کر نماز کو آسمان پر لے جاتا ہے۔ سجدہ کرنا خاکِ شفاء پر سات زمین اور سات آسمانوں کے پرت کھول دیتا ہے اور روشن ومنور کر دیتا ہے۔

اگر نواقض نماز کے علاوہ کوئی اور بات پیش آتی ہے اور خاکِ شفاء پر سجدہ کیا جاتا ہے تو وہ نواقض برطرف ہو جاتی ہے۔

خاکِ شفاء کی تسبیح ہاتھ میں لینا اور پڑھنا دونوں کی بہت فضیلت ہے اور اللہ کے نزدیک خاص مقام یہ ہوتا ہے کہ یہ تسبیح خود بھی اللہ کی تسبیح کرتی ہے خواہ ہاتھ میں لینے والا پڑھے یا نہ پڑھے۔ تسبیح خود بخود ہی اللہ کی تعریف پڑھتی رہتی ہے اور یہ تسبیح وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ

(سورۂ اسراء (۱۷)، آیت ۴۴)

دنیا کی ہر شے اللہ تعالیٰ کی اپنی زبان میں حمد اور تسبیح کرتی ہے لیکن تم اس کی تسبیح کرنا نہیں سمجھ سکتے ہو اور ہر حال میں خاکِ شفاء اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی رہتی ہے کہ ہم کو پتہ نہیں چلتا ہے اور یہ تقدس و نزدیکی خدا صرف اور صرف خاکِ شفاء میں ہی ہے۔

حضرت امام رضا علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جو شخص بھی تربتِ حسینؑ (خاکِ شفاء) لے کر کہے:

سبحان اللّٰہ والحمدللّٰہ ولا اِلٰہ اِلا اللّٰہ واللّٰہ اکبر

اور ہر ذکر کے عوض میں اللہ تعالیٰ چھ ہزار بندوں کو آزاد کرتا ہے اور نیکیاں لکھتا ہے چھ ہزار گناہ معاف ہوتے ہیں۔

حضرت جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ اگر دانۂ سنگ (پتھر کے دانے) سے تسبیح لے کر پڑھتا ہے **استغفر اللّٰہ ربی واتوب الیہ** تو ستر استغفار اس کے لئے لکھے جاتے ہیں اور صرف تسبیح ہاتھ میں ہوگی اور ایک دانہ بھی نہیں پڑھے گا تو بھی ہر دانے کے عوض ستر بار استغفار اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا۔

دوسری روایت میں فرمایا گیا کہ جو شخص بھی خاکِ شفاء کی تسبیح ہاتھ میں لے کر ایک

بار سبحان اللہ کہتا ہے تو چار سو نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دی جاتی ہیں چار سو گناہ معاف ہوتے ہیں اور چار سو گنا اس کا درجہ بلند کر دیا جاتا ہے اور چار سو حاجتیں اور دعائیں پوری کر دی جاتی ہیں۔ (مصباح المتہجد شیخ الطائفہ (قدس سرہ) ص ۷۸)

نوزائیدہ فرزند (نومولود) جب پیدا ہو تو اس کا حلق (تالو) خاکِ شفاء سے اٹھاؤ تاکہ بچہ بلیات سے محفوظ رہے۔ (بحار الانوار، ج ۱۰۱)

۱۵۔ زیارتِ کربلائے معلیٰ سے غافل نہ ہوں

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ زیارات کربلا کو جاؤ اور اس کام میں غفلت نہ برتو اس لئے کہ کربلا میں بہترین اولادِ رسولؐ دفن ہے۔ فرشتے بھی کربلا کی زیارت کرتے ہیں تقریباً ایک ہزار سال سے زائد ہو گئے کہ امام حسینؑ کربلا میں دفن ہیں روزانہ ہر شب کو جبرئیلؑ آپ کی زیارت کرتے ہیں۔ پس کوشش کرو کہ کربلا سے دور نہ رہو۔ (بحار الانوار، ج ۱۰۱، ص ۱۰۹)

سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ نے لعنت کی ہے قاتلِ امام حسینؑ پر اور اپنی آل اولاد کو نصیحت کی کہ قاتلِ حسینؑ پر لعنت کہتے رہیں اور یہ ان سے ہمیشہ کیلئے اقرار لیا کہ ہمیشہ ہمیشہ لعنت کہتے رہیں اس کے بعد موسیٰؑ بن عمران تھے کہ جنہوں نے قاتلِ حسینؑ پر لعنت کہی اور اپنی امت کو ایسا کرتے رہنے کی تاکید کی۔ پھر حضرت داؤدؑ نے لعنت کہی قاتلِ حسین پر اور تمام بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ ہمیشہ ہمیشہ لعنت کہتے رہیں پھر اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ نے ابنِ زیاد قاتلِ امام حسینؑ پر لعنت کہی اور کہا کہ اے قومِ بنی اسرائیل قاتلِ حسینؑ پر لگا تار لعنت کرتے رہنا اور اگر اس صفت کا کوئی انسان ملے تو اس سے رابطہ نہ کرنا۔

پھر فرمایا کہ جو کوئی امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہوا اسکی مثل ہے کہ وہ انبیاء کے ساتھ

رہ کر شہید ہوا اور اس کے قبۂ نور کو ہم روشن دیکھتے ہیں۔

کوئی بھی ایسا پیغمبر نہیں ہے جس نے کربلا کی زیارت نہ کی ہو اور وہاں قیام نہ کیا ہو اور فرماتے تھے زمینِ کربلا سے کہ تو ایسی نورانی جگہ ہے کہ تجھ میں خیر ہی خیر بھری ہوئی ہے اور تو ایسی مبارک جگہ ہے کہ جس میں جگر پارۂ رسولؐ دفن ہوگا۔

(بحار الانوار۔۔ج ۴۴، ۳۰۱)

اُمّ ایمن سے روایت کی گئی ہے کہ واقعاتِ کربلا کو جبرئیلؑ نے رسولؐ خدا سے ذکر کیا اور کہا کہ زمین کربلا مقدس و پاک ہے اور اس کی حرمت اور زمینوں کے مقابلے میں زیادہ ہے۔

۱۶۔ روزانہ ستر ہزار فرشتے کربلا کی زیارت کو آتے ہیں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے اپنے باپ سے اور انہوں نے اپنے جد امجد سے انہوں نے رسولؐ خدا سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے زیادہ کسی مخلوق کو پیدا نہیں کیا اور ملائکہ اس قدر ہیں کہ ہر رات کو ستر ہزار ملائکہ آسمان سے نازل ہو کر خانۂ کعبہ کا طواف کرتے ہیں پھر صبح ہوتے ہی مرقدِ رسولؐ پر جاتے ہیں اور ان کو سلام کرتے ہیں پھر قبر علیؑ امیر المومنین پر جاتے ہیں اور آپ کو سلام کرتے ہیں اس کے بعد پھر یہ ملائکہ سوئے قبرِ امام حسنؑ جا کر سلام کرتے ہیں پھر کربلا کی طرف جاتے ہیں اور امام حسینؑ شہیدِ کربلا پر سلام کرتے ہیں پھر سورج نکلتے ہی آسمان پر واپس چلے جاتے ہیں۔ اس طرح روزانہ اتنی ہی تعداد میں نازل ہوتے ہیں اور وہ بھی ستر ہزار ملائکہ دن میں ہنگامِ غروبِ آفتاب تک بیت اللہ الحرام کا طواف کرتے ہیں پھر غروبِ آفتاب کے بعد رسولؐ اللہ کی قبر مبارک پر جاتے ہیں اور سلام پیش کرتے ہیں پھر سوئے مرقدِ علیؑ بن ابو طالبؑ روانہ ہو کر پھر تربتِ حسنؑ پر جا کر سلام

کرتے ہیں اور پھر آخر میں مرقدِ حسینؑ بن علیؑ پر جاتے ہیں اور سلام پیش کرتے ہیں اور پھر رات ختم ہونے سے پہلے پہلے آسمان پر واپس چلے جاتے ہیں۔

مجھے قسم ہے اس ذات پاک کی کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے چار ہزار فرشتے لگا تار قیامت تک قبرِ حسینؑ پر عزائے حسینؑ میں مشغول رہیں گے سر پر خاک ڈالیں گے اور تا قیامت گریہ کرتے رہیں گے۔

دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار فرشتے قبرِ حسینؑ پر مقرر کیئے ہیں جو غمِ حسینؑ میں سوگوار رہیں گے اور نماز پڑھتے رہیں گے اور زائرین آنحضرت کہ جو حسینؑ کے حق سے عارف ہونگے ان کے لئے دعائیں کریں گے اور ان کا سردار رئیس منصور کہتا ہے کہ جتنے بھی زائرین امام حسینؑ کی زیارت کو آتے ہیں تو فرشتے ان کا استقبال کرتے ہیں اور ہر جگہ کربلا کے اندر باہر مشایعت (رخصت) کرتے ہیں بیمار ہو جاتا ہے تو عیادت کو فرشتے آتے ہیں اگر مر جاتا ہے تو نمازِ جنازہ پڑھتے ہیں اور اس کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ (بحار الانوار...ج ۱۰۱، ص ۴۲)

علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ یہ ستر ہزار فرشتے یہ الگ اور دوسرے ملائکہ ہونگے ان چار ہزار ملائکہ سے کہ جن کا ذکر کیا گیا ہے۔

۱۷۔ کربلا کا نام سننے کا اثر

دوستانِ ائمہ ھدیٰ کی یہ پہچان ہے کہ جب بھی وہ کسی بھی دور سے دور مقام پر ہو اس کے روبرو نام کربلا آجاتا ہے تو مثلِ ابر بہار کے رونے لگتا ہے اور تمام شہدائے کربلا کو یاد کر کے جگر سے صدائے غم بلند کرتا ہے۔ اب دور رہ کر محبت حسینؑ میں یہ عالم ہے اور اگر قبر مطہر پر پہنچ جائے اور اپنے آپ کو اس مرقدِ شش گوشہ پر بیٹھا ہوا دیکھے تو کیا کریگا اور جہاں پر امام حسینؑ نے اپنے بھتیجے قاسمؑ کے گلے میں بانہیں ڈالی تھیں اور قاسمؑ

نے چچا جان کے ہاتھ پیروں کو چوما تھا اور خوشامد کر رہا تھا کہ چچا جان مجھے بھی جنگ کی اجازت دے دیں اور اس جگہ جہاں پر امام حسینؑ نے اپنے بیٹے علی اکبرؑ کے قد و قامت محمدیؐ پر حسرت بھری نظر ڈالی تھی اور چہرۂ اقدس دیکھا تھا سر کو جانبِ آسمان بلند کر کے آنکھوں سے اشک برسائے تھے اور آپکی حالت اتنی متغیر ہو گئی تھی کہ جیسے روح بدن سے نکلنے والی ہو اور جس جگہ حضرت عباسؑ کو اجازت دیتے وقت بلند گریہ کر کے کہہ رہے تھے: **الان انکسرت ظهری و قلت حیلتی وانقطع رجائی**

اے بھائی ابوالفضل العباسؑ تمہاری جدائی کے غم نے میری کمر توڑ دی۔ راہِ چارہ مسدود ہو گئی اب زندگی کی امید قطع ہو گئی اور پھر کمر پر ہاتھ رکھے خیمے سے برآمد ہوئے تھے اور جہاں علی اصغرؑ کو طلب آب کیلئے ہاتھوں پر بلند کیا تھا اور جواب میں تیر سہ شعبہ آیا تھا اور آپ زخمی علی اصغرؑ کو لے کر خیمے کی طرف چلے اور گود میں اصغر کو لے کر بوسہ لینا چاہا اور اس جگہ کی بھی زیارت کرنا کہ جہاں امام حسینؑ آخری رخصت کو خیمے میں آئے تھے اور تمام عزیزوں سے کہا تھا کہ آج میری زندگی کا آخری دن ہے۔ اب میری عبادت دیکھو۔

کربلا کے بن میں بوتراب کا بیٹا ہے	بے کسی چھا گئی اور حسینؑ نے رکاب میں پیر رکھا
کہ ناگاہ ۶۶ عورتیں گھر سے باہر نکل آئیں	کہ اے آقا ہم کو کس کے سپرد کر کے جاتے ہو
اے نیکی کی صبح ہم پر کیا گزرے گی	کوئی ہم کو گرفتار کر کے شام کو لے جائیں گے
اہل و عیال بھی برباد ہوں گے	یزید مردود مستورات کو بے نقاب کردیگا
کیا یہ بات تجھے پسند ہے کہ اہل و عیال کو	ایک رسی میں سب کو باندھا جائے
حسینؑ نے روتے ہوئے اہل بیتؑ کو تسلی دی	اور قتل گاہ کی طرف روانہ ہو گئے
بے دینوں نے دشمنی میں تکلیفیں دیں	اور مرتے دم تک ایک گھونٹ پانی نہیں دیا

میدان میں آ کر مثلِ علی تلوار سے حملہ کیا قلبِ لشکر کو پلٹ کر رکھ دیا
چاروں طرف سے تیر تلوار برس رہی تھیں کہ حسینؑ زین سے زمین پر گر گئے
سر کاٹ کر نیزے پر بلند کر دیا گیا اور آفتاب نے بھی گرد اُڑا کر اپنا چہرہ چھپا لیا
بعدِ قتل حسین سیاہ آندھیاں چلنے لگیں

اے خدا عاشقانِ حسینؑ کو کمزور نہ کر اور کرب و بلا کا راستہ بند نہ ہو
اے اللہ اے قابلِ تعریف ہماری مدد کر غم کی آگ پر پانی ڈال دے
ہمارے رنجیدہ دل کو خوش کر دے پھر ہمارے لئے نغمۂ جاں بار سُنا مژدہ سنا
اے ابرِ رحمت برس کہ اچھا وقت ہے یاروں کی مدد سے حسینؑ دور ہیں کوئی مددگار نہیں ہے
اے اللہ کرب و بلا کو دیکھ تو نے اس قبر کو کتنا عظیم مرتبہ عطا کیا ہے
کہ ہم نے زیارت نہیں کی ہے اور ہم غم و آلام میں گرفتار ہیں
ہم کو چاروں طرف سے پریشانیوں نے گھیر رکھا ہے ہم ان کا دامن پکڑ کے ماتم کرینگے ایسے اسباب پیدا کر
امام حسینؑ کے نازک گلے پر کافروں نے خنجر رکھ کر ذبح کر دیا ہائے ہائے افسوس
امام کے رخسار مٹی میں گرد آلود تھے اور ظالم نے شہ رگ کو کاٹ ڈالا
محبوں، دردمندوں کے دل زخمی ہو گئے اور کانوں میں امام کی صدائے بے کسی استغاثہ آنے لگی
کربلا میں لاشوں کو پائمال کر دیا گیا دشمنوں نے اس لاش پر گھوڑے دوڑائے
اے خدا ظالموں سے بدلہ لے شاید ہم زندہ نہ رہیں ہماری زندگی میں بدلہ لے لے
اے اللہ ایسا انتقام فرما دے کہ کربلا کی طرف کوئی ظالم نہ آنے پائے
(فصل، بہار نور، ص۔۱۰)

حضرت عبداللہ جن کی عمر گیارہ سال سے زیادہ نہ تھی جب انہوں نے امام حسینؑ کی صدائے استغاثہ (واغربتاہ) کو سنا تو فوراً خیمے سے باہر آیا اور یہ گیارہ سالہ بچہ قتل گاہ کی طرف تیزی سے دوڑ کر امام کی مدد کو گیا تلاش زینبؑ اس بارے میں بے نتیجہ ثابت

ہوئی۔ ظالموں نے بچے کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے پھر سیاہ آندھیاں چلنی شروع ہوگئیں زمین کربلا ہلنے لگی زلزلہ آ گیا۔ (دیوان ملک الشعراصبوری ص۔ ۴۶۸)

اس وقت علیؑ کی بڑی بیٹی جناب زینبؑ ایک بلندی پر کھڑی ہوئیں (جسے تلّہ زینبؑ کہا جاتا ہے) اور اپنے بھائی کو دشمن کے خنجر کے نیچے دیکھا تو عمر سعد ملعون سے آپ نے فرمایا کہ او پسر سعد تو دیکھ رہا ہے کہ میرا بھائی ذبح ہو رہا ہے عمر سعد منہ پھیر کر رونے لگا جناب زینبؑ نے مجبوری کے عالم میں دونوں ہاتھ سر پر رکھے اور زور زور سے صدا بلند کرنے لگیں وا محمدا، وا محمدا، اے نانا جلد خبر لو۔ حسینؑ کا گلا کاٹا جا رہا ہے۔ پھر لشکر نے خیموں کو لوٹ لیا سارا سامان چھین کر لے گئے پھر خیموں کو آگ لگا دی گئی تو مخدّراتِ عصمت و طہارت بیبیاں اور بچے در بدر ہوگئے اور ظالموں نے ایسی لوٹ مچائی کہ معصوم بچوں بچیوں کے ہار بندے زیورات کانوں میں سے آرام سے نہیں اتارے بلکہ زور زور سے کھینچے جس سے کان زخمی ہوگئے اور جس وقت ہمیں حسینؑ کی ایسی بے کسی یاد آتی ہے تو ہمارا دل رونے لگتا ہے۔

اگر کوئی ایسا دن آجائے کہ تمام پابندیاں اٹھالی جائیں کربلا کے راستے آسان کر دیئے جائیں اور رونے پیٹنے کی پوری آزادی مل جائے تاکہ محبان اہلِ بیتؑ شیعہ حضرات و ساداتِ آلِ رسولؐ مزارات پر بآسانی چلے جائیں اور آزادی سے مرثیہ خوانی، نوحہ خوانی کر سکیں اور اپنا سر و سینہ پیٹ سکیں تو اپنے نالوں سے زمین آسمان کو اٹھا لیں گے تب دنیا کو پتہ چلے گا کہ حسینؑ کا غم کتنا عظیم ہے اور کیا ہے؟

۱۸۔ حضرت آدمؑ و جبرئیلؑ اور غمِ حسینؑ

روایت کی گئی ہے کہ جس وقت حضرت آدمؑ جنّت سے دنیا میں تشریف لائے تو حوّاؑ کو نہیں دیکھا تو زمین میں چاروں طرف چکر لگانا شروع کر دیئے اچانک آپ زمین

کربلا پر پہنچے تو ایک دم غمگین ہو گئے اور آپ کا سینہ تنگ ہو گیا سانس رک گئی اور جس وقت امام حسینؑ کی جائے شہادت پر پہنچے تو آپ کے پیر لرزنے لگے اور خون جاری ہو گیا۔ حضرت آدمؑ نے اپنا سر جانب آسمان بلند کیا اور کہا کہ کیا مجھ سے کوئی گناہ صادر ہو گیا ہے کہ مجھے سزا ملی ٹھوکر لگی خون بہنے لگا اس لئے کہ میں نے روئے زمین کا چکر کاٹا لیکن کبھی کہیں ایسا حادثہ پیش نہیں آیا جیسا کہ اس زمین پر پیش آیا ہے۔ اس زمین میں آخر کیا بات ہے کہ مجھے خود بخود غم کھائے جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو وحی کی کہ تم سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا ہے البتہ تمہاری اولاد میں سے حسینؑ پیدا ہوگا جسے ظالم بے دردی کے ساتھ بے گناہ شہید کر دیں گے لہٰذا تمہارا خون ان کے خون بہنے کی وجہ سے بہایا گیا ہے۔ حضرت آدمؑ نے عرض کیا بارِ الٰہا کیا یہ حسینؑ نام کا کوئی پیغمبر ہوگا۔ وحی ہوئی نہیں بلکہ رسولِ خدا محمد مصطفیٰؐ کا نواسہ ہے۔ حضرت آدمؑ نے پوچھا حسینؑ کا قاتل کون ہے۔ تب قدرت کا جواب آیا کہ اس کا قاتل یزید ہے کہ جس پر تمام اہلِ زمین و اہلِ آسمان نے لعنت کی ہے اور کرتے رہیں گے۔ حضرت آدمؑ نے حضرت جبرئیلؑ سے کہا کہ اب میں کونسا وظیفہ پڑھوں تو جبرئیلؑ نے کہا کہ اب آپ قاتلِ حسینؑ یزید پر لعنت کا وظیفہ پڑھتے رہیں۔ حضرت آدمؑ نے چار مرتبہ یزید پر لعنت بھیجی اور چند قدم ہی کوہِ عرفات کی طرف گئے ہونگے کہ حوّا مل گئیں۔

(بحارالانوار، ج ۴۴، ص ۲۴۲)

صاحبِ دُرِّ ثمین نے تفسیر میں لکھا ہے کہ:

فتلقیٰ آدم من ربه کلمات

کلمات زبان پر لائے تو آدمؑ نے عرش کے اوپر اسمائے انبیاء و آئمہ دیکھے اور جبرئیلؑ نے ان کو تلقین کی تھی اور کہا تھا کہ کہو:

یا حمید بحق محمدؐ. یاعالی بحق علیؑ. یا فاطر بحق فاطمہؑ. یا محسن بحق الحسنؑ والحسینؑ ومنك الاحسان

اور جیسے ہی حضرت آدمؑ کے لب پر نامِ حسینؑ آگیا تو دل میں تکلیف شروع ہوگئی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور کہا کہ اے جبرئیلؑ پانچواں نام لینے سے میرا دم گھٹنے لگتا ہے اور آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہو جاتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ تب جبرئیلؑ نے جواب دیا کہ تمہارے اس فرزند کو ظالم بے دردی سے قتل کرینگے کہ اس کی مصیبت اتنی بڑی ہوگی کہ دنیا کی تمام مصیبتیں اس کے سامنے کم ہونگی۔

حضرت آدمؑ نے کہا بھائی جبرئیلؑ تفصیل بتلاؤ کہ حسینؑ کو کس طرح اور کون قتل کرے گا تب جبرئیلؑ نے کہا کہ بھوکا، پیاسا، غریب، بے یار و مددگار قتل کر دیا جائے گا اور (اگر تم واقعہ دیکھنا چاہو کہ) وہ کہے گا:

واعطشاه واقلّة ناصراه

اس لئے کہ اسے تین شبانہ روز کی بھوک و پیاس ہوگی کوئی مدد کیلئے جواب نہیں دے گا۔ مگر تلواروں کا مزہ چکھائیں گے۔ پھر اسے گردن کے پیچھے سے گوسفند کی طرح ذبح کریں گے اور اس کے اہلِ و عیال کو گرفتار کر کے ملک شام لے جائیں گے پھر دونوں یعنی جبرئیلؑ، حضرت آدمؑ اتنے زور سے گریہ کر کے روئے جیسے وہ عورت روتی ہے جس کا جواں سال بیٹا مر جاتا ہے۔ (بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۲۴۵)

۱۹۔ حضرت نوحؑ اور غمِ حسینؑ

روایت کی گئی ہے کہ جب حضرت نوحؑ کشتی میں بیٹھنے لگے تو ساری دنیا کو یونہی چھوڑ دیا اور چلتے چلتے جب آپ کی کشتی کربلا کے علاقے میں جا پہنچی تو کشتی ڈوبنے لگی ہچکولے کھانے لگی اور حضرت نوحؑ کو ایسا لگا کہ کشتی ڈوبنے والی ہے تو دعا کرنے لگے

اور فرمایا کہ میں نے تمام دنیا کی سیر کی خیریت سے گزرا لیکن اس جگہ آ کر میری کشتی ڈوبنے لگی ہے یہاں اس زمین میں کیا بات ہے کیا وجہ ہے؟

جبرئیلؑ نازل ہوئے اور کہا کہ اے نوحؑ یہاں اس جگہ رسولؐ خدا محمد مصطفیٰؐ کا نواسہ حسینؑ شہید کیا جائے گا۔ حضرت نوحؑ نے کہا اے جبرئیل حسینؑ کا قاتل کون ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ وہ لعنتی مردود ایسا ہے کہ سات زمین اور سات آسمانوں نے اس پر لعنت کی ہے۔ حضرت نوحؑ نے چار بار یزید پر لعنت کی تو کشتی بھنور سے نکل گئی پھر کشتی خیریت سے کوہِ جودی پر جا کر ٹھہری اور ساکن ہوگئی۔

(بحار الانوار۔۔ج ۴۴۔ص ۲۴۳)

۲۰۔ حضرت ابراہیمؑ اور غمِ حسینؑ

روایت کی گئی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ گھوڑے پر سوار ہو کر چلے جاتے تھے کہ جب زمین کربلا آئی تو گھوڑے کا پیر پھسلا اور حضرت ابراہیمؑ گھوڑے سے زمین پر گر گئے۔ آپ کا سر پھٹ گیا خون جاری ہوگیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے استغفار کرنا شروع کر دیا اور کہا پروردگار مجھ سے کونسی خطا سرزد ہوئی جس کی وجہ سے مجھے چوٹ لگی۔ جبرئیلؑ آئے اور کہنے لگے کہ آپ سے کوئی غلطی نہیں ہوئی ہے بلکہ اس جگہ کربلا میں حسینؑ سبطِ پیغمبرؐ شہید ہوگا اور تمہارا خون ان کی محبت میں جاری کیا گیا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا کہ اے جبرئیلؑ حسینؑ کا قاتل کون ہے؟ جناب جبرئیلؑ نے کہا کہ وہ لعنتی ہے اور ساتوں زمین اور ساتوں آسمانوں نے قاتلِ حسینؑ یزید ملعون پر لعنت کہی ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے کئی بار یزید پر لعنت کہی اور ان کے گھوڑے نے بزبانِ فصیح آمین کہی۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے گھوڑے سے کہا کہ تو نے میری دعا کو کیسے سن لیا کہ آمین کہی گھوڑے نے جواب دیا کہ اے ابراہیمؑ مجھے فخر ہے کہ آپ جیسے اللہ کے

پیارے نبی میرے اوپر سوار ہوتے ہیں۔ جس وقت کہ میرا پیر پھسلا اور آپ زمین پر گر پڑے تو مجھے انتہائی رنج ہوا کیونکہ یزید کے منحوس نام کی وجہ سے آپ کو اذیت پہنچی۔

(بحارالانوار۔ جلد ۴۴، ص ۲۴۳)

۲۱۔ حضرت موسیٰؑ و یوشعؑ اور غمِ حسینؑ

روایت کی گئی ہے کہ ایک روز حضرت موسیٰؑ حضرت یوشعؑ کے ساتھ سیر و تفریح کو نکلے تھے کہ زمینِ کربلا پر آن پہنچے۔ آپ کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ گیا اور تکونا کانٹا آپ کے پیر میں لگ گیا اور پیر سے خون جاری ہو گیا۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کی کہ میرے اللہ کیا مجھ سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ اس جگہ حسینؑ کو قتل کیا جائے گا اور اس کا خون بہے گا اس لئے ان کے خون بہنے کی وجہ سے تمہارا خون بہایا گیا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ میرے خدا حسینؑ کون ہے۔ جواب آیا کہ محمدِ مصطفیٰؐ کا نواسہ حسینؑ ہے۔ علیؑ مرتضیٰ کا بیٹا حسینؑ ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ اس کا قاتل کون ہے؟ آواز آئی کہ قاتلِ حسینؑ اتنا منحوس ہے کہ تمام دنیا کے سمندر، دریاؤں کی مچھلیوں نے اور صحرا کے چرند، پرند اور درندوں نے اس پر لعنت بھیجی ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے دونوں ہاتھ بارگاہ خداوندی میں بلند کئے اور یزید پر لعن و نفرین کی اور یوشعؑ بن نون نے حضرت موسیٰؑ کی دعا پر آمین کہی اور اس جگہ سے گزر کر چلے گئے۔

(بحارالانوار۔۔۔ ج ۴۴۔ ص ۲۴۴)

۲۲۔ جناب خضرؑ و حضرت موسیٰؑ اور غمِ حسینؑ

جس وقت خضرؑ اور حضرت موسیٰؑ دونوں آمنے سامنے ہوئے تو جنابِ خضرؑ نے آلِ محمدؐ کے مظالم کا تذکرہ کیا اور زبردست غم و اندوہ۔ ان کا فرنما۔ مسلمانوں سے آلِ محمدؐ کو پہنچے کہ جس کی انتہا نہیں۔ یہ ذکر کر کے دونوں رونے لگے پھر حضرت خضرؑ نے

فضائل آلِ محمدؑ بیان کیے اتنے فضائل بیان کیے کہ حضرت موسیٰؑ نبی نے فرمایا کہ کاش میں بھی آلِ محمدؑ میں سے ہوتا۔

(تفسیر علی بن ابراہیم، ج ۲۔ص ۳۸ سوگواری حضرت موسیٰ، مقدمہ دیوان سراج، ج ۲، ص ۷ تا ۱۱)

۲۳۔حضرت سلیمانؑ اور غمِ حسینؑ

روایت کی گئی ہے کہ حضرت سلیمانؑ ہوا پر اپنے تخت وتاج کو لئے جاتے تھے کہ ایک روز کربلا سے آپ کا گزر ہوا۔تین بار آپ کا تخت الٹا ہونے لگا تھا پھر سکون ہوا پھر سقوط رونما ہوا پھر اس ہوا نے آرام کیا اور تختِ سلیمانؑ کربلا میں زمین پر آ گیا۔

حضرت سلیمانؑ نے ہوا سے فرمایا کہ کیوں خاموش ہوکر تخت کو نیچے رکھ دیا؟ ہوا نے کہا کہ چونکہ یہاں پر حسینؑ شہید ہوگا۔حضرت سلیمانؑ نے فرمایا حسینؑ کون ہے؟ ہوا نے کہا وہ حضرت محمد مصطفےٰ نبی آخر الزّماں کا نواسہ ہے اور حضرت علی مرتضیٰ علیہ السّلام کا فرزند ہے۔حضرت سلیمانؑ نے پوچھا حسینؑ کا قاتل کون ہے؟ ہوا نے کہا وہ ایسا لعنتی ہے کہ اہلِ زمین واہلِ آسمان نے یزید پر لعنت کہی ہے۔حضرت سلیمانؑ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کیا اور کئی بار اس پر لعنت کہی۔انس وجن نے دعائے حضرت سلیمانؑ پر آمین کہی۔پھر ہوا حرکت کرنے لگی اور سلیمانؑ کا تخت لے کر روانہ ہوگئی۔

(بحار الانوار...ج ۴۴..ص ۲۴۴)

۲۴۔حضرت عیسیٰؑ اور غمِ حسینؑ

روایت کی گئی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ایک روز جنگل میں سیر وتفریح کر رہے تھے کچھ حواری بھی ساتھ تھے جیسے ہی کربلا پہنچے دیکھا کہ ایک بڑا شیر ببر راستے میں آ کر بیٹھ گیا۔حضرت پیچھے ہٹ گئے اور شیر سے کہا کہ کیوں تو ہمارے راستے میں حائل ہوگیا۔شیر نے بہ زبانِ فصیح کہا میں نہیں چاہتا ہوں کہ تم اس مقام سے گزرو مگر یہ لازم ہے کہ امام

حسینؑ کے قاتلِ یزید پر لعنت کرو۔ حضرت نے پوچھا کہ "حسینؑ" کون ہے؟ شیر نے کہا کہ وہ سبطِ محمدؐ مصطفیٰؐ ہے اور علیؑ ابن ابو طالبؑ کا بیٹا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ اس کا قاتل کون ہے؟۔ شیر نے کہا کہ زمین و آسمان کے تمام جاندار اس پر لعنت کرتے ہیں۔ خصوصاً روزِ عاشورا لعنت کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ نے ہاتھ اپنے بلند کئے اور یزید پر لعنت کہی۔ حواریوں نے آمین کہی پھر شیر راستے سے ہٹا اور انہوں نے راستہ طے کیا۔

پھر دوبارہ جب یہ وارِدِ کربلا ہوئے مع حواریوں کے دیکھا کہ اس جگہ کربلا میں صحرائی ہرن ایک جگہ جمع ہو کر رو رہے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ بھی حواریوں کے ساتھ بیٹھ کر گریہ کرنے لگے۔ حواریوں نے کہا کہ یاروح اللہ تم کیوں گریہ کر رہے ہو۔ آپ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ کونسی جگہ ہے یہ کربلا ہے اور اس جگہ جگر گوشہ رسولؐ حسینؑ شہید ہونگے اور دفن ہونگے ان کی خوشبو مشک سے تیز ہے۔

(مقدمہ دیوانِ سراج... جلد۲. ص۱۲)

۲۵۔ حضرت زکریاؑ اور غمِ حسینؑ

سعد بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ (تادیل) **کھیٰعص** کے بارے میں امامِ زمانہؑ سے سوال کیا فرمایا کہ یہ کلمات رازِ الٰہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے زکریاؑ کو اطلاع دی پھر حضرت محمدؐ مصطفیٰؐ کا قصہ بیان کیا۔

جب حضرت زکریاؑ نے چاہا کہ اللہ تعالیٰ ان کو اسمائے خمسہ (پنجتن) کے نام بتا دے۔ جبرئیلؑ نازل ہوئے اور ان کو اسماء سکھائے۔ جس وقت کہ حضرت زکریاؑ نے پنج تن پاک کے چار نام لئے یعنی محمدؐ۔ علیؑ۔ فاطمہؑ۔ حسنؑ دل خوش ہوا اور غم زائل ہو گیا لیکن جیسے ہی پانچواں نام حسینؑ ان کی زبان پر آیا غم و اندوہ سے دل رونے لگا اور

آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ پھر آپ نے خدا سے عرض کیا کہ بارِ الٰہا میں نے پانچ ناموں میں سے چار نام لئے تو ہمارا غم دور ہو گیا اور پانچواں نام حسینؑ کا جیسے ہی زبان پر آیا تو دل خون کے آنسو رونے لگا، دم گھٹنے لگا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

اللہ تعالیٰ نے داستانِ شہادت بیان کی اور فرمایا۔ **کھٰیٰعٓصٓ**

ک۔ سے مراد کربلا۔

ہ۔ سے مراد شہادت

ی۔ سے مراد یزید ملعون

ع۔ سے مراد عطش (پیاس)

ص۔ سے اشارہ صبر و بردباریٔ حسینؑ ہے۔

جس وقت حضرت زکریاؑ نے یہ تفصیل سنی تین روز تک مسجد سے باہر نہ نکلے اور نہ کسی سے ملاقات کی اور لگاتار روتے اور آنسو بہاتے رہے اور فرمایا کہ اے خدا حسینؑ پر اتنی زبردست مصیبتیں نازل ہونگی۔ اور بہترین خلقت کو غم میں مبتلا کرے گا۔ اے خدا کیا علیؑ و فاطمہؑ کو ایسی عظیم مصیبت میں مبتلا کرے گا۔ اور اے خدا تو ان دونوں کو غم دے گا۔ پھر درگاہ باری تعالیٰ میں عرض کیا کہ اے اللہ مجھے ایک بیٹا عطا فرما اور جوان ہو کر میرا دل شاد کرے۔ پھر مجھ سے وہ بیٹا واپس لے لے تو محمدؐ مصطفیٰ کی محبت کے وسیلے سے جناب زکریاؑ کی دعا پوری ہوئی داغ فرزند میں مبتلا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمایا اور حضرت یحیٰؑ عطا فرمائے گئے پھر زکریاؑ جوان ہوئے تو زکریاؑ کو اللہ نے بیٹا واپس لے کر غم میں مبتلا کر دیا اور جناب زکریاؑ اور امام حسینؑ۔ چھ ماہ کے اندر دونوں پیدا ہوئے تھے۔ (بحار الانوار۔ ج ۴۴، ص ۲۲۳)

۲۶۔ حضرت اسماعیلؑ صادق الوعد اور غم حسینؑ

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ حضرت اسماعیلؑ کو اللہ تعالیٰ نے صادق الوعد کہا ہے

اور فرمایا ہے کہ:

واذکر فی الکتاب اسماعیل انّہ کان صادق الوعد

(سورۂ مریم۔آیت ۵۴)

یہ حضرت اسماعیل، حضرت ابراہیمؑ کے فرزند اسماعیل کے علاوہ ایک دوسرے پیغمبر ہیں خداوندِ عالم نے ان کو ایک قوم پر مبعوث فرمایا ہے اور اس قوم نے ان پر بہت مظالم کیے۔ خداوندِ عالم نے ایک فرشتے کو ان کے پاس بھیجا اس فرشتے نے اسماعیلؑ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ بعد تحفۂ درود و سلام فرماتا ہے کہ اس قوم نے جو ستم تم پر کیے ان کو میں نے دیکھا اور میرے ہر ہر حکم کو قوم تک تم نے پہنچایا۔ اسماعیلؑ نے جواب دیا کہ میں حسینؑ بن علی کی طرح صبر کروں گا۔ (بحار الانوار...جلد ۴۴۔ص ۲۲۷)

۲۷۔ سوگواریٔ حیوانات

چند روایات سے پتہ چلتا ہے کہ دریا و سمندر کی مچھلیاں جنگل کے تمام ہرن ہوا میں اُڑنے والے پرندے سب نے حسینؑ کے غم میں ماتم کیا ہے اور ہمیشہ ہمیشہ غمِ حسینؑ مناتے رہیں گے۔ تمام دنیا و مافیھا کربلا یا دنیا کا کوئی بھی گوشہ ہو غمِ حسینؑ مناتے رہیں گے۔ چنانچہ ایک روز کا ذکر ہے کہ گوسفندانِ جنابِ اسماعیلؑ (حضرت ابراہیمؑ کے فرزند) نے پانی نہیں پیا ان کو شطِ فرات پر بتایا گیا تھا کہ حسینؑ پیاسا شہید ہوگا چنانچہ وہ روزِ عاشورہ تھا کہ گوسفندان نے پانی نہیں پیا۔

حضرت اسماعیلؑ نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ ہماری گوسفندان نے تین روز سے پانی نہیں پیا۔ جنابِ جبرئیلؑ نازل ہوئے اور فرمایا اے اسماعیلؑ تم ان گوسفندان سے پوچھو کہ کس وجہ سے فرات سے تین روز سے انہوں نے پانی نہیں پیا ہے۔ حضرت اسماعیلؑ سے ایک گوسفند نے کہا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اس جگہ کربلا میں

حسینؑ تشنہ لب عاشور کو شہید ہوں گے یہ سن کر ہمارا غم زیادہ ہو گیا ہے اور ہم نے حسینؑ کی پیاس سن کر پانی نہیں پیا ہے۔

حضرت اسماعیلؑ نے پوچھا حسینؑ کا قاتل کون ہے؟ تو جواب ملا کہ ایسی منحوس ہستی یزید ہے کہ جس پر تمام اہلِ آسمان واہلِ زمین نے لعنت کی ہے۔ حضرت اسماعیلؑ نے کہا **اللھم العن قاتل الحسینؑ** ۔خدایا قاتل حسینؑ کو اپنی رحمت سے دور فرما اور ان کو جہنم رسید کر۔ (بحار الانوار۔ جلد ۴۴ ۔ ص ۲۴۳)

۲۸۔ جبرئیل کا حسینؑ کے جھولے پر رونا

بہت سی کتابوں میں نقل کیا گیا ہے کہ جبرئیلؑ جب بھی امام حسینؑ کو جھولا جھلاتے تھے تو یہ دو شعر پڑھا کرتے تھے۔

اِنّ فی الجنۃ نھراً مُختَلِئًا بلبَن   لِعَلِیٍ وللزھراء حسینؑ و حسنؑ

کل من کان محبّا لھم   یدخل الجنۃ من غیر حزن

یعنی بہشت میں نہر ہے جو دودھ کی نہر کہلاتی ہے نہر لبن۔ اس سے علیؑ و فاطمہؑ حسنؑ اور حسینؑ اور ان کے دوست سیراب ہونگے۔ بعض شعراء نے دو بیتی شعر کہے ہیں۔ یہ اشعار ثقۃ المحدثین شیخ علی اکبر مروج (شفیق) نے لکھے ہیں:

۲۹۔ لوری (ثقۃ المحدثین شیخ علی اکبر شفیق، فارسی اور اُردو ترجمہ)

اے حسینؑ بن علیؑ اے رسولؑ کے گلشن   اے حسینؑ اے فاطمہؑ کے بے ثمر درخت

تو کس قدر رنج و الم میں گھرا ہوا ہے   نہ خواب دیکھو اور نہ نالہ و فریاد کرو

بیشک جنّت میں آپ کے لئے دودھ کی نہر ہے

حسینؑ کی قبر پر رو کر کہتا تھا   جبرئیلؑ جو فخر زمانہ ملک تھا

میں جبرئیلؑ آپ کا جھولا جھلانے والا ہوں   اپنے خدا سے اچھی امیدیں وابستہ رکھتا ہوں

بیشک جنّت میں آپ کے لئے دودھ کی نہر ہے

اے حسینؑ آپ اللہ کے مظہر ہیں — اے حسینؑ آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہیں
اے حسینؑ آپ اللہ کا قیمتی سرمایہ ہیں — آپ کے خادم نے یہ دادِ سخن دی ہے

بیشک جنّت میں آپ کے لئے دودھ کی نہر ہے

اے مرشد حسینؑ دین کی رونق آپ سے ہے — آپ سے دین اسلام باقی ہے
اے بے کس ولاچار حسینؑ بے یارومددگار — کاش میرے دونوں پر غم سے جل جائیں

بیشک جنّت میں آپ کے لئے دودھ کی نہر ہے

اس وقت جتنا بھی رویا جائے کم ہے — مدینے میں اتنا نہیں رویا جاتا جتنا کربلا میں
اے شہنشاہِ کائنات حسین آپ کا غم بہت بڑا ہے — کربلا کا روز بھی غم و رنج والا دن تھا

بیشک جنّت میں آپ کے لئے دودھ کی نہر ہے

کس وجہ سے اس قدر شور و گریہ ہے — چمن کربلا کی یاد آتی ہے تو گریہ بلند ہوجاتا ہے
علی اصغرؑ پر تیر ظلم کا لگنا — کہ ٹھوڑی سے نیچے گلا تیر سے زخمی ہوگیا

بیشک جنّت میں آپ کے لئے دودھ کی نہر ہے

زینبؑ بہن کی گرفتاری پر رونا — یا کہ بھائی کے غم میں رونا
یا علی اکبرؑ کی جوانی کا داغ — کہ جسم کو گھوڑوں سے پائمال کردیا

بیشک جنّت میں آپ کے لئے دودھ کی نہر ہے

اے روشن نور حسینؑ یہ اشک ریزی ہماری ہے — اور آپ کو یاد کرتے ہیں اے اولادِ علیؑ
کربلا میں شمر کا دھوکا دینا — اور گلے کے پیچھے گدی کی طرف سے زبان کاٹ لینا

بیشک جنّت میں آپ کے لئے دودھ کی نہر ہے

اے اللہ کے ہاتھ تیرے ہاتھ ساربان ہیں — تیرے جسم کے ٹکڑے کردیئے گئے ہیں

اے حسینؑ تیرا بدن زخمی جفاؤں میں گھر گیا ہے — چہرہ خاک پر تھا غسل ہوا تھا نہ کفن دفن

بیشک جنّت میں آپ کے لئے دودھ کی نہر ہے

اے پیرو مرشد مجھے آج خوشی ہو رہی ہے — کبھی قرآن نیزے پر سناتے ہو چنانچہ

کبھی قصر یزید کے دروازے پر یہ سر آویزاں ہوا — کبھی خولی کے گھر تنور میں آپ کے سر سے نور پھیلا

بیشک جنّت میں آپ کے لئے دودھ کی نہر ہے

۳۰۔لوری از محزون رشتی

اے حسینؑ اے رسولؐ خدا کے چمن — اے بتول کے گل ناشگفتہ

عقل و حیرانی تیرے جمال سے بڑھ جاتی ہے — اللہ تعالیٰ کو بھی تیری شہادت پر رنج ہے

بیشک جنّت میں آپ کے لئے دودھ کی نہر ہے

اے رسول کی بزم کی شمع روشنی — اے غنچہ نورستہ فاطمہؑ کے جگر پارے

خواب گاہ کربلا میں آرام کرو — شمر نے حسینؑ کی گردن کُند تیغ سے کاٹی ہے

بیشک جنّت میں آپ کے لئے دودھ کی نہر ہے

آسمان گویا تیرے جھولے کا ایک تختہ ہے — ستاروں کی نظر تیرا نظارہ دیکھ رہی ہے

تیری پاش پاش لاش پر جان قربان ہو — افسوس ہے زینبؑ کی بے کسی پر

بیشک جنّت میں آپ کے لئے دودھ کی نہر ہے

تجھ پر بے شمار جفا ہوئی ہے — علی اصغرؑ کے خشک لب نظر میں ہیں

عباسؑ جیسے بھائی کا غم اُٹھایا — اور علی اکبرؑ جیسے ہم شبیہ پیغمبر کا صدمہ اُٹھایا

بیشک جنّت میں دودھ کی نہر ہے

اے حسینؑ آپ اللہ کی روشنی ہو تجلی ہو — اور آپ کا سر نوکِ نیزہ پر ہے

اور آیۂ نور کی تفسیر آپ کی ذات ہے — کبھی نیزے پر سر چڑھا اور کبھی تنور میں رکھا گیا

بیشک جنّت میں دودھ کی نہر ہے

۳۱۔لوری (زاہد سہارنپوری)

حضرت فاطمہ زہراؑ امام حسینؑ کو جھولا جھلاتے وقت عربی میں جو لوری سناتی تھیں۔زاہد سہانپوری نے اُن عربی اشعار کی تضمین اُردو میں کی۔

حضرتِ شبیر کی تھی عمر بہت تھوڑی ابھی
فاطمہؑ بہلانے لگی کہہ کے اے سبط نبیؐ
اَنْتَ شَبِیْہٌ بِاَبِیْ لَسْتَ شَبِیْہٌ بِعَلِیْ

ہنس کے مری گود میں آ تیری رگوں میں ہے بھرا
خونِ رسولؐ دوسرا جانِ نبیؐ تو ہے بجا
اَنْتَ شَبِیْہٌ بِاَبِیْ لَسْتَ شَبِیْہٌ بِعَلِیْ

تو ہے مرا راحتِ جاں قوتِ دل تاب و تواں
تجھ پہ فدا کیوں نہ ہو ماں شکل سے ہے صاف عیاں
اَنْتَ شَبِیْہٌ بِاَبِیْ لَسْتَ شَبِیْہٌ بِعَلِیْ

رُخ ہے ترا رشکِ قمر ماں کا ہے تو نورِ نظر
باپ کا ہے لختِ جگر جد ہے ترا خیرِ بشر
اَنْتَ شَبِیْہٌ بِاَبِیْ لَسْتَ شَبِیْہٌ بِعَلِیْ

تو ہے مرے سیم بدن روحِ پدر جانِ حسنؑ
تجھ میں نبیؐ کی ہے پھبن نور وہی جلوہ فگن
اَنْتَ شَبِیْہٌ بِاَبِیْ لَسْتَ شَبِیْہٌ بِعَلِیْ

کیوں نہ ہو اے ماہ لقا چاند سا منھ صاف ترا
نقشہِ محبوبِ خدا آبِ دہن سے ہے پلا
اَنْتَ شَبِیْہٌ بِاَبِیْ لَسْتَ شَبِیْہٌ بِعَلِیْ

سب ہے وہی نورِ جبیں　　اور وہی نورِ مبیں
دانت ہیں یا دُرِّ ثمیں　　اس میں ذرا شک ہی نہیں

اَنْتَ شَبْیَہٌ بِاَبِیْ لَسْتَ شَبْیَہٌ بِعَلِیْ

آنکھ وہی ناک وہی　　اور وہی پیاری ہنسی
نور ترا نورِ نبیؐ　　ہاشمی و مُطّلبی

اَنْتَ شَبْیَہٌ بِاَبِیْ لَسْتَ شَبْیَہٌ بِعَلِیْ

فرق نہیں ایک سرِ مو　　ایک ہے سب خصلت و خو
تیرا لہو اُن کا لہو　　تجھ سے ہیں وہ اُن سے ہے تو

اَنْتَ شَبْیَہٌ بِاَبِیْ لَسْتَ شَبْیَہٌ بِعَلِیْ

خون وہی بو ہے وہی　　رنگ وہی رو ہے وہی
شکل وہی خو ہے وہی　　سچ تو یہ ہے تو ہے وہی

اَنْتَ شَبْیَہٌ بِاَبِیْ لَسْتَ شَبْیَہٌ بِعَلِیْ

مجھ کو بدن اپنا سنگھا　　بوئے نبیؐ ہے بخدا
واہ عجب بو ہے اَہا　　صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ

اَنْتَ شَبْیَہٌ بِاَبِیْ لَسْتَ شَبْیَہٌ بِعَلِیْ

قلب کو ہے تجھ سے سکوں　　پیار نبیؐ کا ہے فزوں
تجھ میں جو ہے شرکتِ خوں　　پھر میں بھلا کیوں نہ کہوں

اَنْتَ شَبْیَہٌ بِاَبِیْ لَسْتَ شَبْیَہٌ بِعَلِیْ

کہتے ہیں بوبکر نے بھی　　غور جو شبیر پہ کی
کہنے لگا وہ بھی یہی　　کہہ کے نبیؐ بدلِ ابی

اَنْتَ شَبْیَہٌ بِاَبِیْ لَسْتَ شَبْیَہٌ بِعَلِیْ

سن کے علیؑ ہنسنے لگے　　زاہد اسی دھیاں میں تھے
شعر میں یہ سیّدہؑ کے　　دخل ہے اک قافیہ سے

اَنتَ شَبْیِہٌ بِاَبِیْ لَسْتَ شَبْیِہٌ بِعَلِیٌ

جبرئیل امیں امام حسینؑ کا جھولا جھلاتے وقت ایک لوری سناتے تھے، زاہد سہانپوری نے عربی اشعار کی تضمین میں کمال دکھایا ہے۔

تھا نواسوں کا نبیؐ کے بچپن　　مائل خواب تھے وہ رشک چمن
ناگہاں کھینچ کے جھولے کی رسن　　دم بہ دم کہتا تھا کوئی یہ سخن

اِنَّ فی الجنّہ نہراً بِلبَن
للحسینؑ ابن علی و حسن
ان من کان مسحت لھما
دخل الجنہ فی غیر محن

فاطمہ نے جو یہ قصہ دیکھا　　آپ ہی آپ سے جھولا ہلتا
اور نہیں کوئی دکھائی دیتا　　لیکن آتی ہے برابر یہ صدا

اِنَّ فی الجنّہ نہراً بِلبَن

گو کہ حیرت ہوئی جب میں بھی ڈری　　ماتا ماں کی جو تھی رہ نہ سکی
پاس دوڑی ہوئی جھولے کے گئی　　اور بھی صاف یہ آواز سنی

اِنَّ فی الجنّہ نہراً بِلبَن

باپ سے جا کے کیا سب یہ بیاں　　مہد حسنین ہے خود ہی جنباں
گو کسی کا نہیں ظاہر میں نشاں　　لیکن آتی ہے یہ آواز وہاں

اِنَّ فی الجنّہ نہراً بِلبَن

تب یہ فرمانے لگے جن کے نبیؐ وہ تو جبرئیل امیں ہیں بی بی
جو کہ جھولے کی ہلا کر ڈوری پڑھتے رہتے ہیں یہ شعرِ عربی

اِنَّ فی الجنّہ نھراً بِلبَن

تو جو طاعت میں ہے اکثر رہتی گھر کے دھندوں میں رہتی ہے پھنسی
جبرئیل اس لئے آکر بیٹھی تیرے بدلے ہیں یہ دیتے لوری

اِنَّ فی الجنّہ نھراً بِلبَن

سن کے یہ فاطمہؑ گھر میں آئیں شکر خالق کا زبان پر لائیں
ڈر لگا اب کے نہ کچھ گھبرائیں یہاں وہی پہلی صدائیں پائیں

اِنَّ فی الجنّہ نھراً بِلبَن

آئی فضہ تو یہ ذکر اُس سے کیا ابوالحسن سے بھی جو گذرا تھا کہا
اگلے دن پھر ہوا جُنباں جھولا اور سنی سب نے وہی کل کی صدا

اِنَّ فی الجنّہ نھراً بِلبَن

تھا یہ معمول جہاں رات ہوئی جبرئیل آکے یہ دیتے لوری
سو رہو مرے خوزادو جلدی لو سناتا ہوں تمہیں خوشخبری

اِنَّ فی الجنّہ نھراً بِلبَن

اُمّ ایمن بھی ہے راوی کہ مجھے لے گیا شوق جو گھر زہراؑ کے
بند تھا در تو شگافِ در سے پہلے آواز سنی یہ میں نے

اِنَّ فی الجنّہ نھراً بِلبَن

پھر جو دیکھا تو ہے زہراؑ سوتی آپ ہی آپ ہے چکی چلتی
مہد حسنین ہے جُنباں خود ہی اور کہتا ہے برابر یہ کوئی

اِنَّ فی الجنّہ نھراً بِلبَن

مجھ کو حیرت ہوئی تب حد سے سوا   اور گئی پیشِ رسولؐ دوسرا
من وعن جو دیکھا تھا کہا   اور پوچھا کہ یہ کس کی ہے صدا

اِنَّ فی الجنّہ نهراً بِلبَن

بولے روزے سے تھی زہراؑ میری   بھوک اور پیاس میں سوئی ہے ابھی
پیستے ہیں یہ فرشتے چکّی   کہتے ہیں کھینچ کے جھولا بھی وہی

اِنَّ فی الجنّہ نهراً بِلبَن

میں نے نام اُن کے جو پوچھے تو کہا   ان میں جبریلؑ تو ہے آسیا سا
اور میکال ہلا کر جھولا   دمبدم تھا یہی لوری دیتا

اِنَّ فی الجنّہ نهراً بِلبَن

پنجتن ہیں سببِ خلقِ جہاں   زینت و زیب دہ کون و مکاں
رات دن کہتے ہیں حور و غلماں   زمزمہ سنج ہیں مرغانِ جناں

اِنَّ فی الجنّہ نهراً بِلبَن

سلسبیل آپ ہے از خود رفتہ   نہرِ تسنیم کو ہے جوشِ ولا
حوضِ کوثر بھی ہے لہریں لیتا   یہ تو سب ہیں ہی نگران کے سوا

اِنَّ فی الجنّہ نهراً بِلبَن

اِنس و جن صف میں مشغول اِدھر   مدح میں حور و ملک محو اُدھر
ورد سے قدسیوں کو آٹھ پہر   اہل جنّت کو بھی ہے یہ از بر

اِنَّ فی الجنّہ نهراً بِلبَن

زیّن الجنة ربُ الکونین   للحسن ابن علی و حسین
سیّدین القمرُ الشمسین   قال جبریل بحقِ الحسنین

اِنَّ فی الجنّہ نهراً بِلبَن

ملک العرش نبی اور قدسی　　باغِ جنّت میں ہیں حوریں جتنی
بلکہ رضوان بھی غلماں بھی سبھی　　دیکھیے جس کو یہی رٹ ہے لگی

اِنَّ فِی الجنّہ نهراً بِلبَن

مدحِ سبطینِ شہنشاہِ رُسل　　کیوں نہ ہو وردِ زبانِ ہر گُل
کرتے ہیں وجد میں آکر بالکل　　بلبلانِ حرمِ قدس یہ غُل

اِنَّ فِی الجنّہ نهراً بِلبَن

احمدؐ و فاطمہؑ کے راحتِ جاں　　زینتِ خُلدِ بریں زیبِ جہاں
بلکہ سردارِ جوانانِ جناں　　تب تو ہیں اہلِ جناں زمزمہ خواں

اِنَّ فِی الجنّہ نهراً بِلبَن

باعثِ خلقِ جہاں ہیں نانا　　قاسمِ نار و جناں ہیں بابا
نام خاتونِ قیامت ماں کا　　آپ ایسے جنہیں مژدہ یہ ملا

اِنَّ فِی الجنّہ نهراً بِلبَن

قتل شبیرؑ ہوئے تشنہ دہاں　　آپ سم سے ہوئے شبرؑ بے جاں
ظلم دونوں نے سہے تھے جو یہاں　　اُس کا بدلا یہ دیا حق نے وہاں

اِنَّ فِی الجنّہ نهراً بِلبَن

ہم غلاموں کو بروزِ محشر　　خاک ہو تشنگیٔ حشر کا ڈر
ماورا اس کے کہ ہونگے حیدرؑ　　مالک و ساقیِ حوضِ کوثر

اِنَّ فِی الجنّہ نهراً بِلبَن

پیاس ہوگی ہمیں محشر میں اگر　　تھام ہی لیں گے ہم آگے بڑھ کر
دامنِ حضرتِ شبیرؑ و شبرؑ　　سُن چکے ہیں متواتر یہ خبر

اِنَّ فِی الجنّہ نهراً بِلبَن

ہیں یہ سردار جوانانِ بہشت　　مالکِ کوثر و بُستانِ بہشت
خادمِ خاص ہے رضوانِ بہشت　　رات دن گاتے ہیں مرغانِ بہشت

اِنَّ فی الجنّہ نہراً بِلبَن

حشر میں ہونگے یہی حق کی قسم　　قاسمِ کوثر و تسنیم و اِرم
مل کے گاتی ہیں جناں میں ہر دم　　ساری حوریں یہ ترانہ ہر دم

اِنَّ فی الجنّہ نہراً بِلبَن

پیاس لگتی تھی تو انصارِ حسینؑ　　جھوم کر کہتے تھے کیوں ہوں بے چین
ساتھ ہے فاطمہؑ کا نورالعین　　سب کے سب ہم ہیں غلامِ حسنینؑ

اِنَّ فی الجنّہ نہراً بِلبَن

گرچہ تھے گرسنہ و تشنہ دہن　　شوق میں بھول گئے رنج و محن
فکر تھی گھر کی نہ کچھ یادِ وطن　　یاد تھا اُن جو چکے تھے یہ سخن

اِنَّ فی الجنّہ نہراً بِلبَن

گرمی و تشنگیٔ محشر کا　　جب کہیں ذکر ہوا سب نے کہا
کیسے گذرے گی وہاں کیا ہوگا　　میں نے برجستہ یہی شعر پڑھا

اِنَّ فی الجنّہ نہراً بِلبَن

ہوں محبِ پسرانِ زہراؑ　　بے دھڑک خلد میں داخل ہوں گا
صاف کہہ دوں گا جو رضواں اُلجھا　　ہٹ الگ کیا یہ نہیں تو نے سنا

اِنَّ فی الجنّہ نہراً بِلبَن

مالکِ خُلد ہیں یہ عرش مقام　　ہونگے جنّت میں محب ان کے تمام
یہ جہاں ہونگے وہیں ہونگے غلام　　زاہدؔ اس کا ہے موید یہ کلام

اِنَّ فی الجنّہ نہراً بِلبَن

۳۲۔جبرئیل کا فخر کرنا۔اہلِ بیتؑ کی خدمت کرنے کے بارے میں

روایت کی گئی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ اسرافیلؑ نے جبرئیلؑ پر فخر کیا اور کہا کہ میں تم سے بہتر ہوں جبرئیل نے کہا کہ کس وجہ سے بہتر ہو کہنے لگا کہ حاملانِ عرش فرشتے میری نظر کے سامنے ہیں اور میں بھی اللہ تعالیٰ کا مقرب فرشتہ ہوں۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ میں تم سے بہتر ہوں اس لئے کہ میں امین وحیٔ خدا ہوں اور ہر امت کو جب بھی خدا نے ہلاک کیا میرے ہی ہاتھوں سے ہلاک کرایا ہے۔ آوازِ قدرت آئی کہ دونوں فرشتو تم خاموش ہو جاؤ اس لئے کہ میں نے ایسے بابرکت فرد کو پیدا کیا ہے کہ وہ ذات تم دونوں سے بہتر و افضل ہے۔ پھر حجاباتِ قدرت ہٹ گئے دیکھا کہ ساقِ عرش پر لکھا ہوا ہے۔

لااله الا الله محمد رسول الله۔

علیؑ و فاطمةؑ والحسنؑ والحسینؑ خیر الخلق۔

یعنی کہ یہ پنجتن نورِ مقدس اللہ کی بہترین مخلوق ہیں۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ میرے رب مجھے ان انوارِ مقدسہ کا خدمت گار بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی خواہش کو قبول کرلیا اور وہ جزوِ اہلِ بیتؑ اور خادم بن گئے۔

اس دن سے ہمیشہ ہمیشہ جبرئیلؑ خدمت انجام دیتے رہے اور کبھی کسی کام میں کوتاہی نہیں کی کبھی بہشت سے کھانا (مائدہ) لائے کبھی کپڑے لائے کبھی ناقہ لائے کبھی دحیہ کلبی کی شکل میں انار لائے حسنینؑ کیلئے۔ کبھی بی بی فاطمہؑ کیلئے لباس لائے تاکہ پڑوس کی شادی میں لباس بہشتی پہن کر شرکت کریں اور جبرئیلؑ کبھی کبھی جنگوں میں رسولؐ خدا و علی مرتضیٰ کی مدد کو آئے کبھی ذوالفقار تلوار لائے اور کہا کہ:

لا سیف اِلّا ذوالفقار۔ ولا فتیٰ اِلّا علی

اور ایک روایت کی بناء پر رسولؐ خدا نے پکارا:

نادِ علیاً مظهر العجائب تجده عوناً لك فی النوائب

کل هم و غم سینجلی بِعَلّی بِعَلّی بِعَلِي بِعَلِي

کبھی بی بی فاطمہؑ کی مدد کو آئے کبھی چکی پیسی کبھی حسینؑ کو جھولا جھلایا۔ چنانچہ اُمِّ ایمن روایت کرتی ہیں کہ ایک روز جبرئیلؑ گھر میں نازل ہوئے دیکھا کہ بی بی فاطمہؑ سو گئی ہیں اور حسینؑ گہوارے میں رو رہے ہیں آپ نے فوراً جھولا جھلانا شروع کر دیا اور بچے کو تسلی دینے لگے۔ یہاں تک کہ بی بی فاطمہؑ بیدار ہوگئیں۔ بی بی نے جبرئیل کی صدا سنی لیکن نظروں سے نہیں دیکھا۔ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ وہ جبرئیل امین تھے۔

۳۳۔ امام حسینؑ کے دشمنوں کی شفاعت نہیں ہوگی

جنابِ رسولؐ خدا بار بار بی بی فاطمہؑ کے مکان پر جاتے تھے۔ امّ سلمہؓ۔ زینب بنتِ جحش، عائشہ اور کچھ اصحاب نے امام حسینؑ کی پیدائش کے روز سے لے کر آخر عمر تک غمِ حسینؑ میں گریہ کیا اور جو خواب جناب اُمِّ سلمہؓ نے بیان کیا تھا اسے یاد کرتے تھے اور روز و شب غمِ حسین کو یاد کر کے غمگین ہوتے تھے۔

علامہ امینی نے کتاب ''راہ و روش ما، راہ و روش پیامبر ماست'' اہلسنّت کی کتابوں سے دس روایتیں لکھی ہیں۔

اسماء انصاریہ کہتی ہیں کہ جب حسینؑ پیدا ہوئے جناب رسولؐ خدا میرے پاس آئے اور کہا کہ میرے فرزند کو میرے پاس لاؤ۔ میں نے حسینؑ کو سفید رنگ کے کپڑے میں لپیٹ کر حضورؐ کو پیش کیا۔ حضورؐ نے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور حسینؑ کو اپنی گود میں لے کر رونے لگے۔ اسماء انصاریہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہؐ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں یہ بے وقت کا رونا کیسا ہے۔ فرمایا کہ اس حسینؑ

پرور ہا ہوں اے اسماء ایک ظالم گروہ اس حسینؑ کو قتل کرے گا۔ اللہ تعالیٰ میری شفاعت ان تک نہ پہنچائے اور فرمایا کہ اے اسماء یہ بات فاطمہؑ سے نہ کہنا۔ چونکہ نیا بچہ پیدا ہوا ہے اگر فاطمہؑ کو حالات معلوم ہونگے تو بہت روئے گی پریشان ہوگی۔ گویا یہ پہلی مجلس تھی کہ اسلام میں برپا ہوئی مکان رسولؐ اکرم کا ہے اور مجلس عزائے حسینؑ برپا ہو رہی ہے۔ دنیا کو معلوم ہونا چاہیئے کہ حسین کی پیدائش سے ہی غم کا سلسلہ جاری ہو گیا تھا۔ بجائے مبارک بادی کے غم کی اطلاعات آ رہی تھیں۔ (کتاب علامہ امینی، ص ۶۴ و ۶۵)

۳۴۔ فاطمہ زہراؑ کا غم منانا

جس وقت بی بی فاطمہؑ کو معلوم ہوا کہ امام حسینؑ کا ظہورِ نور قریب ہے اسی روز سے غم و اندوہ بڑھتا گیا اور روزِ ولادت جنابِ جبرئیلؑ آئے اور بیانِ شہادت فرمایا۔ رسولؐ خدا علی مرتضیٰؑ اور بی بی فاطمہؑ زہرا نے سوگ منایا اس کی تفصیل اور کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہے اور اس کتاب میں بھی ذکرِ شہادت ہے۔ بی بی فاطمہؑ کی عمر ۱۸ سال کی ہوئی جو بہت کم عمر ہے کیونکہ بے شمار صدمے اٹھائے اور یہ گریہ وزاری اور عزاداری حسینؑ قیامت تک قائم رہے گی۔

۳۵۔ کربلا میں حضرت فاطمہ زہرا کا غم منانا

محدث قمی فرماتے ہیں کہ میں نے خود دیوانِ سید اجل شہید میں سید نصر اللہ حائری (قدس اللہ روحہ) میں دیکھا کہ بعض موثقین اہل بحرین نے روایت کی ہے کہ کسی نیک مومن نے خواب میں دیکھا کہ حضرت فاطمہؑ الزہرا کچھ مستورات کے ساتھ صفِ عزا پر بیٹھی حسینؑ مظلوم پر نوحہ خوانی کر رہی ہیں اور یہ شعر پڑھ رہی ہیں۔

واحُسینا ذبیحاً من قفاہُ   واحسیناہ وقتیلاً باالدماء

(نفثۃ المصدور، ص ۳۴۷)

۳۶۔ جنّت میں حضرت فاطمہ زہرؑا کا غم منانا

ایک جوان نے عالمِ خواب میں دیکھا کہ جس کے باپ مجلس پڑھا کرتے تھے کہ ہم ایک صاف وشفاف باغ میں داخل ہوئے جس میں چار نہریں بہہ رہی ہیں۔ ایک مومنہ بی بی کو دیکھا کہ جو سیاہ لباس پہنے ہوئے تھیں۔ دیکھا کہ نہر کے کنارے وہ ایک لباس خون سے بھرا ہوا نہر میں دھو رہی ہیں۔ پھر دوسری تیسری اور چوتھی نہر میں لباس دھویا تو پانی خون کی وجہ سے سرخ ہو گیا اور بی بی لگاتار آہ و نالہ کرتی ہیں۔

ہم ان کے قریب ہوئے وہ نوحہ پڑھ رہی تھیں، ہم نے کہا اے مظلوم ماں اے بے کس ماں تیرے بچوں کو کس نے قتل کیا ہے خدا اس پر لعنت کرے لیکن وقتِ شہادت کیا حسینؑ نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں آسمان کا کوئی تارہ ہوں کیا آپ نے نہیں کہا تھا کہ میں رسولؐ خدا کی بیٹی ہوں کیا حسینؑ نے یہ نہیں کہا کہ میرا جد خاتم الانبیاءؐ ہے باپ علیؑ مرتضٰی ہے۔ میری ماں فاطمہؑ ہے اور میں گوشوارۂ عرش خدا ہوں۔ اسی وقت دیکھا گیا کہ اس بانو کے پہلو پر ایک مرد کھڑا ہوا ہے جبکہ سر بدن سے دور تھا یعنی بدن پر سر نہیں تھا بے سر تھا پھر نئے طریقے پر سر بدن سے مل گیا اور لال رنگ کا خط گردن کے چاروں طرف تھا کہتا ہے کہ خدا کی قسم میں نے اپنی عظمت وشان کو بیان کیا مگر انہوں نے کان نہ دھرا اور میرا سر گردن کے پیچھے سے کاٹا گیا۔ جوان نے کہا کہ آپ کو خدا کی قسم ہے آپ اپنا تعارف تو کروائیں۔ فرمایا کہ میں فاطمۃ الزہرؑا ہوں اور یہ میرا جگر پارہ حسینؑ ہے۔ (بحر المصائب، ص ۳۲۳)

۳۷۔ حضرت علیؑ کا غم

حضرت علیؑ نے بھی اکثر غریبِ حسینؑ پر گریہ کیا ہے۔ نمونہ ذیل آپ کے گریہ کے بارے میں پیش خدمت ہے۔

راوی کہتا ہے کہ علیؑ کے ساتھ ہم لوگ سفر میں تھے کہ نینوا آ گیا یہ صفین کا واقعہ ہے۔ حضرت علیؑ گریہ فرمانے لگے (یا ابا عبداللہ) شطِ فرات کے کنارے صبر کرو۔ یا ابا عبداللہ صبر کرو۔ (بحر المصائب، ص۔ ۳۲۳)

راوی نے کہا کہ یا مولا علیؑ کیا راز ہے۔ فرمایا کہ ایک روز میں خدمتِ جنابِ رسولؐ خدا میں پہنچا دیکھا کہ آپ گریہ فرما رہے ہیں۔ میں نے کہا خیر تو ہے یا اللہ کے نبیؐ آپ کو کس نے تکلیف پہنچائی ہے کہ اس طرح سے گریہ وزاری فرما رہے ہیں۔ فرمایا کہ مجھے کسی نے تکلیف نہیں پہنچائی بلکہ تھوڑی دیر پہلے جبرئیلؑ میرے پاس آئے تھے تمہارے آنے سے کچھ دیر پہلے اور یہ خبر لائے تھے کہ میرا فرزند حسینؑ دریائے فرات کے کنارے تین روز کا بھوکا پیاسا شہید کیا جائے گا اور جبرئیلؑ نے یہ بھی کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں اس کی قبر کی نشانی آپ کو دے دوں۔ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ ہاں لاؤ کیا نشانی ہے۔ جبرائیلؑ نے ہاتھ بڑھا کر ایک مٹھی مٹی (خاکِ شفاء) مجھے دے دی جب سے غم سے نڈھال ہوں۔

۳۸۔ ائمہ معصومینؑ کا گریہ وماتم

باوجود اس کے کہ ہر امام اور معصوم نے اپنی زندگی میں بے شمار مصائب اٹھائے ہیں لیکن سید الشہداء امام حسینؑ کی مصیبت سب سے بڑی ہے۔ اس لئے سب ہی نے آپ پر گریہ وزاری کی ہے۔ (ہماری جان ان پر قربان ہو۔)

تمام ائمہ ومعصومین نے اپنے شیعوں کو ہدایت کی ہے کہ اپنی مصیبت سے زیادہ ذکرِ حسینؑ کیا کریں۔

۳۹۔ عاشورہ کو جبرئیل کا غم منانا

روایت کی گئی ہے کہ جبرئیلؑ روزِ عاشورہ بعد از شہادتِ امام حسینؑ ایک انسان کی

شکل میں آئے اور زبردست گریہ فرمانے لگے اور کہہ رہے تھے **الاقد قتل الحسینؑ بکر بلا**۔ اے لوگو آگاہ ہو جاؤ کہ حسینؑ کو کربلا میں شہید کر دیا گیا۔

۴۰۔ آسمان اور فرشتوں کی سوگواری

روایت کی گئی ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے زرارہ سے کہا کہ آسمان نے غم حسینؑ میں چالیس روز تک گریہ کیا ہے۔

پہاڑوں کو غم حسینؑ میں زلزلہ آیا ہے اور دریاؤں، سمندروں میں طغیانی و طوفان آئے ہیں۔ ملائکہ چالیس روز تک روتے رہے ہیں اور کسی بھی عورت بنی ہاشم نے تا عمر کبھی خضاب نہیں لگایا ہے نہ روغن ملا ہے، نہ سرمہ لگایا ہے اور بالوں میں کنگھی تک نہیں کی ہے۔ کچھ فرشتے آپ کی قبر پر لگاتار دن رات گریہ وزاری کرتے ہیں اور اس قدر تڑپ تڑپ کر روتے ہیں کہ آسمان کے پرندے بھی منقلب ہو کر گریہ وزاری کرنے لگتے ہیں۔ (منتہی الآمال، ج۱، ص۴۱۴)

۴۱۔ پرندوں کا غم حسینؑ منانا

روایت ہے کہ جس وقت امام حسینؑ شہید ہو گئے اور آپ کا جسم نازنین کربلا کی تپتی ریتی پر پڑا رہا اور آپ کے بدن کا خون جاری ہوا تو اچانک ایک سفید رنگ کا پرندہ اڑتا ہوا آیا اور اس نے اپنے بال و پر کو خون حسینؑ میں غوطہ دیا اور پرواز کر گیا اور جب باغ میں پہنچا اور دیکھا کہ بہت سے پرندے بیٹھے ہوئے لہو ولعب میں مشغول ہیں اور دنیاوی باتیں کر رہے ہیں تو ان سے یہ سفید پرندہ کہنے لگا کہ تم یہاں ذکر آب و دانہ میں مشغول ہو اور حسینؑ کو کربلا میں تین روز کا بھوکا پیاسا شہید کر دیا گیا۔ اس کے بدن سے خون جاری ہے یہ سنتے ہی تمام پرندے کربلا کی طرف پرواز کر گئے اور امام حسینؑ کے بدن کو دیکھا کہ جسم سے سر کاٹ لیا گیا ہے جسم پارہ پارہ زخمی ہے۔ جسم گرم ریت پر پڑا

ہوا ہے یہ دیکھتے ہی تمام پرندوں نے مرثیہ خوانی شروع کردی۔ وہاں بے شمار جن بھی روررہے تھے جس وقت پرندوں نے یہ اندوہناک منظر دیکھا بے شمار گریہ طاری ہو گیا۔ سب کے سب گریہ وزاری کرنے لگے پھر سب پرندے آپ کے خون میں لوٹنے لگے اور پھر ہر ایک پرندہ الگ الگ شہروں، قصبوں کی طرف پرواز کر گیا تا کہ لوگوں کو امام حسینؑ کے شہید ہو جانے کی اطلاع دیں۔ اچانک ایک پرندہ مدینۂ رسولؐ چلا گیا اور اس نے روضۂ رسولؐ کا طواف کیا اس کے جسم سے خون کے قطرے مرقدِ انور پر گر رہے تھے اور روتا جاتا تھا کہ اے لوگو، حسینؑ کو کربلا میں شہید کر دیا گیا، حسینؑ کو کربلا میں ذبح کر ڈالا گیا۔

پرندوں نے جب یہ منظر دیکھا تو وہ بھی اس پرندے کے چاروں طرف آ گئے اور گریہ وزاری کرنے لگے۔ مدینے کے لوگوں نے پرندوں سے یہ نالہ وآہ کی صدا سنی۔ اور خون کے قطرے ٹپکتے دیکھے پھر بھی توجہ نہیں کی۔ کیسا عظیم واقعہ شہادتِ کربلا پیش آ گیا کہ طرح طرح سے شہادتِ حسینؑ کی اطلاع اطرافِ عالم میں پہنچی اور یہ بھی روایت ہے کہ اسی روز وہ پرندۂ خون آلود ایک یہودی کے باغ میں ایک درخت پر جا کر بیٹھ گیا۔ اس درخت کے نیچے یہودی کی بیٹی جو نابینا بھی تھی اور مفلوج تھی طبیب نے بھی لاعلاج قرار دے دیا تھا اس پر خون کی چند بوندیں گر گئیں یہودی اپنی بیٹی کو باغ میں چھوڑ کر چلا گیا تھا جب اس پرندے نے شور مچایا تو اس کی عجیب آواز سن کر یہ لڑکی زمین میں گھسٹ گھسٹ کر اس درخت کے نیچے چلی گئی اور اس پرندے کی آواز میں آواز ملائی جیسے وہ چیخ رہا تھا یہ بھی ویسی ہی نقل کرنے لگی اچانک دو قطرے خون کے اس پرندے سے اس دختر پر گر گئے اندھی تھی اچانک دیکھنے لگی آنکھیں کھل گئیں اور اس کی بیماری ختم ہو گئی صحت یاب ہو گئی۔ دوسرے روز صبح کو جب یہودی باغ میں آیا تو اپنی

بیٹی کو بالکل ٹھیک ٹھاک پایا تو اپنی بیٹی کو نہیں پہچانا اور لڑکی سے پوچھنے لگا کہ تو کس کی بیٹی ہے۔ بتا۔ بتا۔ میں یہاں پر اپنی ایک بیمار بیٹی کو چھوڑ گیا تھا وہ تو نابینا اور زمین گیر (مفلوج) تھی وہ کہاں چلی گئی۔ اس کا کیا ہوا اس لڑکی نے جواب دیا کہ اے میرے باپ میں تیری ہی بیٹی ہوں۔ یہ سنتے ہی یہودی کے ہوش ٹھکانے نہ رہے اور وہ زمین پر گر پڑا۔ باپ کو جب ہوش آیا تو بیٹی اپنے باپ کو اس درخت کے نیچے لے کر آئی اور پورا قصہ بیان کیا۔ یہودی نے کہا کہ اے پرندے تجھے اس خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جس نے تجھے پیدا کیا ہے مجھے ماجرا بتا۔ قدرتِ خدا سے وہ پرندہ کہنے لگا کہ کربلا میں ایسا ایسا واقعہ پیش آ گیا ہے۔ حسینؑ شہید ہو چکے ہیں یہودی نے جیسے ہی پرندے کی زبانی یہ واقعہ سنا تو فوراً ہی مسلمان ہو گیا اور بہت سے یہودی مع بیمار دختر کے مسلمان ہو گئے۔

(ناسخ التواریخ، ج ۳، ص ۲۵۲)

۴۲۔ چہلم کے روز سوگواریٔ فاطمہ زہراؑ

یحییٰ برمکی کہتے ہیں کہ میں ایک روز جابر کے ساتھ زیارتِ کربلا کو گیا۔ ۱۹ صفر کو ہم کربلا سے ایک فرسخ کے فاصلے پر خیمہ زن تھے اور میری بیوی (خدیجہ) بھی خیمے میں تھی میں اور جابر دونوں یہ باتیں کر رہے تھے کہ کل ہم کربلا جا کر بی بی کو حسینؑ کا پرسہ دیں۔ اچانک میری بیوی خدیجہ کی رونے پیٹنے کی آواز تیز تر آئی۔ میں خیمے میں گیا اور دیکھا کہ کیا ہوا۔ پوچھا دیکھا کہ میری بیوی نے بال اپنے چہرے پر بکھرائے ہیں اور آنسوؤں سے بلک بلک کر رو رہی ہے میں نے پوچھا کیا ہوا آخر کچھ تو بتاؤ۔

بیوی کہنے لگی کہ اچانک میں نے خیمے میں یہ منظر دیکھا کہ بی بی فاطمۃ الزہراؑ میرے خواب میں آئی ہیں۔ سیاہ لباس پہنے ہیں۔ چار ہزار حوریں آپ کے ساتھ ہیں سب کی سب حسینؑ کی عزادار ہیں اب یہ وارد کربلا ہو گئیں۔ جیسے ہی فاطمہؑ بی بی کی نظر اپنے بیٹے حسینؑ کی قبر پر پڑی تو آپ نے ایسی چیخ ماری کہ زمین و آسمان لرز گئے اور پھر اپنے لال

کی ایک ایک بات کہنے لگیں۔ اے شہید مادر، اے غریب مادر، اے غریبِ مظلوم و مقتول بے یار و انصار غرض بہت سا نوحہ کیا اور پھر لگاتار گریہ فرماتی رہیں۔

اس کے بعد ایک حور یہ سے کہا کہ مدینہ جاؤ اور میرے باپ رسولؐ خدا سے کہنا کہ فاطمہؑ اپنے لال کی قبر پر آئی ہے اور کل کے روز چونکہ چہلم ہے اور فاطمہؑ چاہتی ہے کہ ذکرِ شہادت حسینؑ ہو بس آپ کا انتظار ہے اور دوسری حور سے کہا کہ تم نجف جاؤ اور علیؑ کو اطلاع دو کہ کل چہلم ہے پھر اپنا رخسار قبر حسینؑ پر رکھ دیا اور زور زور سے رونے لگیں۔ ایک سفید پوش انسان مع دوسرے انسان کے ظاہر ہوئے پھر دو جوان سفید پوش آئے۔ میں نے ایک حور سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ کہا کہ اول آنے والے رسولؐ خدا دوسرے علیؑ مرتضیٰ ہیں۔ تیسرے حسنؑ مجتبیٰ ہیں۔ رسولؐ خدا فاطمہؑ کے نزدیک آئے اور تسلی دے کر کہنے لگے کہ اے میری نورِ چشم اس قدر گریہ نہ کرو کہ ساکنانِ عرش ہل گئے ہیں۔ فاطمہؑ چونکہ بہت غم میں ڈوبی ہوئی تھیں اس لئے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ اے علیؑ تم فاطمہؑ کو تسلی و دلاسہ دو اور انہوں نے امام حسنؑ سے فرمایا کہ اپنی ماں کو دلاسہ دو۔ امام حسنؑ نزدیکِ مادر آئے اور کہا السلام علیک یا اُمّاہ میں آپ کا دلبند حسنؑ آپ کا بیٹا ہوں کہ ہمارا جگر بھی غم سے پارہ پارہ ہو چکا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اب آپ اس قدر گریہ نہ کریں اور اپنے سر مبارک کو قبر حسینؑ سے اٹھا لیجئے کیونکہ آپ کے رونے سے تمام عالم میں بے چینی ہے۔ تب بی بی نے اپنا سر قبر سے اٹھایا ایک شیشی میں پانی بھرا ہوا تھا اور کہا کہ اے حسنؑ اسے حفاظت سے رکھنا یہ میرے لال حسینؑ کے عزاداروں کے آنسو شیشی میں جمع ہیں۔ پھر جنابِ رسولؐ خدا نے مع تمام ائمہ وانبیاء کے فاطمہؑ کو سلام کیا اور ایک صف میں سب ارواح انبیاء و مومنین مومنات جمع ہو گئیں اور سب نے مل کر حسینؑ کا ماتم کیا ذکرِ حسینؑ کیا۔ (بحر المصائب۔ ص۔ ۳۴۳)

❀❀❀

باب ۲......

۷۲ واقعاتِ غمِ حسینؑ

۴۳۔ مثل عاشور کے دنیا میں دوسرا دن نہیں

امام جعفر صادقؑ سے روایت کی گئی ہے کہ ایک روز امام حسینؑ اپنے بھائی امام حسنؑ کے پاس گئے جیسے ہی آپ کی نظر بھائی پر پڑی تو رونے لگے اور امام مجتبیٰ نے فرمایا بھائی کیوں رونے لگے کہنے لگے کہ بھائی آپ پر جو مصیبتیں آنے والی ہیں ان کو یاد کر کے رو رہا ہوں۔ امام مجتبیٰؑ نے ان سے فرمایا ہاں ہاں مجھے ایک روز زہر سے شہید کیا جائے گا مگر میرا روز تیرے روز کا جیسا نہیں ہوگا کیونکہ کم از کم تیس ہزار ظالم بے دین لوگ (بظاہر مسلمان ہیں) تیرے قتل کیلئے ایک جگہ کربلا میں جمع ہو جائیں گے اور قتل کر ڈالیں گے اور حرمت و عصمتِ رسول ختم کر دی جائیگی۔ تیرے اہلِ حرم و فرزند و اہلِ بیت کو اسیر کرلیں گے چنانچہ آسمان سے خون برسے گا ہر جاندار تیرے غم میں روئے گا خواہ وہ جانورانِ صحرا ہوں یا دریا کی مچھلیاں ہوں۔ (مناقب شہر آشوب، ج۔۴، ص۔۸۶)

۴۴۔ رسولؐ خدا نے حسنینؑ کے آنسو پونچھے

عائشہ سے روایت ہے کہ ایک روز جناب رسولؐ خدا بھوکے تھے کہنے لگے میری عبا (لباس) لاؤ پوچھا کہاں جانے کا ارادہ ہے کہنے لگے کہ اپنی بیٹی فاطمۃ الزہراؑ کے پاس جاؤں گا حسنینؑ پر نظر ڈالتے ہی میری بھوک ختم ہو جائیگی۔ جناب رسولؐ خدا فاطمہؑ کے

گھر چلے گئے اور کہنے لگے میری بیٹی فاطمہؑ حسنینؑ کہاں ہیں فاطمہؑ نے فرمایا کہ بھوکے پیاسے حیران و پریشان گھر سے باہر نکلے ہیں رسولؐ خدا گھر سے باہر آئے دیکھا کہ حسنینؑ رو رہے ہیں ان کو آغوش مین پکڑ کر ان کے آنسو آپ حضورؐ نے صاف کیے۔ ابو دردا نے کہا کہ آپ مجھے اجازت دیں تو میں ان کو اٹھالوں رسولؐ خدا نے فرمایا کہ اے ابو دردا مجھے میرے حال پر چھوڑ دو تا کہ میں ان کی آنکھوں سے آنسو صاف کروں۔ خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر حسنینؑ کی آنکھوں سے آنسو زمین پر گر گئے تو قیامت تک امت بھوکی رہے گی۔ ممکن ہے انجام اس کا یہ بتایا ہو کہ امت والے ان کو اذیت نہ دیں نہ ان کے آنسو بہیں۔

۴۵۔ امام حسینؑ جنگِ صفین میں

بعض کتبِ معتبرہ میں لکھا ہے۔ عبداللہ بن قیس روایت کرتے ہیں کہ جب ہم لوگ جناب امیر المومنین علیؑ بن ابو طالبؑ کے ساتھ غزوہ صفین میں روانہ ہوئے تو ابوالاعور سلمی نے آبِ فرات کو بند کر دیا کہ علیؑ اور اصحابِ علیؑ کو پانی نہ ملے امام نے چند اصحاب کو بھیجا کہ پانی بند کرنے کی تکلیف کو ختم کریں اور جس نے پانی بند کیا ہے اسے فرات سے دور دھکیل دیں۔ یہ لشکری حضرات گئے لیکن ان کی کوششیں بیکار گئیں۔ تب امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے والدِ بزرگوار آپ مجھے اجازت دیں تا کہ میں ان دشمنوں کو فرات کے کنارے سے دور کروں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا اے بیٹے جاؤ اور تم اس مصیبت کو دور کرو چنانچہ امام حسینؑ ان دشمنوں کی طرف روانہ ہوئے اور شمشیر آبدار لے کر حملہ کر کے منافقین کو بھگا دیا بہت سے منافقین قتل ہو کر جہنم رسید ہو گئے۔ امام حسینؑ فاتحانہ انداز میں واپس تشریف لائے۔

جس وقت مولائے کائنات جنابِ امیرؑ نے فتح کی خبر سنی تو آپ کی آنکھوں میں

اشک بھر آئے اور رونے لگے۔لوگوں نے کہا کہ یا علیؑ حسینؑ نے کامیابی و فتح حاصل کی ہے یہ رونے کا کون سا وقت ہے یہ تو خوشی کا مقام ہے۔آپ کو خوش ہونا چاہیے آپ کیوں رو رہے ہیں۔تب حضرت علیؑ نے فرمایا کہ مجھے حسینؑ کا وہ وقت یاد آ رہا ہے کہ جب کنارۂ فرات کربلا میں حسینؑ پر پانی بند کر دیا جائے گا اور تین روز کا بھوکا پیاسا مثل گوسفندِ قربانی شہید کر دیا جائے گا اور پھر حسینؑ کی لاش پر گھوڑے دوڑا کر لاش کو پامالِ سُمِ اسپاں کیا جائے گا اور اہلِ بیتؑ رسالت رو رو کر فریاد کرینگے کہ ہائے امتی لوگوں نے حسینؑ مظلوم کو بے گناہ شہید کر دیا۔ (جلاء العیون، ص ۲۰۸)

۴۶۔حسینؑ کی وجہ سے غلطی معاف ہوئی

ایک فرد رسولؐ خدا کے زمانے میں زبردست گناہ کا مرتکب ہوا پھر دل میں بہت شرمندہ ہوا اچانک اسے حسنینؑ نظر آئے اس نے دونوں کو اپنی کمر پر چڑھالیا اور لے کر خدمتِ اقدسِ رسولؐ خدا میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسولؐ اللہ مجھ سے زبردست گناہ سرزد ہوا ہے میں نے حسنینؑ سے پناہ چاہی ہے۔آپؐ مجھے ان کے طفیل معاف فرما دیں۔رسولؐ خدا اس کی ہوشیاری و چالاکی کو دیکھ کر متبسّم ہوئے خوش ہوئے اور کہا کہ جاؤ اور حسنینؑ سے آزادیٔ طلب کرو تا کہ وہ تمہاری شفاعت کریں چنانچہ یہ واقعہ قرآن نے اس طرح بیان کیا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَاۗءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (سورۂ نساء، آیت ۶۴)

اگر وہ لوگ جو ستم کرتے ہیں اور پھر تیرے پاس آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے بخشش چاہتے ہیں اور رسولخدا ان کی شفاعت فرماتے ہیں خدا ان کی توبہ کو قبول فرماتا ہے اور

اللہ تعالیٰ ان پر مہربان ہو جاتا ہے۔ (ناسخ التواریخ، ج۱، ص۱۰۷)

۴۷۔ امام حسینؑ معاف کرنے والے بہترین انسان ہیں

ایک اعرابی مدینے میں آیا اور سوال کیا کہ کریم ترین انسان کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ امام حسینؑ کریم ترین انسان ہیں یہ سن کر وہ داخلِ مسجد ہوا اور دیکھا کہ امام حسینؑ نماز پڑھ رہے ہیں پشتِ سرانکی طرف کر کے شعر پڑھنے لگا:

لَمْ یَخِبِ الْآنَ مَنْ رَجَاكَ وَ مَنْ حَرَّكَ دُونَ بَابِكَ الْحَلَقَة

اَنْتَ جَوَادٌ وَاَنْتَ مُعْتَمَدٌ اَبُوكَ قَدْ كَانَ قَاتِلَ الْفَسَقَة

لَوْالَّذِی كَانَ مِنْ اَوَائِلِكُمْ كَانَتْ عَلَيْنَا الْجَحِيمُ مُنْطَبِقَة

جس شخص نے بھی آپ سے امید لگائی ہے وہ ناامید نہیں ہوا اور جس نے بھی آ کر آپ کے دروازے پر دستک دی ہے اسے ہمیشہ بخشش ملی ہے۔

اے عالی نسب ذات تو بخشش کرنے والا ہے اور جائے اعتماد ہے تمہارے والد حضرت علیؑ نے فاسقین کو قتل کیا ہے اگر مجھے ماں باپ کی طرف سے ہدایت نہ ہوتی تو میں جہنم رسید ہو جاتا۔ امام حسینؑ نے یہ سنا اور قنبر کو حکم فرمایا کہ حجاز کے مال میں سے کتنا مال باقی ہے؟ جنابِ قنبر نے جواب دیا کہ ہاں چار ہزار دینار باقی بچے ہیں۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ رقم لے آؤ کہ ضرورت مند آ گیا ہے۔ قنبر دینار لے آئے امام نے دو ہمیانی (تھیلی) اپنی کمر سے کھول کر دینار اس میں بھر دیئے اور دروازے کے پیچھے کھڑے ہو کر دروازہ میں سے باہر ہاتھ کر کے دینا چاہے اور کم رقم ہونے کی وجہ سے اعرابی سے شرمندگی ہو رہی تھی دے دیئے اور یہ شعر پڑھے۔

خُذْهَا فَاِنِّی اِلَيْكَ مُعْتَذِرٌ وَاعْلَمْ بِاَنِّی عَلَيْكَ ذُوشَفَقَة

لَوْكَانَ فِی سَيْرِنَا الْغَدَاةَ عَصاً اَمْسَتْ سَمَانَا عَلَيْكَ مُنْدَفِقَة

لٰکِنَّ رَیْبَ الزَّمَانِ ذُو غِیَرٍ وَالْکَفُّ مِنِّی قَلِیلَۃُ النَّفَقَۃِ

لے لو۔ پکڑ لو ان کم دیناروں کو کہ میرے پاس یہ کم ہیں میں عذر خواہ ہوں اور جانو کہ میں تم پر مہربان ہوں۔ اگر مجھے آئندہ موقع دیا تو اپنی کوشش سے کافی زیادہ دینار دونگا لیکن آج کل زمانہ ہم سے برگشتہ ہے اور ہمارا ہاتھ خالی ہے دنیا والوں نے ہمارا مال غصب کرلیا۔ (تاریخ التواریخ۔ ج۔ا ص۔۱۰۷)

مقصد یہ ہے کہ لوگوں نے خلافت کو اصلی جگہ سے ہٹا کر غیر مستحق کو دے دیا ہے ورنہ اگر اہلِ بیتِ رسالت کو خلافت مل جاتی تو اتنی زیادہ رقم خمس زکوٰۃ کی آیا کرتی کہ غربت ختم ہو جاتی۔ اعرابی نے دینار لے لئے اور ہائے ہائے کہنے لگا رونے لگا امام سمجھے کہ شاید کم رقم دیکھ کر رو رہا ہے۔ پوچھا کہ رونے کا کیا سبب ہے کہنے لگا کہ آپ کتنے بڑے سخی ہیں اس دن کیا ہوگا غریبوں کا جب آپ کے ہاتھ قبر میں چھپ جائیں گے۔ (مناقب ابن شہر آشوب، ج ۴، ص ۶۵)

۴۸۔ امام حسینؑ نے ساڑھے پچاس ہزار دینار اور عبا بھی دے دی

ایک شخص صاحبِ حاجت حضرت کے پاس لایا گیا آپ نے پوچھا کہ اے شخص تمہارا سوال میرے نزدیک بہت محترم ہے اور میں یہ بات بھی جانتا ہوں کہ تمہارا سوال پورا کرنا بھی ضروری ہے۔ حتی الامکان میں کوشش کروں گا کہ تمہارا سوال پورا ہو جائے جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خدمت ہو سکے کرنا چاہیے۔ اگر میرے تحفے کو قبول کرلو گے تو میری بڑی ذمے داری ادا ہو جائے گی اس شخص نے کہا یا ابن رسولؐ اللہ جو کچھ تحفہ بھی آپ دے دیں گے تو میں قبول کرلوں گا اور آپ کی بخشش کا شکر گزار ہوں اس لئے آپ نے اپنے نمائندہ کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ جو دینار باقی بچے ہیں وہ لے آؤ آپ کا نمائندہ پچاس ہزار لے آیا حضرتؑ نے فرمایا کہ پانچ سو دینار اور بھی تھے تم نے

کیا گئے۔ کہا میرے پاس ہیں حضرتؑ نے فرمایا وہ بھی لے آؤ نمائندے نے حکم مانا اور وہ پانصد دینار بھی لے آیا۔ اب تمام رقم ساڑھے پچاس ہزار دیناروں کو دے دیا اور کہا کہ بار بری لے آؤ تا کہ اس میں رقم بھر دوں۔ اس مرد کے پاس رقم لے جانے کا سامان نہ تھا اس لئے امام نے اپنی عبا پیش کر دی پھر آپ نے اس مرد سے فرمایا کہ قسم بہ خدا اس رقم کے علاوہ میرے پاس اور کوئی رقم نہیں ہے اگر ایک درہم بھی اور ہوتا تو وہ بھی دے دیتا اور اللہ تعالیٰ سے عفو و بخشش کی دعا مانگ رہا ہوں۔

(سخنان حسین بن علی، ص ۲۰۳، مہدی سہیلی)

۴۹۔ اعرابی سائل کو امام حسینؑ نے جواب دیا

ایک مرد اعرابی نے عبداللہ بن زبیر اور عمر بن عثمان سے کچھ مسئلے مسائل دریافت کئے تو وہ جواب نہ دے سکے اعرابی سے بغلیں جھانکنے لگے۔ اعرابی نے غور سے دیکھ کر کہا کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کا خوف کرو کہ میں تمہاری طرف کچھ اسلام کی باتیں سمجھنے پوچھنے آیا ہوں تم دونوں میں سے کوئی میرے سوالوں کا جواب دے۔ انہوں نے کہا جاؤ اور یہ سوالات حسنؑ اور حسینؑ سے پوچھو۔ اعرابی حسنین علیہم السلام کے پاس آیا اور بہت ادب کے ساتھ سوال کر کے جواب طلب کرنے لگا اور یہ دو شعر مدح حسنینؑ میں پڑھنے لگا۔

جعل اللّٰہ حرّ و جھیکما　　نعلین سبطاً یطاھما الحسنان

یعنی اے عبداللہ اور اے عمر تمہارے چہرے کی کھال کو اللہ تعالیٰ نے (چرم دباغی کر دیا) جوتے بنائے جانے والا چمڑا بنا دیا اور حسنینؑ کے دونوں پیر کی جوتی قرار دیا۔

(ناسخ التواریخ، ج ۱، ص ۱۰۸، جلاء العیون، ص ۲۱۹)

۵۰۔ غلام رضا ریاضی یزدی کا مرثیہ

ابھی تھوڑا وقت ہی گزرا تھا کہ نگارندے نے داستانِ بالا کو رقم کر دیا اور شعر ریاضی

یزدی کی کوئی حقیقت نہیں جانی اس لئے دو اپنے شعر کہے ہیں:

سائل چو دید کف کریم تو گریہ کرد

ای کائنات بندۂ خوان عطائی تو

سائل نے جب آپ کی دریا دلی دیکھی تو رونے لگا کہ اللہ اکبر اتنی بہت بخشش دیتے ہیں اور یہاں پر ذکر ہوگا۔ برائے خوانندگان محترم تمام ان شعروں کا کہ سالہائے ۱۳۴۰ ہجری میں کربلا میں پڑھے گئے اور خلوص نیت کے ساتھ الحاج علی آقائی ہاشمی نے جو شعر امام حسینؑ کی یاد میں کہے وہ اس بہانے سے مشہدِ مقدس آگئے جو مندرجہ ذیل ہیں:

یعنی اے حسینؑ تیری کربلا سے جنّت کی خوشبو آتی ہے

اے شہید دونوں عالم تجھ پر قربان ہو جائیں

میرے پاس خونِ دل کا سرمایہ تھا

تیرے رونے پر سب کچھ قربان کر دیا

مجھے حیرت ہے کہ آسمان کیوں نہ پھٹ پڑا

جس دم تیری صدا و اغربتاہ سنی تھی

چاند، سورج، جن، فرشتے خون روتے ہیں

جب تیرا خون بہایا گیا تھا

اٹھو (جاگو) نیزے پر قرآن پڑھو

اے سرکٹی لاش والے حسینؑ میں تجھ پر فدا ہوں

ہمارے درمیان اسماعیلؑ ذبیح زندہ بچ گئے

اور اے حسینؑ تو جسم کے ٹکڑے کرا کر شہید ہوا

خانۂ کعبہ کی حرمت بچالی

اس لئے ہمارا دل تیری کربلا بن گیا ہے

ہزاروں حج اور عمروں کا ثواب تیری زیارت میں ہے

اے مروہ وصفا کی طرح کربلا والے حسینؑ

تو نے تیروں میں نمازِ خوف پڑھی

اور اہل ایمان کیلئے تیری خاک سجدہ گاہ بن گئی

رضا شاعر کہتے ہیں کہ تیری قتل گاہ مرجعِ خلائق بن گئی

کیوں کہ اللہ کی مرضی تیری مرضی ہے

تیرا خون تو خدا کا خون ہے

اے اللہ کی راہ میں شہید

یہ پوری کائنات علی اکبرؑ کے خون کا بدلہ نہیں ہو سکتی

اور اللہ کے خون کا بدلہ کون دے سکتا ہے

اے حسینؑ آپ زین سے زمین پر تشریف لائے

آپ ایک ایسا آئینہ ہیں جس میں جمالِ محمدؐ نظر آتا ہے

یہاں پر حبیب بن مظاہر کا مزار ہے

جنہوں نے تمہاری محبت میں جان دے دی

عشقِ حسینؑ میں کچھ ہوش نہیں

تیرے درِ دولت پر آ گئے تو اپنی جان نذرانہ دے دی

مجھے بھی اے حسینؑ آدابِ بندگی سکھا دو

اے اپنی مجلس میں ذاکر کو عزت دینے والے

سائل نے جب آپ کی بخشش زیادہ دیکھی
تو رونے لگا کہ دنیا میں ایسے بھی سخی موجود ہیں
اے حسینؑ مجھ کو بھی اپنے در کا فقیر بنالو
آخر آپ جیسے سخی کا در چھوڑ کر ہم دوسری جگہ کیوں جائیں
آپ کی عظمت کی حد کا اندازہ کسی کو بھی نہیں ہے
اے سب انسانوں سے بلند درجے والے حسینؑ
اے ریاضیؔ ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگو
تاکہ حسینؑ کی بارگاہ میں تمہاری دعا قبول ہو

(۱۔شگوفہ ہائے ولایت، ص۔۱۶۳، متاسفانہ شعر زیبا مانند اور شعروں کے ریاضی نے چھاپی نہیں)

۵۱۔امام حسینؑ کا محبان سے ربط وضبط

ہر انسان کی بخشش کی دو وجوہ ہیں۔

۱۔ پروردگار سے قوی رابطہ رکھنا، ولایت کا اعتقاد رکھنا، نماز کو بہت صحیح طریقے پر بجالانا، روزہ رکھنا وغیرہ۔

۲۔ اپنے چاہنے والوں (محبوں) سے قوی ربط وضبط، ضعیفوں کی مدد کرنا جیسے ائمہ اور انبیاء نے اپنی زندگی میں رابطہ رکھا ہے۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ جیسا کہ اماموں کا طریقہ تھا نمبر ایک عبادی نمبر دو یاری رساندن (مدد کرنا)۔

ذیل میں امام حسینؑ کا ایک نمونہ پیش ہے۔ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد آپ کی پشت پر کچھ نشانات دیکھے گئے امامِ سجاد سے اس کی تفصیل معلوم کی گئی آپ نے بتایا کہ میرے باپ اپنی پشت پر غلہ اور کھانا لے جا لے جا کر غریبوں کے گھر پہنچاتے تھے جس میں بیوہ عورتیں، یتیم بچے اور بے سہارا بوڑھے حضرات شامل ہوتے تھے۔

(مناقب ابن شہر آشوب، ج۔۴، ص۔۶۶)

۵۲۔ تین ہزار گوسفند اور تین ہزار دینار امام حسینؑ نے عطا کیے

ایک وقت کا کھانا کھانے کی وجہ سے امام نے ایک ضعیفہ کو تین ہزار گوسفند اور تین ہزار دینار دیے۔ امام حسنؑ، امام حسینؑ اور عبداللہ بن جعفر تینوں حج کو جا رہے تھے سفر میں جس اونٹ پر کھانے پینے کا سامان تھا وہ اونٹ، گم ہو گیا یہ تینوں بھوکے پیاسے رہ گئے اچانک آپ کو ایک خیمہ نظر آیا اس خیمے کے پاس گئے دیکھا کہ ایک ضعیفہ بیٹھی ہوئی ہے اس سے پانی طلب کیا اس نے کہا کہ یہ بھیڑیں حاضر ہیں ان کا دودھ پیو اور ان کو بھون کر اپنی بھوک مٹاؤ۔

ان گوسفندوں میں سے ایک کو ذبح کر کے مجھے دے دو میں بھون بگھار کر آپ کو کھلا دوں گی۔ تینوں حضرات نے گوسفند کھا کر تھوڑی دیر آرام کیا پھر حج کے سفر پر چلنے کی تیاری کرنے لگے پھر آپ حضرات نے ضعیفہ سے کہا کہ ہم قبیلۂ بنی ہاشم کے لوگ ہیں ہمیں حج پر جانا ہے پھر واپس مدینہ آ جائیں گے۔ تم مدینے آنا ہم تمہاری خدمت کریں گے جیسے تم نے ہم پر احسان کیا ہے۔

ایک وقتِ مصیبت ان دونوں پر آ گیا مال و اسباب خیمہ تباہ ہو گیا تو شوہر نے ضعیفہ کو برا بھلا کہا اور طعنے دیئے کہ اگر گوسفند مہمانوں کو نہ کھلاتی تو آج ہمارے کام آتی۔ غربت نے ستایا ضعیفہ مع شوہر کے مدینے آ گئی جیسے ہی امام حسنؑ نے دیکھا تو فوراً ہی ایک ہزار گوسفند اور ایک ہزار دینار دے دیئے پھر ایک رہبر کے ساتھ امام حسینؑ کے پاس پہنچایا۔ انہوں نے بھی ہزار گوسفند اور ایک ہزار دینار طلائی دیئے پھر عبداللہ ابن جعفر نے بھی اس ضعیفہ کو ایک ہزار گوسفند اور سونے کے ایک ہزار دینار دیئے۔ وہ ضعیفہ خوش ہو گئی۔ (جلاء العیون، ص ۲۲۳)

۵۳۔ معاویہ کو امام حسینؑ کا دندان شکن جواب

جس وقت معاویہ نے حجر بن عدی کو اور ان کے ساتھیوں کو شہید کر ڈالا تو اسی سال معاویہ حج کرنے چلا گیا۔ وہاں امام حسینؑ سے ملاقات کی اور کہا کہ اے ابا عبداللہ الحسینؑ آپ نے سنا کہ میں نے حجر بن عدی اور ان کے ساتھی شیعوں کا کیا انجام کیا۔ حضرت نے پوچھا تو نے ان کے ساتھ کیا کیا کہنے لگا کہ ان کو قتل کر کے کفن دفن کیا۔ ان کے جنازے پر نماز پڑھی پھر دفن کر دیا۔ حضرت امام حسینؑ اس کی حماقت پر ہنسنے لگے اور فرمایا کہ یہ لوگ قیامت میں تمہارے دشمن ہونگے اور اپنا بدلہ تجھ سے لیں گے لیکن مابدولت (میں) جب بھی تیرے ساتھیوں کو قتل کرونگا تو ان پر نماز جنازہ نہیں پڑھوں گا اور نہ کفن دفن کر کے قبر میں ڈالوں گا۔ اور اے معاویہ بتا کہ تو جو عیب بنی ہاشم میں نکالتا پھر رہا ہے اور ان کی بے عزتی کر رہا ہے میں نے ساری باتیں سنی ہیں۔ اب تو اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھ کہ انصاف کیا ہے۔ یہ تمام عیب تیری ذات اور خاندان میں ہیں یا کہ بنی ہاشم کے خاندان میں۔ اپنی اوقات کو دیکھ اور جتنی چادر ہے اتنے ہی پیر پھیلا اور ہمارے خاندان کے ساتھ دشمنی کرنا چھوڑ دے اور عمرو عاص کی مکارانہ چالوں کو ہمارے درمیان مت لا کیونکہ عنقریب تیرے اوپر عذاب آنے والا ہے۔

(جلاء العیون، ص ۲۵۳)

۵۴۔ فقیروں اور مستحقین کے ساتھ امام حسینؑ کا برتاؤ

ایک روز کا ذکر ہے کہ امام حسینؑ نے دیکھا کہ چند فقیر لوگ ایک کپڑا (دسترخوان) کی طرح سے بچھائے ہوئے روٹی کھا رہے ہیں۔ انہوں نے امام کو دیکھا تو فوراً سلام کیا اور اپنے ساتھ کھانا کھانے کی دعوت دی۔ حضرتؑ ان کے قریب جا کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ اگر تمہاری روٹی صدقے کی نہ ہوتی تو میں ضرور کھاتا (کچھ دیر تک امام ان

فقراء سے باتیں کرتے رہے) پھر امام حسینؑ نے فرمایا کہ آپ تمام حضرات میرے ساتھ میرے گھر پر چلیں وہاں کھانا کھائیں گے۔ چنانچہ وہ تمام فقراء آپ کے ساتھ امام کے مکان پر آ گئے۔ امام نے سب کو کھانا کھلایا اور لباس پہنایا اور پھر ان سے فرمایا کہ اب آپ اپنے گھر جا سکتے ہیں۔ (مناقب ابن شہر آشوب، ج۴، ص۶۶)

۵۵۔ احسان کر کے لوگوں کو نہ جتاؤ

انصار کے لوگوں میں سے ایک حاجت مند امام حسینؑ کی خدمتِ بابرکت میں آیا اور چاہا کہ اپنی حاجت بیان کر کے مال لے لوں تو حضرت امام حسینؑ نے اس سے فرمایا کہ اے بھائی اپنی عزت برقرار رکھو اور اسے سوال کر کے بار بار اپنی عزت کو داؤ پر لگا کر برباد نہ کرو۔ ایک کاغذ پر حاجت لکھ کر مجھے دے دو بار بار منہ سے نہ کہو۔

اس شخص نے ایک درخواست اس مضمون کی لکھی۔ اے ابا عبداللہ مجھے ایک شخص کے قرضے پانچ سو دینار دینے ہیں اور بھی میری حاجات ہیں بہتر ہے کہ آپ اسے پرچہ لکھ دیں کہ وہ مجھے قرضہ ادا کرنے کیلئے کچھ مہلت دے دے۔

امام نے سائل کی درخواست پڑھی اور داخلِ خانہ ہو گئے اور ایک ہزار دینار کی تھیلی لا کر اس شخص کو دے دی اور فرمایا کہ پانچ سو دینار قرضے کے ادا کر دینا اور باقی پانچ سو دینار اپنے بال بچوں میں خرچہ کرنا اور آئندہ کسی کے سامنے اپنی حاجت نہ کہنا نہ کسی سے بھیک مانگنا۔ ہاں جس شخص میں تین خصلتیں ہوں۔ (۱) باایمان ہو (۲) جواں مرد ہو (۳) خاندانی بلند شخص ہو اور باایمان بھی ہو اور اس کا ایمان اس درجے کا ہو کہ حاجت مندوں کی حاجتیں بھی پوری کرتا ہو اور جو جواں مرد ہو گا اسے اپنی حیا و عزت کا خیال آئے گا اور کسی سائل کو خالی ہاتھ نہیں لوٹائے گا اور خاندانی انسان یہ سوچے گا کہ اس نے اپنی آبرو کھو ڈالی اب میں خالی ہاتھ لوٹا دوں گا تو میری عزت خراب ہو گی۔

(سخنان حسین بن علی، ص ۱۶۷)

۵۶۔امام حسینؑ کی بُردباری سے دشمن بھی دوست بن گئے

عصام بن مصطلق شامی کہتا ہے کہ ایک بار کا ذکر ہے کہ میں مدینہ میں داخل ہو گیا میں نے امام حسینؑ کو دیکھا کہ نہایت نیک شکل اور خوش شکل ہیں میرا دل دیکھ کر کھل اٹھا مگر میں تو ان کے باپ کا دشمن تھا غصے کی آگ میرے دل میں بھڑک رہی تھی اس لئے ان کے قریب گیا اور کہا کہ تم ہی ابوترابؑ کے بیٹے ہو۔امام نے فرمایا کہ ہاں میں ہی علیؑ کا بیٹا ہوں یہ سنتے ہی شامی نے گالیاں اور طعنے دینے شروع کر دیئے۔خوب دیر تک بنی ہاشم اور علیؑ پر تبرا کرتا رہا جب گالیاں دے چکا تو امام نے نہایت بردباری و محبت سے میری طرف دیکھا اور کہا:

اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم. بسم اللہ الرحمن الرحیم۔
خُذِالْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ (سورۂ اعراف۔آیت ۱۹۹)

پھر امام نے فرمایا کہ اپنے کام اور مقصد بتا۔اپنے لئے استغفار کر اگر تجھے مجھ سے کوئی حاجت ہے پوری کروں گا اگر کسی چیز کی ضرورت ہے تو بتلا میں دے دوں گا اور جو بھی تیرا دلی مقصد ہو بیان کر۔عصام شامی کہتا ہے کہ جب میں نے امام سے بردباری اور عزت کا پیغام سنا تو میں بے انتہا شرمندہ ہوا،غیرت سے زمین میں گڑ گیا۔
امام نے فرمایا:

قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ

(سورہ یوسف۔۱۲،آیت۔۹۲)

کوئی ملازمت تمہارے لئے نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ تمہاری بخشش فرمائے اور وہ ارحم الراحمین ہے۔

پھر امام نے فرمایا اے شامی، میں نے کہا جی ہاں۔فرمانے لگے کہ یہ جو تم نے

بنی ہاشم کو برا کہا ہے یہ تو معاویہ نے ملکِ شام میں ہمارے خاندان کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈہ کر رکھا ہے۔ پھر فرمانے لگے (حیانا اللہ وایاک) جو بھی تمہاری حاجت ہو ہمیں بتاؤ انشاء اللہ تم ہمیں نیک تر اور افضل ہی پاؤ گے۔ عصام نے کہا کہ میں نے امام علیؑ کو گالیاں دیں تبرا کیا، بنی ہاشم کو نازیبا الفاظ کہے تھے تو اب امام کی اس قدر شفقت و مہربانی دیکھ کر مجھے اتنی شرمندگی ہوئی کہ زمین پھٹ جائے اور میں زمین کے اندر سما جاؤں۔ پھر میں نے دوسرے لوگوں کی آڑ لی تا کہ میں چھپ جاؤں اور امام مجھ سے کوئی سوال نہ کرنے پائیں۔ پھر مجھے علیؑ اور بنی ہاشم سے اتنی محبت ہوگئی کہ میں ان کا گرویدہ ہوگیا۔ (راہنمائے بہشت، ج ۲، ص ۲۶)

۵۷۔ لڑائی چاروں طرف سے ہے

ایک شخص امام حسینؑ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ اور ہم بیٹھ کر دین کے بارے میں مناظرہ کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت نے فرمایا اے شخص میں مناظرہ کرنا پسند نہیں کرتا اس لئے کہ میں دین سے بخوبی واقف ہوں دین کے راستوں سے واقف ہوں اگر تو راستے نہیں جانتا تو اپنی جستجو کر۔ میری فکر نہ کر کہ میں لڑائی کرنے والا انسان نہیں ہوں شیطان طرح طرح کے وسوسے ذہن میں ڈال کر فتنہ پھیلاتا ہے اور جب چاروں طرف سے اس قسم کی باتیں انسان کے کانوں میں پڑتی ہیں تو چار حالتیں انسان کی ہوجاتی ہیں (۱) مجادلہ، جنگ کرتا ہے، لڑنے لگتا ہے، بحث ومباحثہ بے ضروری کرنے لگتا ہے (۲) یا دونوں جاہل ہوتے ہیں اور مناظرے سے کوئی نتیجہ بھی نہیں نکال پاتے ہیں۔

ان میں جہالت بھری رہتی ہے اور پھر دونوں کے دلوں میں دشمنی زیادہ بڑھ جاتی ہے (۳) یا یہ شکل ہے کہ ایک آدمی تمام حالات سے باخبر ہوتا ہے اور دوسرا جاہل اور

ناواقف ہوتا ہے۔اس سے لغزش ظاہر ہوتی ہے اور یہ ظلم ہے۔

(۴) اور چوتھی شکل یہ ہے کہ تو نادان ہے اور تیرا دوست دانا ہے۔اب ان حالات میں آکر مناظرہ کیا جائے گا تو اس کا بھی احترام ختم ہو جاتا ہے اور مناظرے کی یہ چاروں باتیں ناپسند ہیں اور جو شخص بھی انصاف پسند ہے اور حقیقت کو قبول کرتا ہے تو وہ لڑائی جھگڑے سے بچتا ہے (گریز کرتا ہے) تو ایسے شخص کا ایمان مستحکم ہو جاتا ہے اور ایسے انسان کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا مفید ہے اور اس کی عقل شیطانی حرکتوں سے آزاد ہے۔(راہنمائے بہشت، ص ۱۸۶)

۵۸۔دس محرّم۔یومِ عاشورہ

یعنی دس محرم یومِ عاشورہ جو شخص غمِ حسینؑ منائے گا قیامت میں وہ شخص خوش وخرم ہوگا اور دیگر پریشان ہوں گے۔حضرت امام رضاؑ سے روایت کی گئی ہے کہ جو شخص عاشور کے روز اپنی دنیا کے لئے کوئی کام نہ کرے گا تو خداوند عالم اس کے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی کے کام کردے گا اور جو شخص بھی بروز عاشورہ بحال گریاں وغم زدہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے خوش وشاد رکھے گا کوئی پریشانی نہ ہوگی اور اس کی آنکھوں میں بہشت کی روشنی آجائے گی اور جو شخص عاشورے کے روز کو خوشی کا دن (میلے کی خوشی) منائے گا اور سامان خریدے گا اور دنیاوی مال ومتاع کی خرید وفروخت کرے گا تو اسے صدمہ پہنچے گا کوئی خوشی نہ ملے گی اور اس کا حشر یزید ملعون وابن زیاد اور عمر بن سعد کے ساتھ ہوگا اور سیدھا جہنم رسید ہوگا (مناقب ابن شہر آشوب، ج ۴، ص ۸۶)

۵۹۔امام حسینؑ کے کہنے پر جبرئیل تازہ کھجوریں لے آئے

اصحاب فرماتے ہیں کہ ایک بار جناب رسولؐ خدا فاطمۃؑ الزہرا اپنی بیٹی کے گھر تشریف لائے اور کہنے لگے اے بیٹی آج تیرا باپ تیرا مہمان ہے۔بی بی فاطمۃؑ زہرا

نے فرمایا کہ بابا جان حسنینؑ نے مجھ سے کھانے کو چیزیں طلب کیں تو میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا جو ان کو دیتی پھر جنابِ رسولؐ خدا علیؑ مرتضیٰ بی بی فاطمہؑ اور حسنینؑ ایک جگہ بیٹھ گئے لیکن بی بی فاطمہؑ حیران تھیں کہ کیسے کھانا حاصل کیا جائے تو اس وقت جناب رسولؐ خدا نے آسمان کی جانب نگاہ کی فوراً جبرئیلؑ نیچے آئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ علیؑ و فاطمہؑ اور حسنینؑ سے پوچھو کہ وہ جنّت کا کون سا میوہ کھانا پسند کریں گے۔ جنابِ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ اے بابا جان، اماں جان، بھائی جان، اگر آپ سب مل کر مجھے اختیار دے دیں کہ میں اپنی مرضی سے جنّت سے میوہ منگوالوں تو بہتر ہوگا۔ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سب حالات جانتا ہے سب نے امام حسینؑ کو اجازت دے دی۔ امام حسینؑ نے نانا جان سے فرمایا کہ آپ جنابِ جبرئیلؑ سے کہیں کہ ہم تازہ رطب (خرما) پسند کرتے ہیں۔ بی بی فاطمہؑ اُٹھیں تو دیکھا کہ ایک طاق میں اور ایک بلّورین طباق (طبق) میں جنّت کی تازہ کھجوریں رکھی ہوئی ہیں اور یہ فصل خرما کی نہیں تھی (بے فصل تھیں) اس طبق کو بی بی رسولؐ خدا کے پاس لائیں۔ رسولؐ خدا اُٹھے اور فاطمہؑ کے ہاتھ سے طبق لے لیا اور اپنے سامنے رکھ کر کہا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور ایک کھجور دہنِ اقدسِ امام حسینؑ میں دی اور کہا کہ میرے حسینؑ کھاؤ اللہ گوارا کرے اور دوسرا رطبِ تازہ امام حسنؑ کے منہ میں دیا اور کہا کہ کھاؤ حسن تم کو اللہ گوارا کرے اور تیسرا رطب بی بی کے منہ میں دیا اور کہا کہ کھاؤ اللہ تعالیٰ تم کو مبارک کرے اور چوتھا رطب حضرت علیؑ کے منہ میں دے کر کہا کہ کھاؤ اللہ تعالیٰ تم کو مبارک کرے پھر رسولؐ اللہ اپنی جگہ سے اُٹھے اور دوبارہ بیٹھ گئے اور سب نے مل کر رطب کھائے یہاں تک کہ سیر ہوگئے اور وہ طبق بہشت کو واپس چلا گیا۔ اس وقت بی بی نے اپنے بابا سے اٹھنے اور بیٹھنے کی بات پوچھی تب رسولؐ اللہ نے جواب میں فرمایا کہ اے

فاطمہؑ اس کی وجہ یہ تھی کہ جس وقت رطب حسنینؑ کے منہ میں رکھا میکائیلؑ اور اسرافیلؑ دونوں نے کہا کہ تم کو مبارک ہو تو میں نے بھی جواب میں کہا کہ ہاں گوارا ہو۔ اور اے فاطمہ جب میں نے رطب تمہارے منہ میں رکھا تو حورانِ جنّت خوش ہو کر میرے پاس آئیں اور کہا کہ اے فاطمہ تم کو گوارا ہو مبارک ہو میں نے بھی کہا ہاں مبارک وسلامت ہو پھر جب میں نے چوتھا رطب حضرت علیؑ کے دہن میں رکھا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آئی **ھنیاً مرئیاً لک یا علی** اے علیؑ تجھ کو گوارا ہو تو میں نے بھی اللہ تعالیٰ کے جواب میں کہا کہ مبارک ہو سلامت ہو اور کھڑے ہونے کا یہ سبب تھا کہ میں نے خدا کی آواز سنی تھی اور آوازِ قدرت آئی تھی کہ اے حبیب اگر تم اپنے ہاتھ سے اسی طرح علیؑ کو رطب کھلاتے رہتے تو آج سے لے کر قیامت تک میں کہتا رہتا (**ھنیاً مرئیاً بغیر انقطاع**) گوارا ہو تم کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے۔ (بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۳۱۰)

۶۰۔ پانی پینے کے بعد امام حسینؑ کی پیاس

داؤد رقّی کہتا ہے کہ ایک روز میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں تھا کہ آپ نے پانی طلب فرمایا اور پانی پیتے میں آپ کی آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے اور فرمانے لگے اے داؤد خداوندِ عالم لعنت کرے قاتلِ حسینؑ پر پھر آپ نے فرمایا کہ جو شخص بھی پانی پینے کے بعد امام حسینؑ کی پیاس کو یاد کرتا ہے اور قاتلِ حسینؑ پر لعنت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سو ہزار حسنہ یعنی ایک لاکھ نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دیتا ہے اور ایک لاکھ گناہ معاف فرماتا ہے اور ایک لاکھ درجہ اس کو بلند فرماتا ہے گویا ایسا ہے کہ اس نے ایک لاکھ غلاموں کو اللہ کی راہ میں آزاد کیا ہو اور قیامت کے دن اسے کوئی خوف و پریشانی نہیں ہوگی، خوش اُٹھے گا۔ (مناقب شہر آشوب، ج ۴، ص ۸۷)

۶۱۔ خاکِ شفا سے آنکھوں میں روشنی آگئی

جناب محدث قمی نے کتاب فوائد الرضویہ میں لکھا ہے کہ سید نعمت اللہ جزائری قدس سرہ نے علم حاصل کرنے میں بہت تکلیفیں اٹھائی تھیں اور کافی رنجور ہوئے تھے اور شروع تحصیلِ علم میں تو اتنی زیادہ غربت تھی کہ گھر میں چراغ جلانے کے پیسے نہیں تھے تو مجبوراً چاند کی روشنی میں کتب کا مطالعہ کرتے تھے اور اندھیری راتوں میں تو پریشان رہتے تھے اور روشنی کی کوئی سبیل نہیں ہوتی تھی۔ آپ کو علم پڑھنا بھی پڑا اور کتابیں بھی لکھنی پڑیں۔ چاند کی روشنی میں کتابیں لکھنا اور پڑھنا اس سبب سے آنکھیں کمزور ہوگئی تھی پھر آپ نے تربتِ امام حسینؑ کی خاکِ شفاء لا کر آنکھوں میں ملی اور لگائی تو آپ کی آنکھوں میں شفاء کی برکت سے روشنی آئی ہے (قصص العلماء، ص۔ ۴۴۵/۴۴۷) اور پھر اس کے بعد کوئی یقین کرے یا نہ کرے کتاب ''حیات الحیوان'' میں دمیری نے نقل کیا ہے کہ جب سانپ ایک ہزار سال کا پرانا بوڑھا ہو جاتا ہے تو اندھا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سانپ (اژدہے) کو الہام کرتا ہے کہ آنکھوں میں نور واپس لانے کیلئے رازیانۂ ترملے یہ سنتے ہی اژدہا حرکت کرتا ہے اور خواہ کتنی ہی لمبی مسافت ہو اپنے کو اس جگہ پہنچاتا ہے اور اپنی دونوں آنکھوں کو اس گھاس (جڑی بوٹی) رازیانۂ ترملے۔ تو وہ مالش کرتا ہے تو فوراً ہی روشنی آنکھوں میں آجاتی ہے اور اپنی جگہ واپس چلا جاتا ہے۔

نوٹ: (رازیانہ ایک خوشبودار گھاس ہے پیلے رنگ کا پھول آتا ہے، حکمت کی دواؤں میں استعمال ہوتا ہے)

۶۲۔ خاکِ شفا جیب میں رکھ کر سونا منع ہے

علامہ نوری لکھتے ہیں کہ میرے ایک بھائی کی جیب میں تربتِ امام حسینؑ (خاکِ شفاء) رہتی تھی۔ میری اماں نے جب ایسا دیکھا تو مجھے اپنے پاس بلا کر سختی سے منع کیا کہ اپنی جیب میں خاکِ شفاء نہ رکھا کرو یہ نہایت بے ادبی ہے اس لئے کہ ممکن

ہے کہ تمہاری ٹانگ پر ٹانگ رکھنے سے خاکِ شفاء ٹوٹ جائے تو نقصان ہوگا۔ بھائی نے کہا کہ ہاں انہوں نے دو سجدہ گاہ توڑ دی ہیں یہ لاپروا آدمی ہے۔

اور اسے پابند کیا جائے کہ بچے کی جیب میں خاکِ شفا (سجدہ گاہ) نہ رکھا کرے کچھ روز کے بعد جب میرے باپ ان باتوں سے مطلع ہوئے تو انہوں نے ایک خواب دیکھا کہ ہمارے مکان میں امام حسینؑ ہمیں دیکھنے کیلئے تشریف لائے ہیں اور ان کی لائبریری (کتب خانے) میں آکر امام بیٹھے ہیں اور کافی مہربانی سے پیش آئے ہیں اور حکم دیا کہ اپنے بچوں و بلاؤ تا کہ میں پیار کروں اکرام کروں۔ ہم پانچوں بھائیوں کو آواز دے کر بلایا گیا ہم حاضر ہوگئے اور امامؑ کے سامنے کھڑے ہوگئے۔ ہم سب کو ایک ایک لباس تحفے میں دیا اور جب ہمارے بھائی (جس نے دو سجدہ گاہیں توڑی تھیں) کا نمبر آیا تو امام نے سخت نگاہ سے اسے دیکھا اور ابا جان سے کہا کہ اس بچے نے میری دو سجدہ گاہیں توڑی ہیں۔

ہمارے والد خواب سے بیدار ہوئے تو میری والدہ کو خواب کا واقعہ سنایا۔ ہماری والدہ نے والد کو شکایت کی تھی کہ یہ بچہ دو سجدہ گاہیں توڑ چکا ہے اس خواب کو سن کر ہم لوگ لرز اٹھے۔ (دار السلام، ج ۲، ص ۲۷۲)

۶۳۔ خاکِ شفا جنّت کی مٹی ہے

شاہ عباس کے زمانے کا ذکر ہے کہ جب بادشاہِ یہودیان نے ایک شخص کو بھیجا ایران شہر کو اور سلطان صفوی کو لکھا کہ تم اپنے مذہب کے رہبروں سے کہو کہ آکر مجھ سے مناظرہ کریں اور اگر کوئی بھی ایک ہار جائے تو اپنی ہار مان لے۔ ایک شخص میں یہ ہنر تھا کہ چاہے جس طرح چاہو کسی بھی بات پر تقریر کرالو جو چیز اس کے ہاتھ میں دے دو گے وہ اس کی صفت بتا دیتا تھا۔ شاہ عباس نے کافی عالموں کو جمع کر لیا اور مقابلے کی

تیاری کی۔ سربراہ مُلّا محسن فیض تھے۔ ملا محسن فیض نے فرنگی کے سفیر سے فرمایا کہ تمہارے بادشاہ کے پاس کوئی عالم نہ تھا جسے بھیجتا اور تم جیسے لوگوں کو بھیجا ہے کہ علمائے قوم سے مناظرہ کرے۔ فرنگی نے کہا تم شاید میرے عہدے کو نہیں جانتے اس لئے تم کوئی چیز ہاتھ میں پکڑو میں فوراً بتا دوں گا۔ مرحوم فیض نے ایک تسبیح خاکِ شفائے حسینؑ کی ہاتھ میں لی فرنگی نے فکر کے دریا میں غوطہ لگانا شروع کر دیا اور بہت غور و فکر کیا۔ مرحوم فیض نے فرمایا کہ اب تم جواب دینے میں کیوں عاجز ہو گئے۔ فرنگی نے کہا کہ میں لاجواب نہیں ہوا ہوں البتہ مجھے ایسا لگتا ہے کہ تم نے بہشت کی خاک میں سے ہاتھ میں لئے ہوئے ہو۔ مجھے فکر یہ ہو رہی ہے کہ خاکِ بہشت تمہارے ہاتھ میں کہاں سے اور کیسے آ گئی۔

ملا محسن فیض نے فرمایا کہ آپ نے صحیح جواب دیا ہے میرے ہاتھ میں بہشت کی ہی خاک کا ٹکڑا ہے اور یہ مٹی اس جگہ کی ہے جہاں فاطمۃُ الزہرا کا لاڈلا حسینؑ گھوڑے سے زمین پر گرا ہے اس طرح تمہارے اور ہمارے دین کی حقیقت معلوم ہو گئی ہے۔ سفیر انگریز نے اس واقعے کی فوراً ہی بعد اسلام قبول کر لیا اور مسلمان ہو گیا۔

(قصص العلماء، ص ۳۲۲)

۶۴۔ محمد بن مسلم کو خاک شفا سے صحت مل گئی

محمد بن مسلم ساکنِ عراق اور راویانِ اخبار ہیں کہتے ہیں کہ ایک بار کا ذکر ہے کہ میں مدینے چلا گیا اور وہاں جا کر سخت بیمار ہو گیا۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام نے اپنے غلام کے ہاتھ مجھے شربت بھیجا۔ امام کے غلام نے کہا کہ مجھے میرے آقا نے حکم دیا ہے کہ آپ یہ شربت پی لیں اور جب تک نہیں پئیں گے میں واپس نہیں جاؤں گا۔ میں نے شربت پیا تو نہایت لذیذ تھا اور مشک کی خوشبو آ رہی تھی اور شربت نہایت ٹھنڈا بھی

تھا اور غلام نے کہا کہ اب آپ نے شربت پی لیا ہے اب آپ امامؑ کے پاس چلے جائیں۔ مجھے اتنی کمزوری ہوگئی تھی کہ بمشکل اٹھتا بیٹھتا تھا۔ شربت پیتے ہی میری جان میں جان آگئی اور فوراً ہی میں امام کی خدمت میں چلا گیا اور اذنِ حضوری چاہا۔ امام نے مجھے داخلے کی اجازت دی اور میں روتا ہوا داخل ہوا۔ امام کو سلام کیا اور امام کے ہاتھ اور سر کو چوما۔ امام نے فرمایا کس لئے رو رہے ہو میں نے کہا کہ میری جان آپ پر قربان ہو جائے مجھ میں اندر آنے کی طاقت نہیں تھی۔

بہ سبب غربت اور دوری کے آپ کی خدمت میں آنے سے مجبور رہا۔ امامؑ نے فرمایا کہ مومن اِس دنیا میں غربت کی ہی زندگی گزارتا ہے تا کہ رحمتِ الٰہی سے متصل رہے لیکن دوریٔ راہ کے بارے میں امام حسینؑ کی تاسی کرو کہ جو ہم سے کافی دور دریائے فرات کے کنارے شہید ہوگئے اور خاک کے سپرد کر دیئے گئے۔ اب آپ شوقِ قربت دیکھیں کہ مدینے آنا بھی لوگوں کو مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ تو دلوں کے بھید سے آگاہ ہے اب چونکہ آپ کے دل میں زیارت کی تمنا ہے اگر غربت کی وجہ سے زیارت نہ کرسکو گے تو زیارت کا ثواب تمہارے نامۂ اعمال میں لکھ دیا جائے گا۔ پھر اس کے بعد فرمایا کہ آیا تم زیارتِ امامؑ کے لئے جا رہے ہو۔ میں نے کہا کہ ہاں بے حد خوف و ہراس کے ساتھ۔ آپ نے فرمایا کہ جس قدر خوف و خطر زیادہ ہوگا اس کا اجر بھی اتنا ہی زیادہ ملے گا اور ہر شخص دشمن کے خوف کی وجہ سے فکرمند رہتا ہے مگر قیامت میں کوئی پریشانی و خوف نہیں ہوگا اور زیارت کے بعد تمہاری بخشش ضرور ہوگی اور خیریت سے واپس آجاؤ گے۔ پھر امام نے پوچھا کہ وہ شربت کیسا تھا؟ جواب دیا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اہلِ رحمت ہیں اور آپ ان کے وصی و اوصیاء ہیں جس وقت غلام شربت لے کر گیا تھا مگر میں اتنا کمزور ہو گیا تھا کہ طاقتِ نشست و برخاست ختم ہو چکی تھی بلکہ میں

تو سفر میں ہوں اپنی زندگی سے ناامید ہو گیا تھا موت نظروں میں پھرنے لگی تھی اور جیسے ہی شربت پیا تو میری جان میں جان آ گئی۔ غلام نے کہا کہ مولا سے ملاقات کروں میں دل میں کہنے لگا مولاً کے پاس ضرور جاؤں گا جیسے ہی میں نے آپ کے پاس آنے کا ارادہ کیا تو ایک دم زبردست طاقت میرے بدن میں بھر گئی میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھ پر کرم فرمایا اور آپ کو رحمتِ خداوند قرار دیا۔

امام نے فرمایا کہ اے محمد وہ شربت جو میں نے بھیجا تھا وہ خاکِ شفا سے بنایا گیا تھا شفا کیلئے خاکِ شفاء سے بہتر اور کوئی چیز نہیں ہے اور کسی بھی اور دنیاوی چیز کو امام کی چیز سے مقابلہ نہ کر کہ ہمارا پورا خاندان جب بھی بیمار ہوتا ہے تو ہم خاکِ شفاء کے استعمال سے ہی صحت پاتے ہیں۔ میں نے عرض کیا میری جان آپ پر قربان ہو جائے کیا ہم بھی تربتِ خاکِ شفاء لے جائیں کہ اس سے فائدہ حاصل کریں۔ اور جو آدمی بھی حائرِ حسینؑ سے خاکِ شفاء اٹھائے اور باہر آ جائے تو بہت اچھی پاک وصاف جگہ پر خاکِ شفاء کو رکھے۔ (وقائع الایام مُلّا علی آقا تبریزی، ج ۲، ص ۱۸۳، بحار الانوار جلد ۱۰۱، ص ۱۲۰)

۶۵۔ خاکِ شفا دنیا کے عطر سے زیادہ خوشبودار ہے

ایک راوی نے بیان کیا ہے کہ متوکل عباسی نے امام حسینؑ کی قبر کی طرف پانی تیز بہانا چاہا کہ قبر مطہر ختم ہو جائے۔ میں نے مخفی طور پر قبر حسینؑ پر اپنے کو گرا دیا۔ مجھے بے شمار خوشبو آنے لگی کہ میں نے زندگی میں کبھی ایسی خوشبو عطر کی نہیں سونگھی تھی میرے ساتھ ایک عطار تھا میں نے اس سے کہا کہ یہ کیسی خوشبو ہے اس نے کہا کہ ہمارا یہ روزانہ کا کاروبار برسوں سے ہے اور عمدہ سے عمدہ دنیا بھر کی خوشبوئیں آتی ہیں مگر ایسی خوشبو تو کبھی سونگھنے میں بھی نہیں آئی۔

(خلاصہ ہے مرحوم قمی در نفثۃ الصدور، ص۔ ۳۴۷ کہ ہمراہ نفس المہموم ترجمہ ہوا ہے)

٦٦۔ دوسری روایات خوشبوئے خاک شفا سے متعلق

روایت کی گئی ہے کہ متوکل عباسی بادشاہ نے بہت چاہا کہ نام ونشانِ قبر حسینؑ کو مٹا کر ختم کردے۔ عربوں کا ایک قافلہ بنی اسد کا آیا اور انہوں نے دیکھا کہ قبر کو مٹانے کی پوری کی پوری کوشش جاری ہے تمام بنی اسد ایک ایک مٹھی مٹی لے کر آتے تھے اور قبر حسینؑ کی جگہ لاکر ڈالتے تھے تاکہ قبر کا نام ونشان باقی رہے اور کہتے تھے:

اراد والیخفوا قبرہ عن ولید و طیب التراب القبر دل علیٰ القبر

چاہتے تھے کہ قبر امام حسینؑ کا نام ونشان مٹادیں لیکن قبر کی جگہ سے اس قدر تیز خوشبوئیں آتی تھیں کہ پتہ چل جاتا تھا کہ اس جگہ قبر حسینؑ ہے۔

(آدرس ہیشین، ص ۳۴۶، وآخر کتاب کبریت احمر)

٦٧۔ امام زمانہؑ خاکِ شفاء کا احترام کرتے ہیں

ایک مومنہ پرہیز گار باتقویٰ وطہارت۔ بہ نام۔ خدیجہ ظہوریان۔ فرزند عباس علی کہ جن کی عمر نوے سال کی تھی اور کچھ چوٹ ٹانگ میں آجانے سے دو عصا لے کر (بیساکھی کے سہارے) جاتی تھیں اور نماز کبھی بھی جماعت سے نہیں چھوٹتی تھی۔ ان سے روایت کرتے ہیں کہ تیس سال قبل خاکِ شفاء کربلا کی لائی تھیں رکھے رکھے خشک ہوگئی تھی اُس کو پانی میں بھگویا گیا خیابان وسطِ شہر مشہد میں یہ کام انجام دیا پھر مسجد دوازدہ ائمہ طاہرین پر گیا بے انتہا خوشبو پھیلی ہوئی تھی وہ خاک، شفاء ایک طرف سے کچھ گیلی رہ گئی تھی جو میرے ہاتھوں میں چپٹ گئی۔ مسجد کی دیوار پر میں نے رگڑ کر کچھ خاکِ شفاء جو ہاتھ میں لگی ہوئی تھی دیوار سے ہاتھ صاف کرلیا تو دیوار میں لگ گئی۔ رات کو میں نے خواب دیکھا کہ حضرت امامِ زمانہ حجۃ بن الحسن تشریف لائے ہیں اور اپنا سر دیوار پر اسی جگہ پر رکھے ہوئے ہیں جہان وہ خاکِ شفاء ہاتھ سے چھڑائی تھی اور مجھ سے فرمارہے ہیں کہ تم نے اس جگہ تربتِ امام حسینؑ خاکِ شفاء لگائی ہے۔

۶۸۔ خاکِ شفاء کی برکت سے بدکارہ عورت کو قبر نے قبول کرلیا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کے زمانے کا ذکر ہے کہ ایک بہت ہی زیادہ بدکارہ عورت تھی جب بھی حمل ظاہر ہوتا تھا تو فوراً بچہ ضائع کردیتی تھی۔ جب وہ مرگئی اور قبر میں رکھنا چاہا تو قبر نے اسے قبول نہ کیا اور قبر نے باہر پھینک دیا۔ یہ معاملہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام تک پہنچا آپ نے فرمایا: **واجعلو معها شئیٌ من تربة الحسینؑ** اس کی لاش کے ساتھ تھوڑی سی خاک شفاء رکھ دو پھر دفن کردو۔ چنانچہ دستور امام پر عمل کیا گیا قبر نے اسے قبول کرلیا اور پھر قبر سے باہر لاش کو نہ پھینکا۔ (وسائل، ج۱۰)

۶۹۔ خاکِ شفا کی بے حرمتی کرنے کا برا انجام ہونا

موسیٰ بن عبدالعزیز کہتے ہیں کہ (یوحنا طبیب نصرانی) نے مجھ سے کہا کہ تجھے دین اسلام اور رسولؐ خدا کی قسم ہے یہ بتلاؤ کہ لوگ اتنی بڑی تعداد میں کس کی زیارت کو جاتے ہیں۔ آیا وہ اصحاب پیغمبرؐ ہے یا کون ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں وہ پیغمبرؐ کے نواسے حسینؑ ہیں میں نے پوچھا کہ تمہارا اس سوال سے کیا مطلب ہے اس نے کہا کہ مجھے ایک بہت اچھی خوشخبری ملی ہے اور وہ یہ کہ شاہ پور جو ہارون عباسی کا خادم تھا اس نے مجھے طلب کیا جب میں اس کی خدمت میں گیا وہ مجھے خلیفہ کے گھر لے گیا میں نے دیکھا کہ موسیٰ بے ہوش اپنے رات کے پہننے کے لباس میں پڑا ہوا ہے اور اس کے سامنے ایک طشت رکھا ہوا ہے۔ جس میں کافی اعضاء جسم کے اس طشت میں آگئے ہیں۔ شاہ پور نے خادم موسیٰ سے پوچھا کہ کیا خیر خبر ہے یہ کیسی غفلت و بے ہوشی ہے تب خادم نے بتایا کہ کچھ گھنٹے پہلے تو حالت ٹھیک تھی لیکن اب تو دوستوں کے ساتھ بیٹھنے میں آر محسوس ہو رہی ہے۔

ایک صاحب بنی ہاشم سے وہاں موجود تھے کہنے لگے کہ مجھے سخت قسم کی بیماری ہے ہر چند علاج کرایا لیکن فائدہ نہیں ہوتا ہے یہاں تک کہ ہمارے کاتب (ملازم) نے کہا کہ اب آپ خاکِ شفاء سے فائدہ حاصل کریں چنانچہ میں نے یہ کام کیا اور مجھے فائدہ ہوا۔ موسیٰ نے کہا کہ اس مٹی (خاکِ شفاء) میں سے کچھ باقی ہے میں نے کہا ہاں کچھ باقی ہے میں نے ایک شخص کو بھیجا اور خاکِ شفاء منگوالی۔ موسیٰ نے وہ خاک لے کر بے احترامی کے طور پر اپنے مقامِ نجس (دُبر) میں چڑھالی فوراً ہی چیخنے چلانے لگا آگ۔ آگ۔ النار۔ النار۔ آتش۔ آتش پھر ایک طشت لایا گیا اس میں اس کی آنت انتڑیاں نکل پڑیں۔ دوست احباب سب چلے گئے اور موسیٰ کی محفلِ خوشی ماتم میں تبدیل ہوگئی۔ شاپور نے مجھ سے کہا ادھر آؤ اور دیکھو کیا اس کا علاج ممکن ہے؟ میں نے چراغ لیا اور جو کچھ طشت میں تھا غور سے دیکھا کہ اس کا جگر، آنتیں، قلب اور شش دلش (پیٹ کے اعضاء) پیٹ میں سے نکل چکے تھے۔ میں نے تعجب کیا اور کہا کہ:

مالاحدفی هذا اصنع اِلا ان یکون لعیسی الذی کان یحیی الموتیٰ

کوئی بھی طبیب (یا انسان) یہ کام نہیں کر سکتا مگر صرف حضرت عیسیٰؑ کہ جو مردوں کا زندہ کر دیا کرتے تھے۔ شاپور خادم نے کہا کہ آپ نے بالکل سچ کہا لیکن آپ یہاں ٹھہریں تا کہ پتہ چلے کہ موسیٰ کا کیا حال ہوا (یوحنا طبیب نصرانی) نے کہا کہ آج کی رات میں یہاں ٹھہرونگا اور موسیٰ دوسرے دن صبح کو واصل جہنم ہوگیا۔ پسر عبدالعزیز کہتا ہے کہ یہ واقعہ دیکھ کر یوحنا طبیب باوجود یہ کہ نصرانی تھا پھر بھی برسوں تک امام حسینؑ کی زیارت کو آتا رہا ہے پھر کچھ عرصے کے بعد وہ مسلمان ہوگیا۔ اسلام قبول کرلیا۔

(وقائع الایام، ج ۲، ص ۱۸۲)

۷۰۔ کربلا میں دفن ہونے والوں کو قیامت کی پریشانی اور خوف نہیں ہوگا

اس سے پہلے کہ میں امام سجادؑ کے قول بیان کروں یہ بتانا ضروری ہے کہ زمین میں

زلزلہ آیا تو قدرت نے کربلا کے مقام کو سب سے اونچا کر دیا اور بہترین جنّت کی جگہ میں سے اس کو قرار دیا۔ اس لئے یہاں پر دفن ہونے والا بے حساب کیے یعنی کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوگی اور آسانی سے داخل بہشت ہوگا۔ علامہ نوری دارالسلام میں آئے کہ سید علی صاحبِ ریاضی نے کہا ہے کہ:

میں علم حاصل کرنے کے زمانے میں ہر جمعرات کو عصر کے وقت قبرستان بیرونِ کربلا کہ خیمہ گاہ کے قریب ہے وہاں جایا کرتا تھا۔ ایک روز میں نے خواب دیکھا کہ میں اس قبرستان میں گیا ہوں اور سارا علاقہ ویران ہے کوئی موجود نہیں ہے۔ میرے حوش وحواس جاتے رہے اور مجھے ہاتفِ غیبی نے فارسی زبان میں کہا کہ بہت خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس ارضِ مقدس (کربلا) میں دفن ہوتے ہیں۔ اگرچہ کتنے ہی گنہگار ہوں لیکن ہولِ قیامت سے محفوظ رہیں گے اور افسوس ہے ان لوگوں پر جو اس جگہ دفن نہیں ہوتے اور ان کو خوف قیامت اور پریشانیاں درپیش آئیں گی۔

مولا محمد ہزار جریبی نے کتاب تحفۃ المجاور میں لکھا ہے کہ استاد اکبر وحید بہبہانی سے سنا ہے کہ کہا کرتے تھے کہ حضرت امام حسینؑ کو میں نے خواب میں دیکھا اور ان سے کہا:

یا سیدی هل سئل عمن یدفن فی جوارکم

اے میرے آقا و مولا کیا ایسا ہوگا کہ جو مومن آپ کے جوار میں دفن ہوگا اسے خوف قیامت پریشان کریگا اور اس سے روزِ قیامت سوالات پوچھے جائینگے۔ آپ نے فرمایا کہ کونسے فرشتے کی مجال ہے کہ ان سے سوال کرے۔ (دارالسلام، ج ۲، ص ۱۶۲)

۷۱۔ جو کوئی بھی کربلا میں دفن ہوگا وہ جہنم میں نہیں جائے گا

آخوند ملا محمد کاظم ہزار جریبی نے کہا ہے کہ یہ روایت ہے علماء جلیل القدر مرزا محمد مہدی شہرستانی سے اور انہوں نے سیّد بحرالعلوم کے جنازے کی نماز پڑھائی ہے سنا ہے

کہ وہ فرماتے تھے کہ میں شروع جوانی میں مجاورِ کربلا تھا اور بہت متقی و پرہیز گار جو خاتون آباد کے رہنے والے تھے۔ نام حاج حسن علی مجاور نجفِ اشرف تھے ہم دونوں دوست ہوگئے اور وہ اکثر مجھے نجف کی مجاورت کی دعوت دیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ کربلا میں قساوتِ قلبی (دل سخت ہونا) پیدا ہوتی ہے اور نجف میں مجاورت بہتر ہے۔

ایک رات کو میں نے دیکھا کہ حاجی حسن علی بھی میرے ساتھ وہاں ہیں اور جو جملے وہ کہا کرتے تھے کہے۔ ناگاہ صحن میں میں نے امامِ زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کو دیکھا حاج حسن علیؑ نے ان سے کہا کہ آپ یہاں تشریف لائے ہیں اور لوگ آپ کی زیارت کو سامرہ جارہے ہیں۔ فرمایا ہم وہاں بھی ہوتے ہیں اور اپنے ہاتھ سے ضریحِ مقدس حضرت علیؑ کی طرف اشارہ فرمایا اور کہا کہ: **بحق امیر المومنین لایقودون احدامن کربلا اِلیٰ جهنم** قسم بحق امیر المومنین یعنی کوئی بھی کربلا میں دفن ہونے والا جہنم میں نہیں جائے گا لیکن بیتوتہ کی شرط ہے یعنی اس نے وہاں رات گزاری ہو کیونکہ رات کو عبادت کی جاتی ہے لہٰذا میں نے عرض کیا کہ بہت سی راتوں کو ہم وہاں قیام پذیر ہوئے ہیں طلوعِ آفتاب تک اگرچہ پھر طلوعِ آفتاب تک سو جاتے تھے۔ یہ وجہ تھی کہ جو میں نے مجاورت کربلا اختیار کی۔ (دار السلام، ج ۲، ص ۱۶۱)

شیخ بہائی کے والد مرحوم سے روایت کی گئی ہے کہ ایک رات کو میں حرمِ حضرت سیّد الشہدا٫ سے مشرف ہوا۔ علی الصبح دو افراد خطرناک شکل کے حرم میں آئے۔ آگ کی زنجیریں ان کے ہاتھوں میں بندھی تھیں۔ قبر کے سرہانے گئے کہ جہاں ایک روز پہلے کسی کو دفن کیا گیا تھا انہوں نے جنازے کو قبر سے باہر نکالا اور اس زنجیر کو اُس کی گردن میں ڈالا اور مخاطب کر کے کہا کہ تیری ایسی مجال ہوگئی جو سرزمین مقدس میں دفن کر دیا گیا۔ لاش کو جس وقت حرم سے باہر لے جانا چاہا تو حرمِ امام حسینؑ کی طرف متوجہ ہو کر

اس لاش نے کہا کہ یا ابا عبداللہ الحسینؑ میں آپ کی پناہ میں آیا ہوں اور اب آپ کا مہمان بھی ہوں ناگہانی طور پر میں نے دیکھا کہ ضریحِ مقدس کا دروازہ کھلا اور آنحضرتؑ باہر آئے اور ان دونوں انسانوں سے کہا کہ **خلوہ فانہ استجار بنا** اس کو رہا کرو۔ اس کو واپس رکھ دو کیونکہ اب یہ ہماری پناہ میں آ گیا ہے۔ (ثمرات الحیات، ج ۲، ص ۲۰۰)

۲۷۔ گنہگار انسان پر کربلا کی مٹی نے اپنا اچھا اثر کر دکھایا

کہتے ہیں کہ شہرِ موصل میں ایک شخص ناصبی تھا جس کے فرزند نہ تھا۔ اس نے اپنے باطل عقیدے کے ساتھ خدا سے عہد کیا کہ اس کے یہاں لڑکا پیدا ہوگا تو زائرین کا قافلہ لوٹنے والا ڈاکو بناؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی بھی فریاد سنی اور اسے بیٹا عطا فرما دیا۔ جب بچہ جوان و بالغ ہوگیا تو باپ نے اپنی منت پوری کرنے کیلئے اس سے کہا کہ ایسی جگہ چھپ کر رہو کہ زائرین امام کے قافلوں کو لوٹا کرو۔ سامان چھین لو اس منحوس نے اسلحہ لیا اور چل پڑا اور ایک اونچے ٹیلے پر اپنا رہن سہن رکھا۔ ایک رات کو اس نے خواب دیکھا کہ قیامت برپا ہوئی ہے اور ملائکہ آئے اسے دوزخ میں ڈالنے کو لے چلے ہیں۔ جہنم میں ڈالا تو آگ نے اسے نہ جلایا ملائکہ نے جہنم سے کہا کہ کیوں نہیں جلایا جہنم نے آواز دی کہ اسے کیسے جلاؤں اس کے جسم پر تو گردِ کربلا پڑی ہوئی ہے۔

پھر اسے جہنم سے باہر نکالا اور اس کے جسم کو دھویا گیا۔ پھر دوبارہ دوزخ میں ڈال دیا گیا تو پھر بھی دوزخ نے نہیں جلایا۔ جہنم سے پوچھا گیا کیوں نہیں جلایا گیا؟ جواب ملا کہ اس کے ناک و کان کے اندر گردِ کربلا (خاکِ شفاء) لگی ہوئی ہے۔ یہ خواب دیکھ کر جوان بیدار ہوا تو فوراً شیعہ بن گیا اور مجاورِ کربلا بن گیا۔ (دارالسلام، ج ۲، ص ۱۶۲)

اس وقت اچانک خود بخود ذہن میں شعر آ گئے۔ مناسب ہے کہ ان کو تحریر کیا جائے:

۷۳۔ نگارندہ مرثیہ گو کا مرثیہ

مجھے اس باپ پر فخر ہے کہ ہمیشہ کربلا کی بات ہوتی ہے
ہمارا دل کربلا کے ظلم و جور کو یاد کرتا ہے
اس کا دل کربلا ہے کوچہ حسینؑ میں رہتے ہیں
کہ ہماری طرح کے دور دراز کے لوگ کربلا کی آرزو رکھتے ہیں
کربلا والوں کے چہلم میں ہم روتے ہیں
کہ جیسے حضرت زینبؑ چہار سو منہ کر کے روتی تھیں
ان کربلا کے بھوکے پیاسوں کی یاد مجھے آتی ہے
تو میں پورے طور پر کربلا کا ذکر کرتا ہوں
اگرچہ میں اس سرزمین پر بظاہر رہ رہا ہوں
لیکن مجھے کربلا سے ہی عشق و وابستگی ہے
اگر ظالم ہم کو زیارت کیلئے نہیں جانے دیتے ہیں
تو ہم خاک کربلا کو چوم کر بوئے کربلا سونگھ لیتے ہیں
اگر حسینؑ کے راستے کی خاک ہم گنہگاروں پر پڑ جائے
تو ہم کو زبردست عزت حاصل ہو جائے گی
نگارندہ کہتا ہے کہ یہی وجہ ہے کہ مجھے مکرر کہنا پڑ رہا ہے

۷۴۔ مرثیہ نگاروں اور نوحہ خوانوں کا بلند رُتبہ ہونا

ابو عمارہ شعر پڑھنے والا شاعر کہتا ہے کہ ایک روز میں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں پہنچا۔ امام نے فرمایا کہ چند شعر مرثیے کے امام حسینؑ کی شان میں تعزیت کے

سنا۔ میں نے شعر پڑھنا شروع کر دیے تو امام رونے لگے یہاں تک کہ آپ کے رونے کی آواز گھر سے باہر جانے لگی۔ اب فرمایا کہ تم نوحہ خوانی بھی تو کرتے ہو اب نوحہ بھی پڑھو۔ میں پڑھتا گیا یہاں تک کہ امام لگاتار روتے رہے اور آپ کے گریئے کی آواز پشتِ خانہ پر جانے لگی۔ پھر امام کے گھر کے اہلِ خانہ بیوی بچے کنیزیں سب کے سب رونے لگے۔ جب ہم لوگوں نے پڑھنا بند کیا تو امام تعریف کرنے لگے کہ سب حضرات نے بہت اچھا اچھا کلام پڑھا اور فرمایا کہ جس نے پچاس نفر کو گریہ کرایا رلایا تو اس پر جنّت واجب ہو جاتی ہے اور اگر تیس افراد کو گریہ کرائے گا تو بھی اہل بہشت ہو جائے گا اور جو کوئی بیس انسانوں یا دس انسانوں بلکہ پانچ انسانوں کو گریہ کرائے گا وہ اہلِ بہشت میں سے ہوگا بلکہ ایک نفر کو رلانے والا بھی اور جو شخص تنہائی میں بھی مرثیہ پڑھ کر روئے گا یا رونے جیسی شکل بنائے گا اس پر بھی جنّت واجب ہو جائے گی (جلاء العیون، ص ۴۸۷)

اور جو شخص بھی غمِ حسینؑ منائے گا یا خلوص نیت سے مرثیہ پڑھے گا اور ادائے واجبات کرے گا ترکِ محرمات کرے گا لامحالہ جنّت کا مستحق ہوگا۔ تو اب چاہیئے کہ شاعرانِ اہلِ بیتؑ، مرثیہ خوان، نوحہ خوان، اپنی عظمت کو بلند سے بلند تر جانیں۔

۷۵۔ اس سلسلے کی دوسری مثالیں

شیخ کشی نے زید شحام سے نقل کیا ہے کہ اہلِ کوفہ کی جماعت خدمتِ امام جعفر صادقؑ میں گئی جعفر بن عفان بھی امام کی خدمت میں آ گئے۔ امام ان کی بہت تعظیم کرتے تھے اپنے پاس بٹھاتے تھے اور فرمایا اے جعفر۔ جعفر نے کہا لبیک یا مولا حاضر ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کردے۔ امام نے فرمایا کہ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ تم غمِ حسینؑ میں نوحہ خوانی و مرثیہ خوانی کرتے ہو۔ جواب دیا ہاں پڑھتا ہوں میری جان

آپ پر قربان ہو جائے میں تو عرصۂ دراز سے مرثیہ پڑھتا ہوں۔آپ نے فرمایا کہ اچھا تو مرثیہ خوانی شروع کرو۔ جعفر مرثیہ خوانی میں مشغول ہو گئے۔ امام اور تمام حاضرین بزم رونے لگے۔ امام اس قدر روئے کہ آپ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔امام نے فرمایا کہ خدا کی قسم یہاں پر ملائکہ آئے ہوئے ہیں اور تمہارا مرثیہ بھی سنا اور کافی گریہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے نعمت ہائے بہشت تم پر واجب کر دی ہیں۔تمہارے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔اس کے بعد فرمایا کہ اے جعفر اگر میری باتیں پسند ہوں تو اور زیادہ بیان کروں جعفر نے کہا آقا ضرور ضرور بیان فرمائیں تب آپ نے فرمایا کہ جو شخص بھی غمِ امام حسینؑ میں شعر کہے گا خود روئے گا یا دوسروں کو رلائے گا خداوندِ عالم اس کو بہشت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے گا۔ (جلاء العیون، ص ۴۸۷)

۷۶۔غم حسینؑ میں بہایا گیا آنسو قیمتی ہیرا بن جاتا ہے

روایت کی گئی ہے کہ روزِ قیامت جب بندے کی حاضری اللہ تعالیٰ کے سامنے ہو گی تو جتنے بھی گناہ کیے ہیں نامۂ اعمال اس کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا اور بندہ خجالت و شرمندگی کی وجہ سے دوزخ کی طرف چلنا شروع ہو گا۔یکا یک آوازِ پروردگار آئے گی کہ اے بندے اگر چہ تیرے گناہ بہت ہیں نیک اعمال کم ہیں لیکن ایک امانت تمہاری ہمارے پاس ہے آؤ اور ہم سے اپنی امانت لے لو فرشتے اسے اجازت دینگے تا کہ امانت حاصل کر لے۔ جب بندہ وہ امانت لے کر اسے دیکھے گا تو چمکدار موتی (ہیرا) نظر آئے گا کہ جسے باریک حریر و سندس کے لباس میں لپیٹا گیا ہو گا۔ بندہ کہے گا یا اللہ میں نے یہ امانت تجھے کس وقت سپرد کی تھی کہ اس کی مثل کوئی گوہر بادشاہ کے خزانوں میں بھی نہیں پایا گیا کس قدر قیمتی موتی ہے۔ ہیرا جواہر ہے۔ (جلاء العیون، ص۔ ۴۸۷)

اور دنیا میں میں نے ایسا قیمتی موتی کبھی بھی نہیں دیکھا تھا۔تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا

کہ تمہاری یہ امانت اس روز کی ہے کہ جب تم ذکرِ حسینؑ (مجلس) میں سن کر رو رہے تھے اور تمہاری آنکھوں سے آنسو غمِ حسینؑ میں بہے تھے۔ ہم نے ان قطراتِ اشک (آنسوؤں) کو محفوظ کر لیا کیونکہ ہم کو ذکرِ حسینؑ بہت پیارا لگتا ہے۔ ہم نے وہ قطرے نایاب گوہر بنا کر آج تمہیں دے دیئے۔ اگرچہ عبادت تم نے کم کی ہے نامۂ اعمال کمزور ہیں اور آج کے روز کہ جب تم لاچار نظر آتے ہو تو ہم اس قیمتی تحفے سے تم کو عزت دیں گے۔ اب یہ گوہر نایاب تم ہمارے ہاتھ ہی بیچ دو کیونکہ کوئی دوسرا میرے علاوہ اس کی قیمت ادا نہیں کر سکتا ہے اور پھر یہ گوہر نایاب پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں پیش کریں گے تاکہ گوہر کی قیمت ادا کریں۔ سب سے پہلے حضرت آدمؑ فرمائیں گے کہ بارِ الٰہی اس گوہر کی قیمت یہ ہے کہ آج کے دن کی تپش اور گرمی سختی سے اس کو محفوظ رکھ تو خداوندِ کریم فرمائے گا کہ تم نے تو اس گوہر کی قیمت کم کر دی پھر حضرت ابراہیمؑ اس کی قیمت یہ ہے کہ اس کے صاحب سے حساب و کتاب کچھ بھی نہ لے اور اپنے عرش کے نیچے اس کو محفوظ رکھ۔ اسی طرح تمام انبیاء قیمت کی سفارش کرتے رہیں گے یہاں تک کہ ہمارے نبیؐ کا نام آئے گا تو آپ فرمائیں گے کہ خداوندہ اس کی قیمت کے بارے میں امام حسینؑ سے ہی پوچھ لیا جائے۔ اب امام حسینؑ کو بلایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ جتنی بھی زیادہ سے زیادہ قیمت دے سکتے ہو اسے دے دو ہمیں تمہاری ہر بات گوارا ہے۔ آپ فرمائیں گے کہ اس موتی کے مالک کو اس کی قیمت کے بدلے میں حساب کتاب ختم ہو جائے۔ صراط سے بآسانی گزر جائے، قیامت میں زبردست پیاس لگی ہوگی پیاس سے نجات دی جائے اور میرے باپ علیؑ مرتضیٰ کے ہاتھوں سے جامِ کوثر دیا جائے ثوابِ شہداء عطا کیا جائے اور جنّت میں میرے قریب رکھا جائے۔

پھر خدا فرمائے گا اے حسینؑ جو بھی قیمت اس موتی کی تم نے مقرر کی ہے ہم اسے

خریدتے ہیں اور تم سے قبول کرتے ہیں۔ اسے بھی بخش دیا بلکہ موتی والے صاحب کو اتنا بھی اختیار دیتے ہیں کہ جسے بھی چاہے اپنے ساتھ جنّت میں داخل کرلے۔

(تحفۃ المجالس، نقل از بحرالمصائب، ص ۳۳۶)

۷۷۔ آنسو زخمِ حسینؑ کا مرہم ہیں

کتاب انیس الذاکرین میں لکھا ہے۔ احمد نام کا کوئی ہندوستان کا رہنے والا تھا اس نے بیان کیا ہے کہ ایک سال میں حج کرنے گیا تو ایک ایسے جزیرے میں پہنچا کہ مجھے دریا کی طرف سے ایک آواز آئی۔ میں نے غور سے سنا تو چند لوگوں کی آواز آرہی تھی کہ اے حسینؑ۔ اے غریبِ حسینؑ خداوندِ عالم تیرے قاتلوں پر لعنت کرے یہ سن کر مجھے قدرے خوشی ہوئی اور میں نے بھی بلند آواز سے کہا کہ تم لوگوں کو حسینؑ امام ہی کی قسم دیتا ہوں مجھے یہ بتاؤ کہ تم کون لوگ ہو۔ ایک زوردار آواز آئی کہ ہم دریائی جن ہیں کہ جو مظلوم حسینؑ پر رات دن گریہ کرتے ہیں۔ پس جیسے ہی میں نے یہ آواز سنی تو مجھ پر اتنا زبردست گریہ طاری ہوا کہ مجھے یقین ہوگیا کہ میں غمِ حسینؑ میں روتے روتے اندھا ہو جاؤں گا پھر میں نے اپنے آپ سے کہا کہ اے احمد تیرے سر پر خاک ہو کہ دریائی مخلوق۔ جن اور جناتنیاں حسینؑ مظلوم پر گریہ کررہے ہیں اور تم خاموش ہو اب میں زور زور سے خوب چلاّ کر رونے لگا پھر جب خواب میں رات کو سویا تو خواب میں دیکھا کہ امام حسینؑ بدن پارہ پارہ کے ساتھ کھڑے ہیں اور خون زخموں سے بہہ رہا ہے۔ یہ خواب پریشان دیکھ کر میں بیدار ہوا پھر دوبارہ میں نے خواب میں حسینؑ کو کھڑے ہوئے دیکھا کہ آپ کے تمام زخم اچھے ہوگئے ہیں مگر ایک زخم سینے کا تازہ ہے۔ میں آپ کے قریب گیا اور پوچھا میرے امامؑ مولا و آقا پہلے میں نے بدن پارہ پارہ خون بہتا ہوا دیکھا تھا لیکن اب تھوڑی ہی دیر بعد عجب چیز دیکھ رہا ہوں کہ تمام جسمانی زخم

اچھے ہو چکے ہیں۔ امام حسینؑ نے فرمایا۔ اے احمد تم یہ بات نہیں جانتے ہو کہ شیعوں کا مجلسوں میں رونا، آنسو بہانا یہ آنسو ہی میرے زخموں کا مرہم ہیں۔ پھر میں نے کہا کہ اے مولاؑ یہ آپ کے سینے کا زخم کیوں اچھا نہیں ہوا۔ تو امام نے روتے ہوئے جواب دیا کہ یہ سینے میں داغ میرے لال علی اکبرؑ کا ہے کہ جو تا قیامت ایسا ہی ہرا و تازہ رہے گا اور اچھا نہیں ہوگا پھر یہ خواب دیکھ کر میں بیدار ہو گیا۔

(تحفۃ المجالس نقل از بحر المصائب۔ ص۔ ۳۲۷)

یہ شعر مداح اہلِ بیتؑ مرحوم توحیدی کے ہیں۔

۷۸۔ توحیدی شاعر کا مرثیہ

جو شخص بھی صدق دل سے حسینؑ سے التجا کرتا ہے
تو حسینؑ اس کے دردوں، غموں کو دور کر دیتے ہیں
جو شخص بھی غم و رنج رکھتا ہے
اس کے بدن کے زخموں کا مرہم عزائے حسینؑ ہے
فرمایا کہ مومنین کے آنسو میرے لئے شفاء ہیں
اگر چہ شیعہ لوگ محبت میں وفا کرتے ہیں
امام وقتِ رخصت درِ خیمہ پر آ کر زینبؑ کو آواز دیتے ہیں
بہن خدا حافظ اللہ تعالیٰ ہی تم کو اجر عطا فرمائے گا
اور وہ پرانا لباس کرتہ جو فاطمہؑ نے حسینؑ کا سیا تھا
روزِ محشر تک اس کا ذکر چلتا رہے گا
ان کو بلاؤ تا کہ کفن لاش پر ڈال دیں
ممکن ہے دشمن کو بھی حیا آ جائے

کل کے روز میرے شہید ہونے پر اہلِ بیتؑ کو قتل گاہ لایا گیا

یہ پرانا لباس تم کو پہنا کر دیکھ لوں

امام نے پرانا لباس نیچے پہنا تھا کہ لاش برہنہ نہ رہ جائے

اب دیکھو دشمن ذلیل نے تمہارے ساتھ کیا کیا ہے

تیرا سر کاٹ کر نیزے پر رکھا اور بدن پائمال کیا

اب زینبؑ بے کس کیلئے کونسا مددگار ہے

مثلِ بلبل کے غمِ حسینؑ میں آہ کرتے ہیں

ہم نے قتل گاہ دیکھی اور بے ساختہ نالے دہن سے نکلنے سے

دل میں چمن کی جستجو ہوئی لیکن پھول نظر نہ آیا

غموں سے نزدیک تھا کہ ہماری جان نکل جائے

ہمیں امام کے پیرہن لباس کا خیال آ گیا

امام حسینؑ نے اپنا وعدۂ طفلی نبھا دیا

یہ بال و پر، گھاس اور درخت دیکھو

سب جگہ سے نالۂ جاں کاہ کی صدا آ رہی ہے

اے بہن زینبؑ آؤ، میری مدد کرو

کہ ظالموں نے چمنِ زہرا کو آگ لگا دی ہے جفا کر رہے ہیں

ہم وہ ساربان ہیں کہ سوائے محبت کے ہمارے پاس اور کچھ نہیں ہے

ایسا ظلم کسی نے نہ دیکھا ہوگا کہ تیرے ہاتھ کاٹے گئے

حضرت زینبؑ نے بھائی کی محبت میں حقِ خواہری ادا کر دیا

اور کربلا کے بعد کوفہ و کوچہ و بازار میں خطبے دے کے حق ادا کیا!

اے اہلِ بیتؑ تم کو اللہ سے اس قدر گہرا عشق تھا کہ

قید خانہ شام، کیسی کیسی تکلیفیں برداشت کیں

اور جس وقت آپ جنّت میں پہنچ گئے

ہم سے اشارے میں بتاؤ کہ علیؑ نے کتنا پیار کیا

ان سے کہو کہ زینبؑ قیدی بن گئیں

اور اب ظالموں کی قید سے کون رہا کرائے گا

توحیدی اب یہ داستان ختم کرو

اللہ کے عشق میں کس کی مجال ہے جو چون و چرا کرے۔

(در گلچین نوائی وعصارہ توحیدی)

۷۹۔ غمِ حسینؑ میں رونے سے شفاعت ہوتی ہے

روایت کی گئی ہے کہ ولادتِ امام حسینؑ سے پہلے ہی رسولؐ خدا نے بی بی فاطمہؑ کو کربلا کی خبر دی تھی۔

فاطمہؑ زہرا نے جب حسینؑ کا واقعہ سنا تو بے انتہا گریہ کیا اور بابا رسولؐ خدا سے فرمایا کہ یہ واقعہ کس زمانے میں ہوگا۔ رسولؐ خدا نے جواب دیا کہ اس وقت نہ تم موجود ہوگی نہ میں ہوں گا نہ علیؑ ہوں گے نہ حسنؑ ہونگے۔ بی بی فاطمہؑ نے کہا بابا جان پھر میرے لال حسینؑ پر کون روئے گا۔ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ امت کی عورتیں کربلا کی عورتوں پر اور مرد کربلا کے مردوں پر اور بچے کربلا کے بچوں پر ماتم کریں گے اور ہر سال محرم میں عزائے حسینؑ برپا کیا کریں گے۔ پس تمہیں چاہیے کہ ان کی عورتوں کی قیامت میں شفاعت کرنا اور میں مردوں کی شفاعت کراؤں گا جو بھی حسینؑ کے غم میں روتا ہے میں اس کا ہاتھ پکڑ کر جنّت میں لے جاؤں گا اور فاطمہؑ کے ساتھ ایسی آنکھیں قیامت میں

شادرہیں گی باقی روئیں گی مگر حسینؑ پر رونے والی آنکھوں خوش وخرم رہے گی۔ **فانها ضاحکه مستبشره بنعیم الجنه**۔ (بحارالانوار، ج ۴۴، ص ۲۹۲)

۸۰۔ جب بھی غم پڑے حسینؑ پر گریہ کرو

یہ واقعہ سن ۱۳۴۳ ہجری کا ہے جو ایک واعظِ محترم نے بیان کیا ہے کہ بحرین شہر میں ایک عورت تھی جس کے بیٹے کا نام محمد تھا۔ وہ ابتدائے جوانی میں ہی انتقال کر گیا تھا۔ روزانہ اس کی ماں قبر پر جا کر رویا کرتی تھی۔ ایک روز اس نے سوچا کہ فرزند کو تو روزانہ ہی روتی ہوں میرا بیٹا جو مکمل طور پر شیعہ ہو گیا تھا تو کیوں نہ میں آج حسینؑ پر گریہ کروں۔ لہٰذا وہ مومنہ امام حسینؑ کی یاد میں نوحہ سرائی کرنے لگی اور خوب روتی رہی اور ایسے شعر بھی پڑھے کہ آپ حسینؑ امام۔ نزدیک نہر فرات تین روز کے بھوکے پیاسے دنیا سے سدھارے اور آہ ہو۔ زینبؑ ام کلثومؑ اور سکینہؑ پر کہ چاہتی تھی کہ ہم گریہ کریں۔ حسین پر تو وہ ظالم بے رحم آپ کو تازیانے مارتے تھے اور پھر امام حسینؑ اور جملہ شہدائے کربلا اور اسیرانِ کربلا کے مظالم یاد کر کے روتی رہی پھر اپنے بیٹے کی قبر کی طرف آئی تو دیکھا کہ ایک مومنہ ایک بی بی سیاہ پوش اس کے بیٹے کی قبر پر بیٹھی رو رہی ہیں اس نے سوچا کہ اس مومنہ کا جوان فرزند بھی دنیا سے اٹھ گیا ہے غم کی وجہ سے یہ اپنے بیٹے کی قبر بھول کر میرے بیٹے کی قبر کو اپنے بیٹے کی قبر سمجھ رہی ہے یہ بی بی ان کے قریب گئیں اور کہا کہ شاید تمہارا بھی کوئی جوان فرزند مر گیا ہے۔

اور شاید تم اپنے بیٹے کی قبر بھول گئی ہو ان سیاہ پوش بی بی نے فرمایا کہ نہیں میں اپنے بیٹے کی قبر نہیں بھولی ہوں بلکہ میں تیرے فرزند کیلئے گریہ کر رہی ہوں اور اس لئے کہ تو بھی تو میرے فرزند کیلئے گریہ کر رہی ہے۔ اس نے پوچھا آپ کا فرزند کون تھا تو بی بی نے فرمایا کہ میرا بیٹا حسینؑ ہے غریب حسینؑ ہے۔ چونکہ آج تو میرے لال حسینؑ پر گریہ

کر رہی ہے۔ اس لئے میں تیرے لال کی قبر پر گریہ کر رہی ہوں۔

(۲۷ داستان از شفاعت امام حسینؑ، ص ۸۴، مصنف، آیت اللہ میر رضا حسینی الارزی)

۸۱۔ امام حسینؑ اپنے رونے والوں پر بہت مہربان ہیں

بہت معتبر خبر ہے۔ عبداللہ بن ابو بکر سے روایت کی گئی ہے کہ امام جعفر صادقؑ سے سوال کیا کہ آقا اگر قبرِ امام حسینؑ کو کھول کر (کھود کر) دیکھا جائے تو کیا کیا سامان ملے گا۔ تو آپ نے جواب دیا کہ اے بکر کے بیٹے تم نے بھی عجیب الجھا ہوا سوال کیا ہے۔ امام حسینؑ تو اپنے ماں باپ بھائی اور جد کے ساتھ جنّت میں سکونت پذیر ہیں اور کبھی کبھی عرش کے دائیں طرف سے آواز دیتے ہیں کہ اے میرے رب میں نے اپنا وعدہ پورا کیا اب تو بھی اپنا وعدہ پورا فرما اور امام حسینؑ اپنے تمام زائروں کو دیکھتے ہیں اور ان کو اتنی اچھی طرح سے پہچانتے ہیں کہ نام۔ اب و جد۔ قبیلہ۔ ماں باپ بہن بھائی سب کو ہی جانتے ہیں اور اپنے رونے والوں سے بہت پیار کرتے ہیں اور ان کے لئے طلبِ بخشش کرتے ہیں اور اپنے آبا و اجداد سے کہتے ہیں کہ زائرین کیلئے استغفار کریں اور فرماتے ہیں کہ مجھ غریب پر گریہ کرنے والے تجھے کیا معلوم؟ کہ اس کے بدلے اللہ تعالیٰ تجھے کتنا اجر عطا فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ تمام گناہ بھی زائر کے معاف فرماتا ہے۔ (منتہی الآمال، ج۔۱، ص۔۲۱۳)

۸۲۔ جو شخص بھی حسینؑ کے غم میں رونے سے روکتا ہے

سید علی حسینی نے حکایت بیان کی ہے کہ کہتے ہیں کہ میں مشہد شہر میں حضرت امام علی رضا بن موسیٰ کاظم علیہ السّلام کا مجاور تھا۔

میرے ایک دوست نے روزِ عاشورہ امام حسینؑ کی شہادت کی بحث چھیڑ دی اور پھر

کہا کہ امام محمد باقرؑ نے فرمایا ہے کہ جو شخص بھی عزائے حسینؑ میں گریہ وزاری کرے گا خواہ اسکے گناہ کتنے ہی زیادہ ہوں (بھیڑ کے بالوں کے برابر ہوں) یا سمندر کے قطروں کے برابر ہوں سب کو اللہ تعالیٰ معاف کردے گا۔

حاضرین بزم میں سے ایک شخص نے اس بات کا انکار کیا اور کہنے لگا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ یہ بات عقل میں نہیں آتی۔ ہمارے درمیان بحث میں تیز م تازی آگئی یہاں تک کہ محفل برخاست ہوگئی اور ہم سب الگ الگ چلے گئے لیکن وہ منکر شخص اپنی بات پر مصر رہا ایک روز کے بعد جب منکر سے ملاقات ہوئی تو بہت شرمندہ ہوا اور تعریف کرنے لگا کہ شب گزشتہ جو بحث ہم میں ہو رہی تھی تو جب میں سویا تو خواب میں دیکھا کہ قیامت آگئی ہے تمام زمین ہموار ہوگئی ہے۔ ہر شخص کے نامۂ اعمال کھلے ہوئے ہیں جہنم کی آگ تیز ہو رہی ہے۔ بہشت بھی سجائی ہوئی ہے اور اس منکر پر پیاس کا غلبہ ہے بہت زیادہ پیاسا ہے اور اسے پانی کی طلب ہو رہی ہے۔ اپنے دائیں بائیں دیکھا تو حوضِ کوثر نظر آیا۔ دیکھا کہ رسولخداؐ، حضرت علیؑ اور بی بی پاک حضرت فاطمۃ الزہراؑ غم واندوہ کے عالم میں حوضِ کوثر پر کھڑی ہیں۔ یہ منکر کہتا ہے کہ میں پیچھے کی طرف سے بی بی کے پاس گیا سلام کیا تو بی بی نے غور سے دیکھا اور کہا کہ تو ہی تو ہے کہ میرے لال حسینؑ پر گریہ کرنے کی فضیلت سے انکار کرتا ہے۔ (جلاء العیون، ص ۲۹۰)

۸۴۔ چھوٹا بچہ تنور میں جلنے کے بعد زندہ رہا

معجزۂ امام حسینؑ ملا علی نقی یزدی نے کتاب مقتل میں روایت نقل کی ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو واقعہ شہادتِ کربلا سے مطلع کیا تھا اور بنی اسرائیل روزانہ صبح کو مجلس حسینؑ برپا کیا کرتے تھے ایک روز ایک عورت اور اس کا شوہر دونوں عزاداریٔ حسینؑ میں مشغول تھے کہ اچانک ان کا ایک چھوٹا بچہ نیند سے بیدار ہوا اور

بے خبری میں تنور میں گر گیا۔ تنور روشن تھا یہ دیکھ کر عورت نے فریاد بلند کی اور اپنے کو خاک پر گرا دیا اور کہنے لگی کہ یا خدایا؟ تجھے قسم دیتی ہوں حسینؑ مظلوم کی میرے بچے کو زندہ وصحیح وسلامت مجھے دے دے اور واسطہ ہے جدو پدر امام حسینؑ رسولؐ خدا اور حضرت علیؑ کا کہ مجھے اس غم سے فوراً نجات دے دے۔

ناگاہ لوگوں میں شور ہوا کہ انہوں نے معجزۂ امام حسینؑ دیکھا کہ چھوٹا بچہ جو تنور میں گر گیا تھا وہ صحیح وسلامت زندہ تنور سے باہر آرہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ آپ تمام حضرات گواہ رہنا کہ میں حسینؑ کا آزاد کیا ہوا ہوں مجھے انہوں نے ہی بچایا ہے۔ جب اس بچے سے واقعہ دریافت کیا گیا تو اس نے تفصیل بتائی کہ جب میں جلتے تنور میں گر گیا تو مجھے امام حسینؑ کے پاس لایا گیا۔ جب امامؑ نے مجھے دیکھا تو بہت پیار کیا اور محبت سے پیش آئے اور حکم دیا کہ اس بچے کو اس کے والدین تک پہنچا دو۔ اب چونکہ میری ماں نے پنجتن کا واسطہ دیا تھا حسینؑ کا واسطہ دیا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے بچا دیا۔ اس واقعہ کو بنی اسرائیل روزانہ صبح کو تمام عوام الناس ایک جگہ اکھٹے ہو کر پڑھا کرتے تھے تعزیہ داری کرتے تھے۔ مجلسِ حسینؑ بپا کرتے تھے اور امام حسینؑ کے قاتلوں پر ہمیشہ لگاتار لعنت کرتے تھے۔ (داستانہائے حسینی ص ۸۷)

۸۴۔ حاجی محمد دلوازی کا ہاتھ مفلوج تھا صحیح ہو گیا برکت سے عزاداری کی

آخوند ملا علی اکبر تبریزی نے اپنی کتاب مقتل میں (ریاض المصائب میں) روایت کی ہے کہ جب ہم امام رضا علیہ السّلام کی زیارت کر کے واپس آرہے تھے اور شہر 'تون' پہنچے تو وہاں پر ایک شخص بہ نامی علی اکبر نے یہ قصہ ہم کو سنایا۔ حاجی محمد نام کے جو دلواز گاؤں کے رہنے والے تھے کہ ملا فاضل کہے جاتے تھے ایک روز گھوڑے سے زمین پر گر گئے اور سیدھا ہاتھ ٹوٹ گیا اور خراب ہو کر چھوٹا اور کمزور پتلا ہو گیا۔ کافی علاج کیا

مگر فائدہ نہ ہوا کافی دن بھی گزر گئے تھے۔ ہاتھ کمزور ہونے کی وجہ سے اسے ایک تھیلی میں کر کے اپنے پہلو سے باندھ رکھا تھا اور چاہتے تھے کہ ٹوٹی ہوئی ہڈی کا معائنہ کسی بڑے طبیب (جراح) سے کرائیں۔ ان کا کام تھا مجلسِ حسینؑ برپا کرنا۔ تیرہ (۱۳) محرم کو ۱۱۸۶ ہجری کا واقعہ ہے کہ عزاداری میں مشغول تھے اور دوسرے ہاتھ سے محروم ہو چکے تھے ایک ہاتھ سے ماتم کرتے تھے ایک شخص نے کہا کہ آپ دونوں ہاتھ استعمال کیوں نہیں کرتے۔ یہ بات سن کر ملا فاضل کو افسوس ہوا لیکن اس کی بات کا جواب نہ دیا۔ رات کو جب میں گھر آیا تو دیکھا کہ بچوں نے کھانے پینے کا سارا سامان فقیروں کو دے دیا اور خود بھوکے سو گئے۔ اب انہوں نے سوچا کہ پیر مرد (کسی مردِ فقیہ) سے کھانے کا سامان لے آئیں اور وہ لوگ ملا فاضل کے حق میں دعا کر رہے ہیں اور ملا فاضل بھوکا سو رہا ہے۔ خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ مسجد میں کافی مجمع بھرا ہوا ہے اور سب کے سب عزاداریٔ حسینؑ میں مشغول ہیں۔ اچانک کیا دیکھتا ہے کہ ایک مردِ نورانی سیاہ لباس پہنے اور سبز عمامہ لگائے ہوئے تمام حضرات عزاداری میں مشغول ہیں بزرگ کے پیچھے گیا اور چاہا کہ ان کو اپنا تعارف کرائے کہنے لگا کہ میں (اسد اللہ الغالب ہوں) علیؑ بن ابو طالبؑ ہوں۔ چاہتا ہوں کہ اپنے دونوں ہاتھوں سے آغوش میں لے لوں پھر اچانک خواب سے بیدار ہو گیا۔

دیکھا کہ میرا پورا مکان روشنی سے بھرا ہوا ہے اور نور اس کے گھر سے باہر تک جا رہا ہے اور جانبِ صحرا نور جا رہا ہے۔ ملا فاضل نے فوراً ہی بے اختیار (یا علیؑ مدد کہا) اور نور کے ساتھ دوڑنے لگے۔ پھر نور ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا ان کے ہمسائے ان کی تیز آواز (یا علیؑ مدد) سن کر بیدار ہو گئے اور کیا دیکھتے ہیں کہ ان کا سوکھا ہوا ہاتھ بالکل تندرست و صحیح و سالم ہو گیا ہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد کی ملا

علی اکبر تونی اور چند دیگر (ثقہ) متقی و پرہیز گار حضرات نے کہا ہے کہ ان کے ہاتھ پر آگ بھی اثر نہیں کرتی تھی اور جس بیمار پر یہ ہاتھ رکھ کر مس کر دیتے تھے تو مریض شفایاب ہو جاتا تھا۔ (داستانہائے حسینی، ص، ۸۸)

۸۵۔ بیماری ختم ہوگئی ایک مؤلف کی

علی بن محمد شفیع نے مقدمہ کتاب محترق الفوائد میں لکھا ہے کہ میں ایام جوانی میں بیمار ہو گیا اور اتنا شدید بیمار ہوا کہ مشہور اطبا نے لاعلاج کر دیا ہے۔ سب جراح ناامید ہو گئے، حالتِ بے ہوشی میں دیکھا کہ حضرت امیر المومنین علیؑ بن ابو طالبؑ اور بی بی فاطمۃ الزہراؑ بنت خدیجۃ الکبریٰ تشریف لائے ہیں تو میں نے کچھ باتیں مولا سے دریافت کیں۔ مولا نے جواب دیا اور فرمایا کہ میرے لال حسینؑ کی مجلس عزا قائم کرو کہ جس کے بدلے میں رونے والوں کے جتنے آنسو کے قطرے جاری ہونگے ان کے بدلے اللہ تعالیٰ تمہاری سات نسلوں کو بخشش دے گا۔

میں نے بہ نفس نفیس جب یہ سنا تو میں ایک دم شفایاب ہو گیا پھر میں نے اپنی ہمت بلند کی اور کتاب "محترق الفوائد" لکھی اور جب بھی ممکن ہوتا تھا تو کچھ لوگوں کو اکٹھا کر کے مجلسِ حسینؑ برپا کیا کرتا تھا۔ (داستانہائے حسینی، ۸۹)

۸۶۔ فرشتہ فطرس اور صلصائیل کی خطا معاف ہونا

امام حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب امام حسینؑ پیدا ہوئے تو خداوندِ عالم نے حضرت جبرئیلؑ کو ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ بھیجا تا کہ رسولؐ خدا کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبارک باد پیش کریں۔ جناب جبرئیلؑ اس جزیرے کی طرف سے گزرے کہ جہاں پر فرشتہ فطرس بال و پر ٹوٹا ہوا سزا کے طور پر ایک گڑھے میں پڑا ہوا تھا۔ یہ فرشتہ بھی مقرب بارگاہ تھا عبادت میں مشغول تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اختیار

دیا تھا کہ چاہے دنیا کی سزا بھگت لے چاہے آخرت کی۔ فطرس نے دنیا کی سزا گوارا کی تھی چنانچہ مجبور وہ فرشتہ پڑا ہوا تھا اور کوئی بھی حیوان اس طرف سے گزر نہیں سکتا تھا اور اس کے پیروں کے نیچے سے ایک دھواں (آگ کا دھواں) بلند رہتا تھا۔ جب فطرس نے دیکھا کہ جبرئیلؑ ادھر سے آسمان پر چلے گئے وہاں جا کر دیکھا کہ چوتھے آسمان پر صلصائل فرشتہ عذابِ خداوندی میں گرفتار ہے اور ایک کونے میں پڑا ہوا ہے۔ صلصائیل نے جبرائیلؑ سے کہا کہ کیا قیامت آگئی ہے۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ نہیں بلکہ میں زمین کی طرف (دنیا میں) جا رہا ہوں تا کہ حسینؑ کی پیدائش پر رسولؐ خدا کو مبارک باد پیش کروں۔

صلصائیل نے کہا کہ اے میرے حبیب دوست جبرئیلؑ دنیا کی طرف جاؤ اور رسولؐ خدا سے کہو کہ آپ میرے شفیع ہو جائیں تا کہ خدا مجھے اس عذاب سے نجات دے اور راضی ہو جائے۔ جبرائیلؑ نے اس فرشتے کا پیغام بھی رسولؐ خدا کو پہنچایا۔ جنابِ رسولؐ خدا کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میرے لاڈلے حسینؑ کو لاؤ چنانچہ اس مولودِ مبارک کو لایا گیا تو آپ نے دونوں ہاتھوں پر بلند کر کے (حسین کو بلند کر کے) اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے خدا بحق حسینؑ ابن علیؑ (نومولود بچہ) صلصائیل سے راضی ہو جا۔ ناگاہ آواز آئی میں راضی ہو گیا اس لئے کہ حسینؑ کی منزلت میرے نزدیک بہت بلند ہے۔ (مناقب ابن شہر آشوب، جلد ۴، ص ۴۷)

۸۷۔ امام حسینؑ کا شیر خواری کا زمانہ

امام حسینؑ نے اپنی والدۂ گرامی یا کسی اور دائیہ کا دودھ نہیں پیا یا پھر جب رسولؐ خدا تشریف لاتے تھے تو رسولؐ اللہ اپنا انگوٹھا دہنِ اقدس امام حسینؑ میں ڈالتے تھے اور انگلیاں بھی حسینؑ چوسا کرتے تھے اور ایک روز چوس کر تین روز تک پیٹ بھرا رہتا تھا۔
(کافی جلد ۲، ص ۴۸۵ تا ۴۸۷)

اس طرح حسینؑ کا خون اور گوشت رسولؐ خدا کے خون سے متصل ہوگیا (پیدا ہوگیا) اور چھ مہینے میں کوئی بچہ زندہ پیدا نہیں ہوا کہ دنیا میں مثال قائم ہو صرف امام حسینؑ اور حضرت یحییٰؑ یہ دونوں چھ مہینے میں پیدا ہوئے ہیں۔ (جلاء العیون ،ص ۲۸۰)

جناب رسولؐ خدا کا یہ قاعدہ تھا کہ آپ امام حسینؑ کو گود میں لیتے تھے اور اپنی زبان حسینؑ کی زبان میں ڈال دیتے تھے۔ حسینؑ اپنے نانا جد رسولؐ خدا کی زبان کو چوستے تھے اور اسی سے پیٹ بھر جاتا تھا اور پھر کسی دوسری عورت کا دودھ نہیں پیا۔ اب یہاں دو باتیں اکٹھی ہوگئیں کہ (۱) رسولؐ خدا، حسینؑ کو انگوٹھا انگلیاں چسایا کرتے تھے اور (۲) اپنی زبان کو امام حسینؑ کے منہ میں ڈالتے تھے۔

ابوالفضل خیرانہ نے اپنی مضبوط سندوں کے ساتھ بیان کیا ہے کہ امام حسینؑ کی ولادت کے وقت رسولؐ خدا کو یہ بات پسند نہیں تھی کوئی دایہ حسینؑ کو دودھ پلائے۔ چنانچہ امام حسینؑ کو آپ گود میں لے کر اپنا انگوٹھا دہن اقدسِ امام حسینؑ میں دیتے تھے اور آپ انگلیاں اور انگوٹھا چوس کر پیٹ بھر لیتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے امام حسینؑ کی غذا یہی قرار دی تھی کہ رسولؐ خدا اپنی زبان دہن اقدس امام حسینؑ میں دیتے تھے اور جس طریقے سے کہ پرندہ پرندے کو دانہ بھراتا ہے رسولؐ خدا نے چالیس روز تک امام حسینؑ کو زبان چسائی تو اب جو خون اور گوشت اُگا اس میں رسولؐ خدا کا گوشت بن گیا۔

(مناقب ابن شہر آشوب ،ج ۔۴ ،ص ۔۵۰)

۸۸۔ امام حسینؑ کی خدمت کا بدلہ جنّت میں

بحرین کے رہنے والے ایک شخص کا بیان ہے کہ مجھے امام حسینؑ کے مرثیے سننے کا بہت شوق تھا اور میں عام طور سے رات دن مجالس میں لگا رہتا تھا اور مجھے مجلس میں آنے جانے کی کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ ایک سال ۹ محرم کی شب میں مجھے اس قدر گریہ

طاری ہوا کہ میں ایک طرف بیٹھ گیا تو مجھے ایک خواب نظر آیا کہ ایک بہت ہی بڑا باغ ہے جس کی مثال نہیں دی جاسکتی ہے۔ گویا جنّت کا ایک باغ ہے ہر قسم کے پھل درختوں پر لگے ہوئے ہیں اور خوش اِلحان پرندے گیت گا رہے ہیں۔ میں نے یہ منظر دیکھا تو کہا سبحان اللہ۔ یہ پرندے کس قدر خوش الحانی سے اپنے رب کا گیت گا رہے ہیں۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ یہ جانوروں کے گیت نہیں ہیں بلکہ عزائے حسینؑ میں یہ پرندے نوحہ سرائی کر رہے ہیں۔ پھر ایک زبردست آہ سُنی کہ اس چیخ سے قریب تھا کہ میری روح بدن سے پرواز کر جائے۔ پھر میں کچھ دور آگے گیا تو میں نے ایک بی بی کو حوض میں سفید لباس پارہ پارہ کو دھوتے دیکھا جس میں خون لگا ہوا تھا اور وہ بی بی لباس دھوتی جاتی تھی اور زخموں کے نشان دیکھ دیکھ کر اتنی تیز چیخ کی آواز سے روتی جاتی تھی کہ ایسا لگتا تھا کہ آسمان پھٹ کر گر پڑے گا اور زمین شق ہو جائے گی اور کہتی جاتی تھیں کہ اے بابا جان دیکھیے اس امت نے میرے لاڈلے کے ساتھ کتنا بڑا ظلم کیا ہے۔ جب تک میں دنیا میں زندہ رہی تو میرا حق چھین لیا، میری میراث چھین لی، میرا پہلو توڑ کر محسنؑ کو شہید کر دیا گیا اور میرے اہل و عیال کو گرفتار کیا گیا۔ پھر عزائے چچا (حضرت حمزہ) کا ذکر کیا اس امت کو یہ کافی نہ تھا کہ میرے حسینؑ کو شہید کر ڈالا پھر فرمایا کہ اے میرے بیٹے تم نے مجھے اطلاع کیوں نہیں دی کہ میرے ساتھ اتنا بڑا ظلم ہو گیا اور تجھے جدو پدر نہیں پہچان پائیں گے کہ تجھے پیاسا شہید کر دیا گیا۔ ناگاہ طرفِ مشرق دیکھا کہ ایک انسان جسم سرکٹا ہوا دیکھا کہ کہہ رہا تھا کہ اے مادر جان میں نے اپنے مادر پدر جد سے تعارف کرادیا تھا مگر میرے مقام کو ملاحظہ نہ کیا۔ ہمارے سامنے آبِ فرات بہتا رہا لیکن ہم پر تین دن پانی بند رہا مجھے اور میرے اہلِ بیتؑ کو لب تشنہ ہی رکھا۔ میں نے چند قدم آگے بڑھ کر سلام عرض کیا ور پوچھا کہ یہ بدن پارہ پارہ اور لباس پارہ پارہ

اور بے سر کا بدن کس کا ہے۔

نالۂ جانکاہ دل سے کھینچ کر فرمایا کہ میں اس حسینؑ شہید و مظلوم کی ماں ہوں میں رسولؐ خدا کی بیٹی ہوں۔ میں اس حسینؑ مظلوم کی مادر ہوں کہ جس کو اس کے نانا کی امت نے شہید کر ڈالا۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ چند عورتیں درختوں میں سے نکل کر آئیں۔ بال کھلے ہوئے باحالِ پریشان تھیں اور بے سر بدن کے چاروں طرف بیٹھ گئیں میں نے ان معظّمہ سے سوال کیا جو پانی سے لباس دھو رہی تھیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ لباس میرے لال حسینؑ کا ہے جو روزِ عاشور پہنا تھا۔ فرمایا کہ یہ لباس میرے رونے کا بہانہ بھی ہے اور روزِ قیامت اپنے ہاتھوں میں یہ لباس لے کر اللہ تعالیٰ سے بنی امیہ کے ظلم و ستم کا شکوہ کروں گی۔ اس روز ہر فرشتہ بھی اور رسول بھی اپنا سر خاک پر رکھ دیں گے کیونکہ میں سر برہنہ ہوں گی اور خون آلود پیرہن ہوگا اور کٹے ہوئے گلوئے حسینؑ سے بھی خون برس رہا ہوگا اور خداوندِ عالم میرے غصے کی وجہ سے غصہ کرے گا اور تمام ظالمین کو اکٹھا کرے گا اور پھر سب کو داخل جہنم کرے گا۔ پس میں نے عرض کیا کہ اے سیدۂ عالمؑ میرا باپ آپ کے لال حسینؑ کا نوحہ خوان تھا اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ کیا کیا ہوگا فرمایا کہ بہت سے محل جنّت میں بنے ہوئے ہیں ہمارے محل کے سامنے عزاداروں کا محل و مقام ہوگا۔ جس نے بھی مجلس و ماتم میں مال خرچ کیا رویا اور غمِ حسینؑ کے کام کیے مسافروں کو پانی پلایا اور دشمنانِ حسینؑ پر لعنت کی اس کا کیا اجر ہے۔ فرمایا بہشت ملے گی اور جو کوئی ہمارے لئے ان کاموں کو کرے گا وہ بہشت میں ہمارا ہمسایہ ہوگا اور قسم بہ خدا و بابا رسولؐ خدا و علیؑ مرتضیٰ و حسنین علیہم السلام۔ اور ان کا بچہ بچہ داخلِ بہشت ہوگا اور یہ ہمارا پیغام عزاداروں کو پہنچا دینا۔

(دار السلام، ج ۲، ص ۱۹۰)

۸۹۔علامہ حائری یزدی کی روایت و حکایت

آیت اللہ العظمیٰ حائری یزدی (قدس سرہ) کہ ان کی قبر کو پاکیزہ رکھے۔اس زمانے کی یہ بات ہے کہ جب وہ حوزۂ علمیہ اراک کی سرپرستی فرماتے تھے۔

یہ حکایت آیت اللہ آقا مصطفیٰ اراکی نے بیان کی ہے۔فرماتے ہیں کہ جب میں کربلا میں تھا تو ایک رات کو میں نے خواب دیکھا (بعض تعبیر کنندگان کہتے ہیں کہ منگل کا خواب بلا اثر ہے۔مگر یہ بات صحیح نہیں ہے) کہ ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ (شیخ عبدالکریم) کچھ کام انجام دو تین روز میں تم مرجاؤ گے۔میں خواب سے بیدار ہوا تو بہت پریشان تھا۔میں نے خود بہ خود کہا کہ خواب کا کیا اعتبار ہے ویسے بھی آج منگل کی شب ہے ممکن ہے اس کی کوئی اصلیت نہ ہو۔منگل اور بدھ کے خواب کی تعبیر کی کوئی اصلیت نہیں مانی جاتی۔ میں بھی دو روز کیلئے یہ بات بھول گیا پھر تیسرے روز جمعرات کو جبکہ درس نہ ہونا تھا چھٹی تھی بعض دوستوں کے ساتھ باغ مرحوم سید جواد میں چلا گیا پھر وہاں علمی بحث چھڑ گئی۔ظہر کا وقت آ گیا پھر ہم نے دوپہر کا کھانا کھایا۔کھانا کھاتے ہی قیلولہ (آرام کرنے) کیلئے لیٹ گیا تو مجھے نیند آ گئی۔ ناگاہ مجھے شدید سردی و بیماری لاحق ہوگئی دوستوں نے مجھے عبا اُڑھائی لیکن کچھ بھی فائدہ نہ ہوا۔میں نے کہا کہ جلدی مجھے گھر لے چلو اس لئے فوراً مجھے گھر پر لے آئے بے جان ہوکر بستر پر گر گیا پھر مجھے منگل کے دن والا خواب نظر آیا تو اب مجھے احساس ہوا کہ میرا آخری وقت ہے۔ناگاہ دیکھا کہ دو انسان حاضر ہوئے اور دائیں بائیں بیٹھ گئے ایک دوسرے سے کہنے لگا کہ اس کی موت آ گئی ہے اس کی روح نکالی جائے۔فوراً اسی وقت میں نے صدقِ دل سے امام حسینؑ کو یاد کیا اور عرض کرنے لگا کہ اے میرے آقا و مولا امام حسینؑ میرے ہاتھ خالی ہیں کوئی نیک عمل نہ کر سکا اور نہ آخرت کیلئے کوئی توشہ اکھٹا کر سکا امیدوار ہوں کہ آپ اپنی

والدۂ گرامی بی بی جناب فاطمۃ الزہراؑ سے میری سفارش فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی دعا سے مجھے زندہ کر دے۔ میری زندگی اور بڑھادے کیونکہ میں نے مرنے سے پہلے نیک کام نہیں کیئے ہیں۔ اب حالات صحیح کرلوں گا۔ پس جیسے ہی میں نے امام حسینؑ سے یہ بات کہی تو فوراً ہی دو آدمی آگئے اور ان دونوں فرشتوں سے کہ جو میری روح نکالنا چاہتے تھے ہم کلام ہوئے اور کہنے لگے کہ امام حسینؑ نے حکم فرمایا ہے کہ شیخ عبدالکریم نے ہم سے اتصال کیا ہے اور ہم نے اس کی دعا کی سفارش درگاہِ خداوندی میں پیش کردی ہے اور دعا کی ہے کہ اس کی عمر کو بڑھادیا جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فوراً ہی قبول کرلیا ہے اس لئے اس کی روح قبض نہ کریں۔

پھر ان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور کہنے لگے کہ سمعاً وطاعۃً پھر یہ دونوں افراد (منکر نکیر) امام حسینؑ کے قاصدوں کے ساتھ کوچ کر گئے۔ پھر مجھے اپنی زندگی بچ جانے کا احساس ہوا کہ میں مرتے مرتے بچ گیا۔

پھر میں نے صدائے گریہ سنی کہ گھر کے افراد مجھ پر رو رہے تھے اور سر و سینہ پیٹ رہے تھے بے قرار تھے میں نے آہستہ سے ہاتھ ہلایا اور چاہا کہ آنکھیں کھولوں لیکن لوگوں نے مجھے مردہ سمجھ کر میرے آنکھیں مضبوطی سے بند کردی تھیں۔ دونوں پیر کے انگوٹھے بھی ملا کر مضبوط باندھ دیئے تھے۔ میرے اوپر کفنی چادر بھی ڈال دی تھی۔ میں نے چاہا کہ دونوں پیروں کو حرکت دوں تو دونوں پیر بھی بندھے ہوئے تھے پھر میں نے آواز سنی کہ تمام حضرات خاموش ہو جائیں (میت نے حرکت کی ہے) میں نے ہلکا ہاتھ کا اشارہ کیا تو کفنی چادر کو اوپر سے اتارلیا گیا۔ پھر میری دونوں آنکھیں کھول دی گئیں اور دونوں پیروں کے انگوٹھے جو مضبوطی سے باندھے گئے تھے ان کو کھولا گیا اور میں نے اشارے سے کہا کہ مجھے پانی پلادو پھر پانی میرے منہ میں ٹپکایا گیا پھر میں

نے بہت آہستہ آہستہ ہاتھ پیر ہلائے اور اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر پندرہ روز تک مجھے کمزوری رہی پھر آہستہ آہستہ تندرست ہو گیا (للہ الحمد) یہ زندگی نئی بخشا میرے مولا امام حسینؑ کا معجزہ ہے۔ خدا کی قسم میرے آقا حسینؑ کی بخشی ہوئی زندگی مجھے مل گئی۔

(گنجینہ دانشمندان، ج۱، ص ۳۰۴)

۹۰۔ ایک اندھا مجلسِ حسینؑ کی برکت سے صحیح ہو گیا

مرحوم محمد رحیم اسماعیل بیگ کہ جن کا اہلِ بیتؑ سے رابطہ تھا اور آپ کو فیض امام حسینؑ اور فیض اہلِ بیتؑ سے بہت تعلق ہو گیا تھا۔ ماہِ رمضان ۱۳۸۷ ہجری کی بات ہے کہ آپ کی موت آ گئی۔ آپ نے روایت کی ہے کہ جب میں چھ سال کا بچہ تھا تو میری آنکھوں میں شدید درد ہو گیا اور تین سال تک یہ تکلیف رہی۔ آخر کار تکلیف اتنی زیادہ بڑھی کہ میں دونوں آنکھوں سے اندھا ہو گیا۔ ایک ماہِ محرم عاشورہ کو گرمی سخت تھی مرحوم حاج محمد تقی اسماعیل بیگ اپنے مکان میں منعقدہ مجلس میں حاضرین بزم کو شربت پلا رہے تھے۔ میں نے آپ سے کہا کہ یہ شربت پلانے کا کام مجھے دے دیا جائے تو آپ نے فرمایا کہ تم نابینا ہو تمہارے لئے یہ کام ناممکن ہے ہوا گرم تھی۔ میں نے کہا کہ ایک بینا آدمی میرے ساتھ لگا دیں تاکہ لوگوں کو میں بھی شربت پلاؤں۔ بس ایک شخص بینا کو میرے ساتھ لگا دیا گیا اور میں بہت خوش خوش لوگوں کو شربت پلانے لگا۔

مرحوم معین الشریعت اصطہباناتی مجلس پڑھ رہے تھے اپنے ذکرِ مصائب میں روضۂ حضرت زینبؑ کا ذکر کرنے لگے میں نے جب مصائب سنے تو تڑپ تڑپ کر رونے لگا بے حال ہو گیا پھر بے ہوش ہو گیا۔

میں نے بے ہوشی کے عالم میں دیکھا کہ (ایک بی بی تشریف لائی ہیں) اور مجھے الہام ہوا کہ حضرت زینبؑ ہیں انہوں نے میری دونوں آنکھوں پر شفقت سے ہاتھ

پھیر اور کہا کہ جاؤ تم اچھے ہو گئے ہر چیز کو دیکھو گے اور کبھی آنکھ کی بیماری نہ ہو گی۔ ناگاہ میں نے آنکھ کھولی تو اہل مجلس نظر آنے لگے کہ میں خوشی سے علامہ صاحب کی طرف دوڑا تمام اہل مجلس نے مجھے گھیرے میں لے لیا۔ پھر مجھے محفوظ مقام پر ایک کمرے میں رکھا کیونکہ مجمع عام میری زیارت کو آنے لگا تھا۔ پھر لوگوں کو جدا کر دیا گیا۔ یہ بھی امام حسینؑ کا ہی اعجاز و کمال تھا کہ ایک پلک جھپکتے میں آن کر دونوں آنکھوں کو بینا بنا دیا اور مجھے نابینائی سے بچالیا۔ (داستانہای شگفت شہید دستغیب، ص۵۲)

۹۱۔ امام حسینؑ نے مُردے کو دس سال کی زندگی بخش دی

شہید آیت اللہ دستِ غیب نے لکھا ہے کہ مرحوم حاج میرزا علی یزدی۔ فرزند محمد رحیم (آبگوشتی)

(سبب شہرت حاج محمد رحیم بہ آبگوشتی۔ یہ بات تھی کہ آپ زیارتِ عاشورہ پڑھا کرتے تھے نماز جماعت کے علاوہ دوسری عبادت زیادہ کرتے تھے اور وہاں آب گوشت تقسیم فرماتے تھے چاہے گھر لے جاؤ چاہے وہیں پر کھالو)

فرماتے ہیں کہ میرے والد اچانک بیمار ہو گئے ان کو حسبِ دستور مسجد میں لے گئے میں نے کہا کہ مسجد کی توہین ہے چونکہ تجار لوگ اور اشراف آپ کی عیادت کو آتے ہیں لہٰذا مسجد میں لے جانا مناسب نہیں ہے۔ انہوں نے کہا (والد نے کہا) کہ میرا دم مسجد میں نکلے، مسجد کافی دور تھی مگر پھر بھی آپ کو مسجد لے جایا گیا جس شب کو بیماری زیادہ ہوئی تھی مسجد لے گئے ان کی حالت گرتی ہی رہی۔

پھر ہم سب کو یقین ہو گیا کہ اب ان کا بچنا مشکل ہے لہٰذا ہم نے دفن و کفن کی تیاریاں مکمل کرلیں۔ صبح کی اذان کا وقت ہونے کو تھا کہ اچانک والد نے مجھے اور میرے بھائی کو آواز دی۔

ہم اپنے والد کے سامنے گئے دیکھا کہ بے انتہا پسینہ آرہا ہے اور ہم سے کہنے لگے

کہ جا کر آرام سے سو جاؤ اور میری طرف سے بے فکر ہو جاؤ میں ابھی مرنے والا نہیں ہوں اور میں اس بیماری سے جلد ہی اچھا ہو جاؤں گا۔ ہم سب نے تعجب کیا پس جیسے ہی صبح ہوئی تو ان کی بیماری ختم پر تھی۔ ان کا بستر اکٹھا کیا اور حمام لے گئے۔ یہ واقعہ شب اول ماہ محرم ۱۳۳۰ ہجری کا ہے۔ ہم سب کو شرمندگی تھی پھر ہم نے والد سے واقعہ پوچھا۔ دس سال اس ماجرے کو گزر چکے ہیں موسم حج نزدیک آیا چاہا کہ پہلے قافلے کے ساتھ ہی حج کو روانہ ہو جائیں پھر باغ جنّت سے شیراز تک ایک فرسخ پر وہاں ٹھہرے اور رات کو وہاں پر رہے۔

ہم سے والد نے کہا کہ مجھ سے کیا پوچھتے ہو کہ اس بیماری میں کیوں نہ مر گیا یہ تم کو خبر دیتا ہوں کہ اس شب کو میری موت آ پہنچی تھی اور میں سکراتِ موت میں چلا گیا۔ اس حال میں مَیں نے اپنے آپ کو یہودیوں کے محلے میں دیکھا وہاں کی بدبو اور نجاست سے میں پریشان ہو گیا پس میں نے سوچا کہ اگر اس حالت میں مر گیا تو یہودیوں میں ہی میرا شمار ہو گا۔ اس حال میں مجھے پروردگار کے سامنے لایا گیا ایک آواز سنی کہ کوئی حج کا ترک کرنے والا ہے۔ میں نے کہا کہ سید الشہداء کی زیارت کے بارے میں کیا ہوا۔ ناگاہ وہ خراب منظر ایک اچھے منظر میں تبدیل ہو گیا اور مجھ سے کہا گیا کہ تمہاری ساری عبادات مقبول ہیں اور امام حسینؑ کی شفاعت کی وجہ سے دس سال عمر زیادہ کر دی گئی ہے اور دس سال بعد موت آئے گی تاکہ حج و زیارات سے مشرف ہو جاؤ اور اب جو عازم حج ہوا ہوں یہ اسی وجہ سے مجھے زندگی اور حج و زیارات کیلئے دس سال مزید زندگی کا تحفہ ملا ہے۔ اس لئے تم کو اطلاع دے رہا ہوں مرحوم حاج میرزا علی کہتے ہیں کہ محرم ۱۳۴۰ ہجری سے پہلے بیماری مختصر تھی اپنے والد کے پاس آیا اور کہا کہ شبِ اول میری موت کی رات ہے اور اس کی خبر دے دی کہ اول محرم ہنگامِ سحر دنیا سے رخصت

ہو جاؤں گا۔ (داستان ہائے شگفت ص۔۱۹۰)

۹۲۔امام حسینؑ سے دعا کرنے سے ایک مسیحی کی مراد پوری ہوگئی

جناب شیخ محمد حسین مولوی قندھاری کہتے ہیں کہ پچاس سال قبل چودہ محرم کو آقائے ضابط کے مکان میں شیخ محمد باقر واعظ نے بیان کیا۔ ماہِ محرم میں تجار لوگوں کی طرف سے ایرانی مقیم پیرس وہاں بلایا گیا تھا۔ہم بھی چلے گئے شبِ اول ایک جواہر فروش فرانسیسی اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ تھا کہا کہ ہمارے اہلِ وعیال بھی صاف دل، پاک ہوکر ایرانی حال میں چلیں پروگرام ہوگا پھر میں نے کچھ حالات دیکھے اور نذر مانی کہ حالات بتدریج بہتر ہونگے اور دس محرم کو میں روضے میں مجلس پڑھوں گا اور میں نے تمام دوستوں کو مطلع بھی کر دیا کہ مجھے اس مکان میں لے چلیں میں نے قبول کیا۔لہٰذا ہر شب ختم مجلس کے بعد مجھے اس شخص کے مکان پر لے جاتے تھے پھر میں نے مجلس پڑھی۔ مصائبِ کربلا پڑھے۔ایرانی زائرین واحباب گریہ کرنے لگے، فرانسوی اور ان کے متعلقین مغموم ومہموم تھے شبِ عاشورہ کو سب لوگ شریک نہ ہوسکے مجمع کم تھا۔ پھر ہم فرانسیسی کے مکان پر چلے گئے روزِ عاشورہ کہ بھی لوگ رنجیدہ وملول تھے اور کچھ آ بھی نہیں سکے تھے کچھ نے عذر خواہی کی چنانچہ گیارہویں محرم کو شب میں جائیں گے، دسویں شب کامل گزار کر جانا ہوگا۔ چنانچہ گیارہویں محرم کی شب میں گئے مجلس تمام ہونے پر ایک صد سیرہ طلاء (سونے کا سکہ) مجھے دیا گیا تو میں نے کہا کہ میں اس وقت تک قبول نہیں کروں گا جب تک آپ مجھے وجوہ نہ بتادیں گے۔کہا کہ سال گزشتہ ماہِ محرم میں میں ہندوستان کے شہر بمبئی میں تھا کہ میرا وہ صندوقچہ جس میں تمام رقم محفوظ تھی چوری ہو گیا مجھے بہت پریشانی ہوئی کہ کیا کروں وہاں بڑا سا میدان تھا جس میں عوام الناس ننگے سر ننگے پیر سر وسینہ کوٹ رہے تھے میں نے ایسے ہنگام میں ان کے بیچ سے

گزر گیا۔ میں بھی کسی نہ کسی طرح اس جگہ کو پار کر کے تمام لوگوں کے ساتھ مشغول سوگواری ہوگیا۔ اس حالت میں میں نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے دعا کی کہ اگر میرا صندوقچہ رقم کا جو چوری ہوگیا ہے مجھے مل جائے تو میں نذر مانتا ہوں کہ آئندہ سال جس مقام پر بھی ہوں گا مجلس عزا منعقد کروں گا اور یہ سونے کے ایک سو سکے مجلس پڑھنے والے کو دیا کروں گا۔ یہ نذر ماننے کے تھوڑی سی دیر کے ہی بعد چند قدم چلا تھا کہ ایک مقدس و مکرم بزرگ اپنے بال بچوں کے ساتھ لئے ہوئے غمگین حال میں تھے اچانک میرا صندوقچہ مجھے دے کر ایک دم غائب ہوگئے۔ تھوڑی دور ہی چلا تھا کہ گھر آنے کا خیال آیا۔ گھر آگیا اور صندوقچہ کھول کر دیکھا تو تمام رقم جیسی تھی بالکل ویسے کے ویسے ہی رکھی تھی کوئی کمی نہیں ہوئی تھی۔

اور ہم نے بے شمار غیر مسلم حضرات ایسے بھی دیکھے ہیں کہ اپنی حاجات امام حسینؑ سے طلب کرتے ہیں اور ان کی دعائیں فی الفور پوری ہوجاتی ہیں۔ ملک ہندوستان میں ایسے بھی بت پرست ہندو لوگ ہیں جو اپنی کمائی میں سے کچھ رقم بچا کر شیعہ حضرات کو لا کر دے دیتے ہیں کہ آپ ہماری یہ رقم عزاداری سید الشہداء میں خرچ کیجئے اور اس کام کو کافر و مشرک بھی باعث برکت سمجھتے ہیں ماہ محرم و صفر میں خرچہ کرتے ہیں۔

ہاں بھائی ہاں ہر انسان اپنی دنیاوی حاجتوں کیلئے امام حسینؑ سے دعا کرتا ہے اس کی تمام حاجات پوری ہوتی ہیں اور جو مومن اخروی حاجات آپؑ سے طلب کرتے ہیں جیسے ایمان، مغفرت، دوزخ سے بچنا، بلند درجات پر پہنچنا، سعادت ملنا، جنّت ملنا یہ تمام دعائیں بھی پوری ہوتی ہیں لازماً پوری ہوتی ہیں۔ چنانچہ آپ کی زیارت میں ہے کہ **ما خاب من تمسك بك وامن من لجأ اليك** اور جس شخص نے بھی اے حسینؑ تمہارا دامن پکڑ لیا وہ کبھی محروم نہ رہا اور جس نے آپ کے دامن میں پناہ چاہی اسے امن وامان مل گیا۔ (داستانہائے شگفت، ص ۳۰۹)

۹۳۔ امام حسینؑ فوراً ہی دوست بن جاتے ہیں

روایت کی گئی ہے کہ مرحوم حاج محمد رضا بقال ساکن کوئے آستانہ (شیراز) ہر سال چہلم کے موقع پر کھیر پکا کر (دودھ، چاول، شکر) مجمع عام کو کھلایا کرتے تھے۔ ایک سال ان کو سفر کربلا پیش آگیا آپ سفر میں جانے لگے تو آپ نے بیٹے کو ہدایت کی کہ چہلم کے روز چالیس من کھیر پکا کر (میری طرح سے) لوگوں کو کھلا دینا۔ چہلم کی شب گزر گئی دوسرے روز آپ نے خواب دیکھا کہ امام حسینؑ تشریف لائے اور فرمایا کہ اے محمد رضا اس سال تم کربلا آگئے تو کھیر ۴۰ من کی جگہ آدھی ۲۰ من کر دی۔

محمد رضا خواب سے بیدار ہو گئے لیکن ماجرا سمجھ میں نہیں آیا۔ پھر جب آپ گھر لوٹے اور تین روز تک لوگوں کو (طعام کھلایا) ولیمہ زیارت کیا پھر اپنے بیٹے سے پوچھا کہ روزِ چہلم تم نے کھانا کیسا کھلایا۔ اس نے کہا کہ جیسے آپ ہدایت فرما گئے تھے اسی کے مطابق عمل کیا۔ باپ نے اصرار کیا کہ سچ سچ بتاؤ کتنا خرچہ کیا۔ کیسے لوگوں کو کھیر کھلائی بیٹے نے کہا کہ ۲۰ من کھیر لوگوں کو چہلم کے روز کھلا دی اور ۲۰ من کھیر کا خرچہ آپ کی واپسی پر کھیر کھلانے کا روک لیا۔

(اب محمد رضا سمجھے کہ خواب میں مولا امام حسینؑ نے ان سے یہی بات کہی تھی)

(داستانہائے شگفت، ص ۲۵۵)

۹۴۔ ایک ہندو عورت کے شوہر کو قتل کر دیا گیا تھا۔ اس نے امام حسینؑ کو مدد کیلئے پکارا آپ نے اس کا شوہر زندہ کر دیا

جناب حاج محمد سوداگر کہ جو برسوں تک ملکِ ہندوستان میں رہے تھے اور آخری عمر میں شیراز شہر میں سکونت پذیر ہو گئے تھے انہوں نے عجیب عجیب معجزے امام حسینؑ کے

ہندوستان میں دیکھے جن میں سے ایک معجزہ نقل کیا جارہا ہے۔

بمبئی ۔ ہندوستان کے شہر میں ایک ہندو (بت پرست) تاجر جائیداد کی خرید و فروخت کرتا تھا اور بہت مالدار آدمی تھا۔لین دین کے سلسلے میں جگہ جگہ گھومتا پھرتا تھا۔ دو اشخاص فریبی و مکار اس کی تاک میں لگے رہتے تھے کہ چلتے پھرتے اسے لوٹ لیں پیسہ چھین لیں ۔وہ ہندو بہت چالاک تھا ہوشیاری سے گھر آتا جاتا تھا اور گھر میں ایک درخت لگا ہوا تھا اس پر ہندو چڑھ کر اپنی رقم چھپا کر رکھتا تھا۔اب یہ دونوں ڈاکو اس کے گھر میں داخل ہوگئے اور رقم طلب کی جب رقم نہ ملی تو اس کی بیوی سے ڈاکو کہنے لگے کہ تیرے شوہر کو ہم نے مکان میں داخل ہوتے ابھی ابھی دیکھا ہے بتلا وہ کہاں چھپ گیا (ہندو درخت کے اوپر جا کر چھپ گیا تھا) ہندو کی عورت نے انکار کیا کہ مجھے کیا پتہ میرا شوہر ابھی گھر میں نہیں آیا ہے۔ان ڈاکوؤں نے عورت پر تشدد کیا مارا پیٹا عورت کہنے لگی کہ اگر تم لوگ امام حسینؑ کی قسم کھا کر اقرار کرو کہ تم میرے شوہر کو نہیں مارو گے تو میں ابھی بتاتی ہوں ۔ان دونوں بے حیا بے دین ڈاکوؤں نے امام حسینؑ کی قسم کھالی کہ ہم تیرے شوہر کو کچھ نہیں کہیں گے۔فقط ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ وہ کہاں چلا گیا کہاں چھپا ہوا ہے۔ ہندو عورت نے درخت کی طرف اشارہ کیا تا کہ شوہر نیچے آجائے۔ ہندو درخت سے نیچے آگیا اسے مارا پیٹا اور رقم بھی چھین لی اور ہندو کو قتل کر کے بدن سے سر کو کاٹ لیا۔ وہ ہندو عورت بے چارگی کے عالم میں تھی اپنا سر آسمان کی جانب بلند کر کے کہنے لگی اے مہاراج بڑے دیوتا۔اے شیعوں کے امام ۔امام حسینؑ میں نے تو آپکی قسم پر بھروسہ کر کے اپنے شوہر کو آپ کی ضمانت میں دیا تھا پھر میرے ساتھ کیا ہوا کہ اسے قتل کر دیا گیا ناگاہ آقا ومولا آگئے اور دو انگلیوں کا اشارہ کیا دونوں ڈاکوؤں کے سر کٹ گئے بدن سے الگ ہوگئے اور زمین پر لاشے گر گئے۔ پھر آقا نے ہندو کے سر کو

بدن سے ملایا تو ہندو فوراً زندہ ہو گیا اور آقا اچانک نظروں سے غائب ہو گئے۔

اس قسم کے معجزے دیکھ کر عوام الناس متعجب (حیران) ہوئے اگر لوگ اپنے دل میں اتنا پکا اعتقاد قائم کر لیں جیسے ہندو عورت نے کیا تھا اور لوگوں کو محرم میں (بالخصوص نویں دسویں) کو کھانے کھلائیں عزاداری پر خرچہ کریں تو اپنی دینی و دنیاوی مرادیں پائیں گے اور آخرت بھی بخیر ہو گی۔ اس واقعے سے علاقے کے تمام ہندو اور غیر مسلم سب مسلمان ہو گئے بلکہ شیعہ ہو گئے۔ (داستانہائی شگفت، ص ۸۱)

۹۵۔ نو آدمی جو چیچک کے بیمار تھے امام حسینؑ نے ان کو شفا دے دی

شہید بزرگوار آیت اللہ دستغیب نے یہ واقعہ لکھا ہے کہ تقریباً بیس سال پہلے شیراز میں بیماری چیچک خسرہ (جان لیوا بیماری) کثیر تعداد میں پھیل گئی اور شاید ہی کوئی گھر ایسا ہو گا جس میں بیماری نہ ہو گی چنانچہ جب بیماری نے طول پکڑا تو ایک روز محرم میں مجھے صلاحی صاحب نے کہا کہ نو آدمی جو اس بیماری میں مبتلا تھے۔ بیمار تھے انہوں نے امام حسینؑ سے دعا مانگی اور ان کو مکمل شفا ہو گئی۔ آقائے عبدالرحیم کے مکان کی بات ہے پھر اس کی تفصیل بیان کی پھر ہم نے آقائے سرافراز کو دیکھا تو ان سے سوال کیا تو انہوں نے واقعہ اس طرح سے بیان کیا کہ گویا آقائے صلاحی نے بیان کیا ہو۔ میں نے آقائے سرافراز سے تقاضا کیا کہ واقعے کو لکھیں تا کہ بات تاریخ میں آجائے پھر آقائے سرافراز نے واقعہ بیان کیا۔

تقریباً بیس سال پہلے جبکہ اکثر لوگ حصبہ (چیچک، خسرہ) میں مبتلا ہو گئے تھے۔ میرے مکان میں ایک جگہ سات آدمی بیمار تھے۔ آٹھ ماہِ محرم تھی اور میں نے چاہا کہ مجلسِ حسینؑ میں شرکت کروں لہٰذا مجبوراً تمام مریضوں کو ان کے حال پر (اللہ توکل)

چھوڑ دیا اور علی الصبح پانچ بجے کی ایک مجلس مرحوم حاج ملا علی سیف کے مکان پر ہونی تھی۔ پریشانی کے عالم میں میں مجلس میں چلا گیا پھر زیارت جلوس اور نماز پڑھ کر اپنے گھر واپس آ گیا۔ راستے میں میرے دل میں خیال آیا کہ میں بی بی زہراؑ سے ان مریضوں کی شفا کیلئے دعا کروں۔ پھر گھر پہنچا تو دیکھا کہ تمام بچے آگ روشن کر کے چاروں طرف بیٹھے ہیں اور ایک روز قبل جو روٹیاں باقی بچ گئی تھیں ان کو آگ پر گرم کر کے کھا رہے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر میں غصے میں آ گیا بہت ناراض ہوا کیونکہ ایک رات کی باسی روٹیاں کھانے سے مریض کو تکلیف بڑھ جاتی ہے۔ میری بڑی بیٹی نے مجھ سے کہا کہ ابا جان آپ ناراض ہرگز نہ ہوں کیونکہ ہم لوگ جیسے ہی سو تے سے جاگ گئے تو بھوک تیز لگنے لگی اس لئے ہم نے رات کی رکھی ہوئی باسی روٹی اور چائے سے ناشتہ کر لیا۔

باپ نے کہا کہ ایسے نازک مریضوں کو باسی روٹی کھانا مفید نہیں ہے اس سے بیماری بڑھ سکتی ہے۔ تب ہماری بڑی بیٹی نے کہا کہ ابا جان آپ بیٹھ جائیں تو آپ کو اپنا خواب سنا دیں۔ میں نے کہا خواب سناؤ تو کہنے لگی کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ہمارے گھر میں نور ہی نور پھیلا ہوا ہے ایک بزرگ آئے اور انہوں نے سیاہ فرش بچھا دیا اور ایک کنارے پر فرش کے باادب بیٹھ گئے اس وقت پانچ مبارک و مقدس ہستیاں بھی آ گئیں ان میں ایک بی بی بہت معظّمہ و جلالت والی تھیں۔ ہمارے مکان میں (امام بارگاہ میں) چہاردہ معصومین کے نام لکھے ہوئے دیکھے تو ان پر نظر ڈالنے لگیں پھر اس سیاہ فرش پر بیٹھ گئیں اور چھوٹا سا قرآن نکال کر تھوڑی سی تلاوت فرمائی۔ پھر ان حضرات میں سے ایک صاحب نے حضرت قاسمؑ کے مصائب پڑھنا شروع کر دیئے اور جب بھی نامِ قاسمؑ مکرر بیان ہوتا تو تمام کے تمام رونے لگتے تھے تڑپنے لگتے تھے بالخصوص محترمہ معظّمہ چیخ مار کر روتی تھیں۔ پھر وہ بزرگ جو سب سے پہلے تشریف لا کر

فرش بچھا کر ایک کنارے بیٹھ گئے تھے تو وہ قہوہ لائے اور پیش کیا یہ ننگے سر ننگے پیر تھے
میں تعجب میں پڑ گئی کہ اتنی عظیم ہستی ننگے سر ننگے پیر کیوں ہیں میں دھیرے سے ان کے
قریب گئی اور پوچھا کہ کیا آپ علیؑ ہیں۔تب ان میں سے کسی ایک نے کہا کہ میں ہوں۔
میں نے کہا کہ آپ خدارا مجھے بتائیں کہ آپ ننگے پیر ننگے سر کیوں ہیں۔فرمانے لگے
کہ ہم ان دنوں ایامِ عزا میں ہیں غمگین ہیں اس لئے ننگے پیر ہیں۔مگر ان معظمہ کے پیر
پوشیدہ تھے میں نے ان سے کہا کہ ہمارے سات مریض بچے بیماری میں مبتلا ہیں اور
ہماری ماں اور ہماری خالہ (جدہ، ماجدہ) پھر حضرت علیؑ اٹھے اور اپنا دستِ مبارک سب
کے سروں پر پھرایا (مس کیا) اور بیٹھ گئے پھر فرمایا کہ جاؤ تمہارے تمام بچے اچھے
ہوگئے۔ میں نے کہا کہ میری اماں بیمار ہیں ان کے لئے دعا کریں میری پریشانی کو
دیکھتے ہوئے آپ نے میری ماں کے منہ پر ہاتھ رکھا جب ہم سے جدا ہو کر جانے لگے
تو میرے روبرو کہا کہ نماز پڑھنا واجب و لازم ہے۔ جب تک طاقت رہے نماز کبھی نہ
چھوڑنا۔ پھر ہم گلی اور کوچے کے عقب سے باہر آئے تو دیکھا کہ کچھ گھوڑے سیاہ زین و
لجام کے ساتھ تیار کھڑے ہیں ان پر سوار ہو کر چلے گئے۔ اب میں خواب سے بیدار
ہوئی تو صبح کی اذان کی صدا آرہی تھی۔ میں نے اپنا ہاتھ اپنے بھائیوں کے، اماں کے
اور خالہ کے منہ پر مس کیا تب مجھے پتہ چلا کہ کسی کو بھی بخار نہ تھا۔ سب کے سب اُٹھے
اور نمازِ صبح ادا کی۔ جب ہم کو بھوک تیزی سے لگنے لگی تو ہم نے چائے بنائی اور جو روٹی
باقی بچی ہوئی باسی رکھی تھی اسے گرم کر کے کھانے لگے پھر آپ آ گئے اور پھر ناشتے کی
تیاری ہونے لگی اور پھر ان سات افراد کی بیماری ایک دم ختم ہوگئی کہ ہمیں ڈاکٹر کے
پاس لیجانے کی ضرورت نہ رہی۔ (داستان ہائے شگفت، ص۔۵۷)

۹۶۔ مجلس میں مالی مدد کرنے کی وجہ سے ایک ہندو کو راہِ ہدایت ملی

علامہ نوری لکھتے ہیں کہ داستانِ ذیل کچھ اس طرح سے ہے کہ میں نے مجاورِ کربلا سے یہ واقعہ سنا اور میں نے اپنے دوستوں سے کہا کہ یہ واقعہ یاداشت کے طور پر ضروری لکھ لو پھر ایک نے لکھا۔ حکیم غلام حسن (ہندوستانی) جو ملتان شہر کے رہنے والے تھے کہ پہلے کافر و بت پرست تھے بعد میں شیعہ و مسلمان ہوئے تھے۔

تقریباً ستر سال سے زائد عمر تھی برسوں دوستانہ یارانہ رہا اور جب کبھی مجھے بیماری لاحق ہوتی تھی تو ان کی ہی دوا لاتا تھا۔

مجھے ان کے مسلمان ہونے کی وجہ معلوم نہیں تھی۔ اچانک ایک دشمن اہلِ بیتؑ متعصب شخص کربلا سے ہمارے پاس مناظرہ کرنے آ گیا۔ ایک روز وہ شخص ہمارے گھر میں ہی موجود تھا۔ حکیم غلام حسن کے علاوہ سب ہی آ گئے اب مناظرہ شروع ہو گیا بحث و مباحثہ طویل ہوتا چلا گیا تب حکیم صاحب نے اندازہ کر لیا کہ یہ شخص سخت متعصب آدمی ہے کبھی بھی حق بات کو تسلیم نہیں کرے گا اور اپنی بے ہودہ باتوں پر اصرار کرتا رہتا ہے۔ حکیم صاحب کو سخت غصہ آ گیا اور کہنے لگے کہ (مردِ متعصب سے کہا) کہ میں بُت پرست تھا اور شیعہ یا سنی کے معنی بھی نہیں جانتا تھا اور میں نے کبھی علیؑ اور عمر کا نام بھی نہیں سنا تھا لیکن مجھے کسی مسلمان نے رہنمائی کی اور انہوں نے حسینؑ اور ان کی عزاداری کے بارے میں مجھے بتایا۔ جب میں نے حکیم کا صحیح موڈ دیکھا تو پوچھا کہ آپ کے اسلام لانے کا کیا سبب ہے۔ بتلایئے تو کہا کہ میں اپنا خواب آپ کو بتاتا ہوں کہ کیسے مسلمان ہو گیا۔ میں بُت پرست کافر تھا ملتان شہر ملکِ ہندوستان میں رہتا تھا۔ پیسے کی کثرت تھی، کاروبار اچھا تھا میرا مکان مسلمانوں کے محلے میں تھا مجھ سے

زیادہ مالدار وہاں دوسرا نہ تھا، اہل محلّہ کا طریقہ یہ تھا کہ سالانہ چندہ کر کے معقول رقم اکھٹی کر کے ایام عاشورہ میں مجلس حسینؑ پر خرچ کرتے تھے۔ میں دشمنیٔ اہلِ بیتؑ کی وجہ سے کبھی بھی ان کے ان کاموں میں حصہ نہیں لیتا تھا حالانکہ میرا آنا جانا امام بارگاہ کی طرف سے ہوتا تھا مگر میں اس طرف سے منہ موڑ کر نکلتا تھا کہ میری نظر امام بارگاہ پر نہ پڑ جائے لیکن ہر سال میں اہلِ محلّہ کی چندے کی رقم کو برابر خاموشی سے دیتا تھا تاکہ عزاداریٔ امام حسینؑ پر خرچ کریں۔ تقریباً تیس (۳۰) پینتیس (۳۵) سال تک میں ایسا ہی کرتا رہا یہاں تک کہ ہمارے ملک میں انگریز آگئے بادشاہ کو گرفتار کرلیا، حکومت کے نمائندے پوشیدہ ہو گئے حالانکہ میں بھی حکومت کا فرد تھا لیکن میں نے فرنگی حکومت سے امان مانگ لی اور مجھے امان مل گئی پھر میں نے اطمینانِ قلب سے کاروبارِ تجارت شروع کردیا۔ میری تجارت یہ تھی کہ سامان خرید کر دریائی راستے سے بمبئی لے جا کر اچھے منافع پر فروخت کردیا کرتا تھا۔ بمبئی میں میں ایک مکان میں ٹھہرا کرتا تھا کہ ایک ضعیفہ مسلمان کا مکان تھا مجھے مسلمان ہونے کے بعد پتہ چلا کہ یہ عورت علویہ ہے مجھے یہ پتہ نہ تھا کہ عورت سنی ہے یا شیعہ یا علویہ کسے کہتے ہیں۔ بس اتنا جانتا تھا کہ یہ ضعیفہ مسلمان ہے۔ اچانک ماہِ مبارک رمضان آگیا لوگوں نے چاہا کہ رمضان بھر تجاروں کا قیام یہیں رہے کپتان اور ملاح سے کہا گیا اس نے بات قبول کر لی۔ مجبوراً مجھے بھی سب کے ساتھ وہاں ٹھہرنا پڑ گیا میں لمبے عرصے بمبئی کے قیام سے پریشان تھا یہاں تک کہ دو تین تاریخ آ گئی۔ ملاح نے کشتی چلانا طے کرلیا۔ میں نے اپنے دل ہی دل میں کہا کہ اب آرام ملے گا مجھے بھی رمضان ختم ہو کر نئے چاند کا انتظار رہنے لگا۔ مسافر بہ غرض تفریح شہر گھومنے چلے گئے پھر صبح کو آئے سو گئے صبح تک سوتے رہے۔ میں بھی ان کے ساتھ کشتی میں سوتا رہا۔ البتہ میرا روزہ نہ تھا۔ بمبئی میں لمبے عرصے تک قیام کی

وجہ سے مجھے پریشانی تھی۔ اب چاند کی ۲،۳ تاریخ آگئی کپتان اور ملاح نے سفر پر چلنے کی تیاری شروع کردی۔ میں نے دل ہی دل میں کہا کہ اب آرام کے دن نزدیک آرہے ہیں۔ تئیس ۲۳ تاریخ کو بھی لوگ شہر گھومنے چلے گئے لیکن مجھے سُستی نے گھیر لیا اور میں تھکاوٹ کی وجہ سے گھومنے نہ جاسکا۔ میں کشتی کے اوپر چڑھ گیا اور تمام دریا کی حالت دیکھتا رہا اور طویل سفر بیوی بچوں سے دوری میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔ اس وقت میں خواب میں تھا یا بیداری میں یہ مجھے اچھی طرح یاد نہیں آرہا۔ ایک شخص نے مجھ سے آکر کہا کہ رسولؐ اللہ کے سامنے حاضری دو میں نے کہا کون رسولؐ مجھے ان سے کیا غرض ہے کہنے لگا کہ وہ مسلمانوں کے پیغمبرؐ ہیں ان کو جاکر سلام کرو۔ مجھے ایک قسم کی پریشانی ہوئی کہ جواب ہاں میں دوں یا نہ میں جواب دوں۔ لہٰذا میں نے ان کی طرف چلنا شروع کردیا یہاں تک کہ ایک بہت بڑے باغ میں پہنچ گیا۔ مجھے دروازے پر روک دیا گیا کہ داخلے کی اجازت لینی ہے پھر مجھے اجازت ملی اور داخل باغ ہوگیا وہ باغ میوؤں سے لدا ہوا تھا پرندے چہچہا رہے تھے گویا اس باغ کی مثل دنیا میں کوئی باغ نہ تھا۔ میری عقل حیران ہورہی تھی مجھے نہیں پتہ چل رہا تھا کہ کیا کام کروں اور وہ شخص میرے قریب ہی کھڑا ہوا تھا اس وقت کہا کہ رسولؐ خدا کو سلام کرو۔ میں نے کہا وہ کہاں ہیں اس نے انگلی سے اشارہ کیا میرے سامنے تختِ جواہرات پر حضورؐ پرنور بیٹھے تھے۔

آپؐ کی شکل چودھویں رات کے چاند سے زیادہ چمکدار تھی عجیب خوبصورت شکل۔ میں حضورؐ کے سامنے گیا ان کی عظمت وجلال کا کیا کہنا اور ان کے کنارے (قریب میں) ایک سبز عمامے والے حضرت بیٹھے تھے۔ میں ایسا رعب وجلال دیکھ کر بہت پریشان ہوا میں تو دنیاوی بادشاہوں کی خدمت میں رہا تھا یہ تو روحانی شہنشاہ

ہیں۔ میں خاک پر کھڑے ہو گیا اور سلام کیا میرے سلام کا جواب دے کر کہا کہ اے فلاں، پسر فلاں میرا اور میرے باپ کا نام لے کر پکارا میں نے ڈرتے ہوئے کہا لبیک یارسولؐ اللہ۔ فرمایا کہ تجھے پتہ ہے کہ ہم تیرے لئے کیا چاہتے ہیں میں نے کہا مجھے کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم نے جو ہمارے اوپر احسان کیا ہے ہم اس کی جزا و بدلہ تم کو دینا چاہتے ہیں میں نے کہا کہ حضور آپ کا حکم ہی بڑا ہے چاہے جو حکم دے سکتے ہیں۔ پھر میں اپنے دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ میں نے ان کے ساتھ کون سا احسان کیا ہے۔ میں نے تو ان کو دیکھا تک بھی نہیں ہے۔

پھر فرمایا کیا تم کو معلوم ہے کہ تم نے ہمارے ساتھ کیا احسان کیا ہے میں نے کہا میری سمجھ میں کوئی بات نہیں آ رہی۔ فرمایا کہ وہ رقم جو تم خاموشی سے اہل محلہ کو دیتے تھے کہ اسے مجلس و ماتم میں خرچ کرنا (اور وہ سالانہ تقریباً ہزار روپیہ ہوتی تھی) تمہاری یہ رقم جو اہل محلہ سے کچھ زائد ہی ہوتی تھی میں نے دل میں کہا کہ کون حسینؑ؟ میں تو واقف نہیں پھر کہا کہ میں نے تو نام حسینؑ تک نہیں سنا ہے پھر میں نے کہا ہاں ہاں یارسولؐ اللہ آپ جو بھی حکم دیں گے ہم اطاعت کریں گے فرمایا کہ جس دین بت پرستی پر تم چل رہے ہو میں اس حالت میں تم کو کوئی تحفہ یا انعام نہیں دے سکتا ہوں میں نے کہا پھر کیا کروں جو انعام ملے پس کہا کہ تم مسلمان ہو جاؤ اور اپنا تحفہ وصول کرو۔ میں نے کہا بسر وچشم یارسولؐ اللہ اور جو شخص مجھے خدمت با برکت میں لے کر گیا تھا اس سے کہا کہ اسے مسلمان کرو کلمہ پڑھواؤ اور مقاماتِ مشہد (زیارات) ان کو بتا دو۔ اس شخص نے مجھ سے کہا کہ میرے ساتھ آؤ اس وقت رسولؐ خدا نے مجھ سے فرمایا کہ فلاں نے مسلمان دو انجمنوں میں بٹے ہوئے ہیں تو بھی ان کی طرح عزادار حسینؑ بن جا اور ان کو اپنا امام و پیشوا مان لے اور حسینی راستہ اختیار کر۔ میں نے کہا بسر وچشم مجھے آپ کی ہر بات قبول

ہے میں آپ کی پوری اطاعت کروں گا پھر میں اس شخص کے ساتھ بڑے باغ سے باہر نکلا اور اس نے کہا کہو:

لَا اِلٰهَ اِلّا اللّٰه وَاشهد ان محمداً رسولُ اللّٰه۔ وَان الا ئمة خلفاء رسولُ اللّٰه

میں نے کہا اور اس سے پوچھا کہ جو شخص رسولؐ خدا کے قریب بیٹھا ہوا تھا وہ کون تھا کہا کہ امام حسینؑ کے پدر گرامی کہ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ اس کی جیسی روش اور راستہ اختیار کرلو۔ اس شخص نے مجھے سیر کرائی اور کاظمین لے گیا وہاں پر دو اماموں کے روضوں کی زیارت کرائی پھر کربلا لے گیا اور روضۂ امام حسینؑ کی زیارت کرائی اور صحنِ امام میں حضرت ابوالفضلؑ عباس علمدار کا مزار دیکھا لیکن مزار کے اندر نہ جاسکے اور کہا کہ زیارت کے بعد چلیں گے اور پھر مجھے نجف لے گیا اور حضرت علیؑ کے مزارِ مقدس کی زیارت کرائی اور پھر حرم امام لے گیا۔ امام عصر علیہ السّلام لے گیا وہاں پر جائے غیبت کی زیارت کرائی پھر کہا کہ یہ امام زمانہؑ کی زیارت کرلو پھر ایک کوہِ بلند و بالا پر جاتا ہے اور وہاں کافی بڑی آگ جلی ہوئی ہوگی میں نے پوچھا کہ یہ بلند کوہ کونسی جگہ ہے کہنے لگا کہ امام رضاؑ کے قریب ہے اور پھر مجھے کچھ دور سے گنبد امام کی زیارت کرائی اور پھر ہم کشتی پر سفر کرنے لگے پھر وہ شخص میری نظروں سے غائب ہوگیا اور پھر میں پریشان حال خواب سے بیدار ہوگیا۔

اس واقعے کی کیفیت سے میرا تن بدن کانپ رہا تھا پھر وہاں سے میں اُٹھا پھر صبح ہونے والی تھی جو میں نے کشتی میں قدم رکھا صبح کو میں شہر پہنچ گیا تو اس ضعیفہ (علوی) کے گھر پہنچا۔ میں نے کہا کہ میرے لئے دودھ سے غذا تیار کرو (کھیر پکاؤ) رات کو واپس آکر کھالوں گا۔ جیسے ہی دن نکلا (پو پھٹی) تو مسلمانوں کا کھانا ملتان کے بت پرست نہیں کھاتے ہیں یہاں تک کہ اگر کوئی مسلمان ان کے باورچی خانے کے

نزدیک سے گزر جاتا ہے تو وہ بت پرست اس کھانے کو نجس شمار کر کے نہیں کھاتے بلکہ ایسا کھانا دور پھینک دیتے ہیں اور پھر تمام برتنوں کو دھوتے ہیں اور پھر پورا باورچی خانہ خالی کر کے دھو کر صاف کرتے ہیں لہٰذا علویہ عورت نے کہا کہ کیا تم میرا پکایا ہوا کھانا کھا لوگے میں نے کہا کھالوں گا تو کہنے لگی کہ کیا تو اپنے دین کو چھوڑ چکا ہے۔ میں نے کہا کہ تم کو ان باتوں سے کیا غرض ہے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ کام کرو، یہ پہلا کام تھا جو میں نے اپنے دین کے خلاف کیا میں گھر سے باہر نکلا اور اس فکر میں چلا کہ کسی سے دین کی باتیں سیکھوں۔ میرا ارادہ اپنے گھر کے قریب والی مسجد میں جانے کا تھا مگر اس قدر پریشانیاں ذہن میں آگئیں کہ جو کچھ خواب دیکھا تھا وہ بھول گیا۔ تو میں نے ارادہ تبدیل کر لیا پھر اس مسجد سے گزر کر دوسری مسجد میں چلا گیا اور اپنے آپ کہنے لگا کہ کیا فرق پڑتا ہے کسی بھی مسجد کے مولانا سے علم سیکھ لیں گے میں نے صبر کیا یہاں تک کہ مسجد کا ملا (امام) باہر آیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ نابینا (اندھا) ہے پھر میں نے خود سے ہی کہا کہ مجھے اپنے مقصد کی بات کرنی ہے آنکھوں سے ان باتوں کا تعلق نہیں ہے۔ پھر میں مکان کے پیچھے کی طرف سے اس کے مکان پر گیا اور کہا کہ مولانا صاحب اگرچہ میں ملتان کا ہی ہندو ہوں مگر میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں وہ مجھے اپنے گھر کے اندر لے گیا اور دروازہ بند کر لیا۔ ہم دونوں بیٹھ گئے اس نے کہا کہ تم کیا چاہتے ہو میں نے کہا مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ ملا نے کہا کہ مسلمانوں کے دو فرقے ہیں تم کون سا فرقہ پسند کرتے ہو جواب دیا کہ یہ باتیں تو میں نہیں جانتا البتہ اتنا جانتا ہوں کہ حسینؑ امام کا راستہ اور مجالسِ حسینؑ کا اسلام چاہتا ہوں۔

شیخ (ملا) رونے لگا اور میری پیشانی کو چوما، پیار کیا اور کہا کہ تم کو اسلام مبارک ہو بلکہ شیعیتِ علیؑ (محبت) مبارک ہو۔ پھر رہائش معلوم کی تو میں نے بتایا کہ میں فلاں

مکان میں رہتا ہوں کہنے لگا کہ اس مکان مالکہ کو میرے پاس بھیجو میں نے کہا ایسا میں نہیں کرسکتا ہوں۔ پھر کہنے لگا کہ تم کو کیسے معلوم ہوا کہ میں راہرو حسینؑ ہوں۔ جواب دیا کہ میں دوسری مسجد میں جانا چاہتا تھا اتفاقاً راستہ بھول کر اِدھر آنکلا۔ شیخ نے سجدہ شکر کیا اور کہنے لگا کہ آپ نے اچھا کیا میرے پاس آگئے اس دوسری مسجد کا کٹھ مُلّا دشمن آلِ رسولؐ ہے اور عزاداری کو حرام جانتا ہے اور کبھی کبھی تو یہ عزائے حسینؑ کے خلاف فتویٰ بھی دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی تھی جو آپ میرے پاس آگئے۔ میں نے کہا کہ کیا وہ مجھے مسلمان ہونے پر کچھ کہتا سنتا۔ آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں جواب دیا کہ بہت اچھا ہوا کہ آپ راہِ حسینؑ پر گامزن ہو گئے۔ پھر میں نے اپنا خواب اس سے بیان کیا اور ہم دونوں بے تحاشا رونے لگے۔ پھر اسلام و شیعیت کے طور طریقے مجھے بتائے اور کہا کہ آج میرا روزہ ہے اب آپ جائیں خدا حافظ کہا میں دریا کی سمت آگیا اپنے لباس کو دھویا اور غسل کیا اور پھر اپنے گھر واپس آگیا اور پوری کی پوری سرگزشت اس (ضعیفہ علویہ) مکان مالکہ کو سنائی۔ علویہ رونے لگی اور کہا کہ میں شیعہ حسینیؑ ہوں میرے بچے بھی حسینیؑ ہیں۔ اس دن سے آج تک مسلمان ہو کر خوش زندگی گزار رہا ہوں۔ پھر میں خود ہی خود کہنے لگا کہ اس دولت کو میں نے حرام طریقے سے کمایا ہے اور اب مجھے اس نجس دولت کی ضرورت نہیں رہی لہٰذا میں نے اپنے اہل وعیال کو خط لکھا کہ تمام مال و جائیداد تمہاری ہے۔ اب چونکہ میں مسلمان ہو گیا ہوں پھر بھی یہ نہ سوچنا کہ میں قطع تعلق کرلوں گا اور تم کو سامان نہیں بھیجوں گا اور میرا قیمتی لباس جو (بت پرستی) کے زمانے کا تھا سب کو صدقہ کر دیا۔ دیگر مسلمانوں نے میرے لئے مال اکٹھا کیا اور میرا لباس خرید کر دیا اور کافی رقم بھی تجارت کیلئے دے دی۔ پھر میرا اہل وعیال کا خط آیا کہ تم نے ہمارا دین و مذہب اور محبت ختم کر دی اگر اپنے دین پر واپس آجاؤ تو ہم تمہاری

قدر کو جانیں گے بہتر ہوگا ورنہ ہم تم کو جان سے مار ڈالیں گے۔

اب مجھے بیوی بچوں کی دشمنی کا خیال آیا کہ جان سے مار بھی سکتے ہیں اور اپنی جان کا خوف آیا اس لئے میں حفاظتی طور پر عراق آگیا تا کہ محفوظ رہ سکوں۔

(دار السلام، ج ۲،ص ۲۸۵، ۲۸۹)

۹۷۔ایک ہندو ماتمِ حسینؑ کرتا تھا مرنے کے بعد اس کی شفاعت

سید جلیل مرحوم ڈاکٹر اسماعیل مجاب جنہوں نے مجاورتِ ہندوستان کے زمانے میں عجیب واقعہ دیکھا اور وہ نقل کرتے ہیں کہ ایک ہندو آدمی یومِ عاشورہ کو عزائے حسینؑ میں ماتم کیا کرتا تھا اور ہاتھ سینے پر مارا کرتا تھا۔ جب وہ مر گیا تو ہندو رسم کے مطابق آگ میں (چتا میں) رکھ کر آگ لگا دی گئی تمام بدن جل کر راکھ ہو گیا مگر سیدھا ہاتھ اور سینہ نہیں جلا۔ ان دونوں حصوں کو یعنی (ہاتھ، سینہ) دونوں حصوں کو لے کر ہندو لوگ شیعوں کے قبرستان آگئے اور شیعوں سے کہا کہ حسینؑ کا ماتم کرنے کی وجہ سے ہاتھ اور سینہ نہیں جلا۔ ہم ہندو لوگ ہر سال یوم عاشورہ کو اکیس آدمی آگ میں سے گزرتے ہیں اور دوسری طرف کو نکل جاتے ہیں۔ آتش ہم کو نہیں جلاتی۔ یہ سب برکت و معجزہ امام حسینؑ ہے اور یہ کرامات ہندوؤں کو معلوم ہو چکی ہے اور اگر کوئی یہ چاہے کہ آتش جہنم سے نجات ملے تو عملِ صالح کے ساتھ ایمان لانا شرط ہے۔

(داستان ہائے شگفت، ص ۸۹)

بعض ایماندار ہیں لیکن عملِ صالح نہیں رکھتے۔ بعض عملِ صالح رکھتے ہیں لیکن اہل ایمان نہیں ہیں۔

بعض ایسے ہیں کہ نہ ایماندار ہیں لیکن اور نہ ان سے انسانوں کو کوئی فائدہ پہنچا ہے اور چوتھی قسم وہ ہے کہ ان کا ایمان قوی ہے اور بہت سے نیک کام کرتے ہیں۔ فقط اور

فقط چوتھی قسم کے انسان اہلِ بہشت ہیں اور عزائے حسینؑ مجلس و ماتم وجلوس میں غیر قوموں کی شمولیت، عزائے حسین میں حصہ لینا، غم منانا، ان کے جلوسوں میں خرچہ کرنا وغیرہ سادات اور اہلِ بیتؑ کی عزت کرنا یہ بھی باعثِ سعادتِ دنیا و آخرت بن جاتا ہے اور ایسی بے شمار کہانیاں معجزات کتاب ہائے تاریخی میں مندرج ہیں۔

(در کتاب دار السلام بے شمار روایات اس بارے میں لکھی ہیں)

۹۸۔ عزائے حسینؑ میں نمک کی کان کا پیسہ صرف کیا جس سے اقامۂ عزا مل گیا

علامہ نوری دار السلام کتاب میں روایت نقل کرتے ہیں کہ شیخ اجل استاد علامہ ربانی شیخ عبدالحسین تہرانی نے مجھے خبر دی کہ میرزا نبی جان کے مرنے کے بعد کہ جو محمد شاہ قاچار کے خاص لوگوں میں سے تھے ایک شب کو میں نے خواب دیکھا کہ گویا میں باغاتِ بہشت کی سیر کر رہا ہوں۔ ایک شخص ہمراہ تھا جو تمام مقامات سے باخبر تھا ہم ایسی جگہ پر پہنچ گئے کہ اس شخص نے کہا کہ اس مقام پر منزل (مکان) نبی جان ہے۔

اگر آپ چاہیں تو دیکھ سکتے ہیں اور ایک طرف کو اشارہ کر کے مجھے مخاطب کیا میں نے دیکھا کہ وہ تنہا ایک حُجرے میں بیٹھے ہیں اور جیسے ہی مرزا نبی جان نے مجھے دیکھا اور مجھے اپنے پاس بلایا وہ اپنی جگہ سے اٹھے اور سلام کیا اور بالائے مجلس مجھے بٹھا دیا گیا اور خود ایسی شکل سے بیٹھے جیسے زندگی میں ہمیشہ بیٹھتے رہے تھے۔ میں ان کو دیکھ کر فکر مند تھا کہ انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا کہ اے شیخ تم میرے اعمال اور مقام کو دیکھ کر فکر مند ہو کہ جو مقام دنیا میں مجھے ملا ہوا تھا میں اپنے گناہوں کی وجہ سے عذاب میں تھا لیکن طالقان میں میری نمک کی کان تھی اس میں سے کچھ حصہ (رقم) سالانہ نکال کر نجفِ اشرف رقم بھیجا کرتا تھا کہ یہ رقم مجلس و ماتم حسینؑ میں خرچ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے اس نمک کی کان کی رقم کے عوض مجھے یہ مقام عطا فرمایا ہے۔ پھر میں

خواب سے بیدار ہوا اور میں نے مجلس کے لوگوں سے خواب کا تذکرہ کیا۔ بعدِ تحقیق کے پتہ چلا کہ وہ سچا خواب تھا کیونکہ نمک کی کان سے ایک سو (۱۰۰) تومان نجفِ اشرف بھیجا کرتے تھے۔

۹۹۔ زیارتِ عاشورہ کے فائدے

شہید بزرگوار دستِ غیب نے یہ واقعہ لکھا ہے۔ فقیہ زاہد عادل مرحوم شیخ جواد بن شیخ مشکور عرب یہ نجف کے بہت زبردست عالم تھے۔ ۲۶ صفر سن ۱۳۳۶ ہجری میں خواب میں دیکھا کہ ملک الموت آئے ہیں انہوں نے سلام عرض کیا اور پوچھا کہ کہاں سے تشریف آوری ہو رہی ہے۔ عزرائیلؑ (ملک الموت) نے فرمایا شیراز گیا تھا اور روحِ مرزا ابراہیم محلاتی کو قبض کیا۔ پوچھا کہ میرزا ابراہیم کی روح عالمِ برزخ میں کس حال میں ہے۔ فرمایا بہت اچھی طرح ہے برزخ کے بہترین باغات کی سیر کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار فرشتے ان کی خدمت کیلئے مقرر کئے ہیں۔ ان سے پھر پوچھا گیا کہ ان کو یہ مقام کون سے نیک کام کرنے کے عوض ملا ہے۔ آیا درس و تدریس کی وجہ سے اور شاگردوں کی تربیت کی غرض سے یہ درجہ ملا ہے۔ عزرائیلؑ نے کہا نہیں اس کی وجہ سے یہ درجہ نہیں ملا ہے پھر پوچھا کیا نماز جماعت پڑھانے سے ملا ہے اور تبلیغ دین کی وجہ سے یہ درجہ ملا ہے کہنے لگے نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ زیارتِ عاشورہ پڑھنے کے سبب یہ درجہ ملا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ابراہیم محلاتی نے لگاتار تیس سال تک زیارتِ عاشورہ پڑھی ہے کبھی ناغہ نہیں کی خواہ آندھی ہو بارش یا طوفان ہو ہر حالت میں آپ زیارتِ عاشورہ لازمی پڑھا کرتے تھے اور اگر بیماری کی وجہ سے نہیں پڑھ سکتے تو کسی شاگرد کو نائب بنا کر پڑھواتے تھے۔ شیخ خواب سے بیدار ہو گئے دوسرے روز مکان پر آیت اللہ مرزا محمد تقی شیرازی کے گئے اور ان سے اپنا خواب بیان فرمایا۔ مرزا محمد تقی واقعات سن کر زور زور سے رونے لگے ان سے

رونے کا سبب پوچھا فرمایا محلاتی (ابراہیم) دنیا سے رخصت ہوگئے۔ یہ علم فقہ کا ستون تھے کہتے ہیں کہ شیخ نے خواب دیکھا اس کی اصلیت کچھ بھی ہو ہمیں تو مرزا صاحب نے بیان کیا ہے۔ ہاں خواب ہے لیکن خواب شیخ مشکور کا خواب ہے نہ کہ ہر کسی ایرے غیرے نتھو خیرے کا۔ دوسرے روز انہوں نے محلاتی کی تعزیت کا ٹیلی گراف ڈاک سے بھیجا اور شیخ کے خواب کی حقیقت جان گئے۔ (داستان ہائے شگفت، ص ۳۶۹)

۱۰۰۔ ایک مومنہ نے قبرستان کے عذاب کو ختم کر دیا

علامہ نوری یہ واقعہ لکھتے ہیں۔ حاج ملا حسن مجاورِ نجف تھے انہوں نے حق مجاورت ادا کر دیا اور تمام عمر بہترین عبادت میں گزار دی قولِ حاج محمد علی یزدی مجھ سے بیان کیا۔

یہ مردِ کامل و فاضل اور صالح تھے اور ہمیشہ آخرت کو یاد کر کے اپنی بخشش کیلئے شہر کے باہر ایک مزار تھا جہاں بہت مقدس و نیک ہستیاں دفن تھیں روزانہ فاتحہ خوانی کو جاتے تھے۔ ان کا ایک ہمسایہ تھا کہ بچپنے سے جوانی تک ایک ساتھ رہے تھے۔ ضعیفی سے کمر جھک گئی تھی ان کو بھی وہیں دفن کیا گیا تھا ان کی موت کے ایک ماہ بعد ایک مرد صالح کو خواب میں دیکھا کہ وہ اچھے حال میں ہیں نعمت ہائے الٰہی مل رہی ہیں ان کے پاس جا کر کہا کہ میں آپ کے تمام حالاتِ اندرونی و بیرونی سے بخوبی واقف ہوں۔

تم ایک ایسے انسان تھے کہ بہ ظاہر نیک نظر آتے تھے لیکن دراصل کافی گناہوں کے مرتکب ہوئے ہو تم نے برے کام کرنے کی حد کر دی تھی۔ تمہارے کام تو باعثِ عذاب تھے لیکن اب جو یہ رتبہ ملا ہے یہ تو متقی حضرات کا درجہ ہے تم کو کیسے مل گیا۔ انھوں نے کہا ایسا ہی ہے جیسا کہ تم بیان کر رہے ہو لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ میرے مرنے سے ایک روز پہلے تک میں سخت عذاب میں گرفتار تھا ایک روز پہلے جب ہمارا دوست استاد اشرف آہن گر (لوہار) کی بیوی مرگئی اور اس کو اس قبرستان میں دفن کر دیا اشارہ کیا

تقریباً پچاس قدم کا فاصلہ ہوگا تین بار امام حسینؑ اس کے دیکھنے کیلئے یہاں تشریف لائے تیسری بار آئے تو فرمایا کہ اس قبرستان سے عذاب ختم کردو لہٰذا اس وقت سے قبرستان سے عذاب ختم کردیا گیا اور ہم سب آرام سے ہیں۔

مردِ صالح خواب سے بیدار ہوئے اور استاد اشرف آہن گر کی تلاش میں بازار آہنگراں گیا مجھے اشرف آہنگر مل گئے انہوں نے اپنی بیوی کے مرنے کا واقعہ سنایا کہ کل میری بیوی مرگئی اور فلاں جگہ قبرستان میں دفن کیا گیا ہے۔ انہوں نے پوچھا کیا تمہاری بیوی کربلا زیارتِ امام حسینؑ کو گئی تھی کہا کہ نہیں گئی تھی پھر پوچھا کہ کیا مجلس حسینؑ کراتی تھی جواب دیا کہ نہیں پھر پوچھا کیا ذاکرِ اہلِ بیت تھی مجلس پڑھتی تھی جواب دیا نہیں ایسا بھی نہیں ہے پوچھا کہ آخر تم اتنی باتیں پوچھ رہے ہو تمہارا ان باتوں سے کیا مقصد ہے۔ پھر انہوں نے اپنا خواب بیان کیا اور کہا کہ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آخر تیری بیوی کا امام حسینؑ سے کیا ربط تھا استاد اشرف نے جواب دیا کہ وہ زیارتِ عاشورہ پڑھا کرتی تھی۔ (دارالسلام، ج ۲، ص ۲۶۷)

۱۰۱۔ زیارتِ عاشورہ پڑھنے سے سامرہ سے بیماریاں ختم ہوگئیں

مرحوم آیت اللہ حاج شیخ عبدالکریم حائری یزدی اعلیٰ اللہ مقامہٗ نے فرمایا کہ جس زمانے میں میں سامرہ میں علم دین حاصل کر رہا تھا تو اچانک سامرہ میں طاعون کی وبا پھیل گئی اور روزانہ کافی حضرات مرجاتے تھے۔ ایک روز میں اپنے گھر پر تھا مرحوم سید محمد فشارکی (اعلیٰ اللہ مقامہٗ) اور ان کے ساتھی بھی اہلِ علم حضرات تھے۔ مرحوم مرزا محمد تقی شیرازی تشریف لائے ان سے بیان کیا گیا کہ طاعون کی وباء نے بہت نقصان کر رکھا ہے جسے بیماری ہوجاتی ہے وہ مرجاتا ہے کوئی نہیں بچتا۔ مرحوم مرزا تقی نے فرمایا کہ اگر میں آپ لوگوں کو کوئی حکم دے دوں تو پورا کرو گے یا ٹال مٹول کرو گے سب نے

کہا کہ ہم آپ کا حکم ہر طرح سے مانیں گے۔

بس آپ نے فرمایا کہ میں آج سے آپ تمام حضرات سے درخواست کروں گا کہ ہم تمام مومنین سامرہ آج سے دس روز آگے تک روزانہ زیارتِ عاشورہ پڑھا کرینگے اور اللہ اس کا ثواب حضرت نرجس خاتون والدۂ ماجدہ حضرت حجۃ بن الحسنؑ (امامِ زمانہؑ) کی خدمت بابرکت میں ہدیہ کریں گے کہ طاعون کی وباء دور ہو جائے۔ یہ اطلاع موجودہ تمام شیعہ حضرات نے دیگر مومنین کو پہنچا دی اور تمام حضرات نے زیارتِ عاشورہ پڑھنی شروع کر دی دوسرے روز سے تمام شیعہ محفوظ ہو گئے اور کسی کی بھی موت نہیں ہوئی۔ یہ خبر تمام سُنّی حضرات میں پھیل گئی وہ روزانہ کثیر تعداد میں مر رہے تھے ان سُنّی حضرات نے شیعہ حضرات سے پوچھا کہ وہ کونسا کام آپ کر رہے ہیں جس سے تمہاری قوم کے افراد مرنا بند ہو گئے۔ ہم کو یہ بات بتاؤ۔

شیعوں نے بتایا کہ ہم زیارتِ عاشورہ پڑھتے ہیں انہوں نے بھی زیارتِ عاشورہ پڑھنی شروع کر دی تب طاعون کی وباء سامرہ شہر سے ختم ہو گئی۔

(داستان ہائے شگفت ص۔۲۹۴)

۱۰۲۔ زوّارِ پر حسینؑ کی مہربانیاں

شہید بزرگوار آیت اللہ دستِ غیب نے یہ معجزہ لکھا ہے کہ آقائے سید عبدالرسول خادم نقل فرماتے ہیں کہ مرحوم سید عبدالحسین کلید بردار حضرت سید الشہداؑ فرماتے ہیں کہ میرے باپ کلید بردار نے ایک کام اہل فضل و ایمان کا بیان کیا کہ ایک شب میں حرم مطہر میں ایک عربی آیا، ننگے پیر تھا خون میں نہایا ہوا ضریح مقدس سے مس ہونے لگا اور اپنی حاجت کہنے لگا وہ بزرگ عرب بے ادب کو فوراً باہر نکال دیا کرتے تھے جب کلید بردار نے عرب بے ادب کو باہر نکالا تو عرب کہنے لگا یا حسینؑ میرا گمان تھا کہ یہ تمہارا

مقام ہے لیکن یہاں آ کر دیکھا کہ یہ تمہارا مقام نہیں ہے بلکہ کسی دوسرے کا مکان ہے۔

اسی شب کو کلید بردار نے خواب دیکھا کہ امام حسینؑ صحنِ مقدس کے منبر پر تشریف فرما ہیں کافی مومنین کی ارواح بھی موجود ہیں اور آنحضرت اپنے خدام کی خود شکایت کر رہے ہیں۔

کلید بردار اٹھتا ہے اور پوچھتا ہے کہ آقا مجھ سے کونسی غلطی سرزد ہوگئی ہے تب امام فرماتے ہیں کہ آج کی گزشتہ رات کو میرے معزز مہمان کو تم نے حرم سے بے عزت کر کے نکال دیا اس لئے میں تم سے راضی نہیں ہوں اور میرا خدا بھی تم سے راضی نہیں ہے۔ مگر یہ کہ تم اس مہمان کو راضی کرو خادم نے عرض کیا کہ میں اسے نہیں جانتا ہوں نہ میرے پاس کوئی نام و پتہ ہے کیسے تلاش کروں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ خانِ حسن پاشا میں نزدیک خیمہ گاہ سویا ہوا ہے۔ وہ پھر حرم آئے گا وہ جس کام کیلئے آیا تھا ہم نے شفا دے دی ہے۔ اس کا بچہ مفلوج تھا کل کو اپنی قوم و قبیلے کے ساتھ آئے گا اور زیارت کو آئے گا تم آگے بڑھ کر اس کا پر تپاک استقبال کرنا۔ جیسے ہی خادم خواب سے بیدار ہوا تو کئی خادموں کو ساتھ لے کر اسی مقام پر گئے جہاں کا پتہ امام نے بتایا تھا اسے پالیا اس کے ہاتھوں کو خادمین نے چوما اسے اپنے گھر لے کر آئے خوب اچھی مہمان نوازی کی۔ الغرض دوسری رات کو ہم تقریباً تمیں خادم اس کے پاس گئے تھے اچانک ہم کیا دیکھتے ہیں کہ چند قدم کے فاصلے پر ایک جماعت بہت خوش خوش مفلوج بچہ جسے امامؑ نے اچھا کر دیا تھا سے ساتھ لے کر چلے آرہے ہیں اور سب کے سب امام کی زیارت کیلئے روضۂ مبارک میں داخل ہوگئے۔ (داستان ہائے شگفت، ص ۲۷۶)

۱۰۳۔ مقبل شاعر کی خواب کی تعبیر

مرحوم حاج ملا اسماعیل سبزواری نے اپنی کتاب (عددالسنہ) میں کیفیت خواب مقبل شاعر کی بیان کی ہے اور کہا ہے کہ میں نے مقبل کے مکان میں رہ کر کیفیتِ خواب مقبل کو

اپنی آنکھوں سے دیکھ کر لکھا ہے مقبل فرماتے ہیں کہ ایک سال کافی زیادہ تعداد میں لوگ اصفہان سے زیارتِ امام حسینؑ کیلئے روانہ ہوئے اور میرے پاس پیسے نہ تھے ہاتھ خالی تھا۔ میں نے اپنے ایک دوست سے کہا کہ میری دلی تمنا یہ ہے کہ میں ایک بار امام حسینؑ کی زیارت کرلوں، کیا پتہ کب موت آجائے۔ تب اس دوست نے کہا کہ آج کی رات تم میرے مہمان رہو پھر ہم زیارتِ امام حسینؑ کیلئے روانہ ہوگئے۔ جب ہم نزدیک گلپائگان پہنچے تو آدھی رات کو زواروں پر ڈاکوؤں نے حملہ کر کے تمام مال و اسباب لوٹ لیا تمام قافلے کے زوار خالی ہاتھ لٹے پٹے گلپائگان شہر میں داخل ہوگئے۔

کچھ زوار واپس گھروں کو چلے گئے اور کچھ نے ادھار قرض لیا اور میں گلپائگان شہر میں رہا یہاں تک کہ ماہِ محرم آگیا۔ وہاں ایک امام بارگاہِ حسینیہ تھا جس میں رات کو شیعہ حضرات مجلس بپا کرتے تھے اور میں بھی اس مجلس میں شرکت کرتا تھا اور جو حسرت میرے دل میں زیارتِ امام حسینؑ کی تھی اس کی یاد میں راتوں کو رویا کرتا تھا۔

ایک رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں واردِ کربلا ہوگیا ہوں۔ امام حسینؑ کے روضے کی زیارت کو چلا تو ایک شخص نے پیچھے سے مجھے پکڑ لیا اور کہا کہ واپس پلٹ جاؤ کہ ابھی تمہاری زیارت کا وقت نہیں ہے۔ میں نے کہا کیوں کیا حرمِ مطہر بند ہے؟ کہنے لگے اے مقبل اس وقت پاک بی بی حضرت فاطمۃ الزہراؑ مع اپنی والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ اُمّ المومنین اور بے شمار جنّت کی حوریں اور پیغمبرانؑ۔ یہ تمام کے تمام زیارتِ قبرِ حسینؑ کیلئے آئے ہیں۔ میں نے کہا آپ کون ہیں؟ جواب دیا کہ میں ایک فرشتہ ہوں اور جو ہمیشہ زائرانِ امام کیلئے استغفار کرتا رہتا ہوں۔

اس گفتگو کے بعد میرا ہاتھ پکڑا اور صحن میں گھمانا شروع کر دیا کافی تعداد ایسی دیکھی جو دنیا سے رغبت نہیں رکھتے تھے۔ ایک جماعت باخضوع وخشوع بیٹھی ہوئی تھی۔ اس

فرشتے نے کہا کہ یہ انبیاء ہیں جو زیارت امام حسینؑ کو آئے ہیں ایسے میں ایک بزرگ ہستی حرم سے باہر آئی۔ ایسی حالت میں کہ دو انسان بغل سے پکڑ کر اوپر کو اٹھائے ہوئے تھے۔ تمام انبیاء نے کھڑے ہو کر تعظیم کی پھر آنحضرتؐ صدرِ مجلس میں بیٹھے اور کہا کہ محتشم کو بلاؤ میں نے پوچھا یہ صاحب کون ہیں فرشتے نے کہا کہ یہی تو جناب امام حسینؑ کے نانا ہیں۔ محتشم کو بلایا گیا رسولؐ خدا نے فرمایا کہ اے محتشم یہ رات عاشورے کی رات ہے یہ تمام انبیاء میرے لال حسینؑ کی زیارت کو آئے ہیں اے محتشم تم بالائے منبر جا کر دلسوز مرثیہ پڑھو تا کہ ہم روئیں۔ محتشم منبر کے سب سے بلند مقام پر بیٹھ گئے رسولؐ اللہ نے اشارہ کیا کہ نویں درجے پر جاؤ وہ چلے گئے میں نے اپنے ہوش وحواس درست کیے۔ پھر محتشم نے دل سوز مرثیہ پڑھنا شروع کر دیا بارہ (۱۲) بند پڑھے۔

کشتی شکست خوردهٔ طوفان کربلا
درخاك و خون تپیده به میدان کربلا
گرچشم روزگار بر او فاش می گریست
خون می گذشت از سر ایوان کربلا
نگرفت دست دهر گلابی به غیر اشك
زان گل که شد شگفته به بستان کربلا
از آب هم مضایقه کردند کوفیان
خوش داشتند حرمت مهمان کربلا
بودند دیو و در همه سیراب ومی مکید
خاتم ز قحط آب سلیمان کربلا
زان تشنگان هنوزبه عیّوق می رسد
فریاد العطش زبیابان کربلا

کربلا کی کشتی طوفان سے ٹوٹ گئی
حسینؑ خاک و خون میں شہید ہو گئے
ہمیشہ ہمیشہ یہ دنیا غمِ حسینؑ میں
خون روتی رہے گی کربلا کا نام لیکر
میرے اشک گرتے ہیں کربلا کے چمن کی تاراجی پر
کہ کربلا کے پھول توڑ دیئے گئے
تمام کوفی نہرِ فرات سے پانی سے سیراب ہوتے تھے
لیکن کربلا والوں کی عظمت کو ختم کر دیا تھا
ہر جانور چرند پرند پانی سے سیراب ہو رہا تھا
لیکن حسینؑ پیاس میں انگوٹھی چوس رہے تھے
ان کربلا کے پیاسے بچوں کی آواز
آسمان تک جا رہی تھی العطش العطش

یہاں پر ایک بارگی رسولخداؐ کے رونے کی آواز بلند ہوئی اور انبیاء کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ میری امت نے میرے بیٹے حسینؑ کے ساتھ کتنا بدتر سلوک کیا ہے جس پانی کو اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کیلئے وافر مقدار میں پیدا کیا ہے اسے میری اولاد پر حرام کر دیا گیا پھر دوبارہ محتشم مرثیہ خوان نے کلام شروع کر دیا۔

روزی که شد به نیزه سر آن بزرگوار
خورشید، سربرهنه، برآمد زکوهسار
موجی به جنبش آمد و، برخاست، کوه کوه
ابری به بارش آمدو بگریست زار زار

جب حسینؑ کا سر کاٹ کر نیزے پر چڑھا دیا گیا

آفتاب بھی سر برہنہ روتا ہوا نکلا

قتل حسینؑ پر زلزلے آ گئے پہاڑ ہل گئے

گویا تمام دنیا میں خون کی بارش ہو رہی تھی

یہ سنتے ہی تمام پیغمبروں نے اپنا ہاتھ سر پر رکھا پھر محتشم نے روبروئے پیغمبر پڑھا:

جمعی که پاس محملشان داشت جبرئیل

گشتند بی عماری و محمل شتر سوار

افسوس کہ جن کی عماریاں جبرئیلؑ کی نگرانی میں ہوں

ان کو بے کجاوہ عماریوں سے لیجایا گیا

رسولؐ خدا نے فرمایا کہ میرا اجر رسالت امت نے یہ دیا کہ میری بیٹیاں اسیر کی گئیں محتشم کچھ ٹھہر گئے۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا ابھی گریہ سے دل نہیں بھرا۔ محتشم نے قبر حسینؑ کی طرف رخ کیا اور پڑھا۔

بر حربگاه، چون ره آن کاروان فتاد

شور و نشور، واهمه رادر گمان فتاد

هم بانگ نوح، غلغله درشش جهت فکند

هم گریه، در ملائك هفت آسمان فتاد

هر جاکه بود آهوئی، از دشت پاکشید

هر جلکه بوداهل بیت، برآن تشنگان فتاد

هر چند بر تن شهداء چشم، کار کرد

بر زخمهای کاری تیغ و سنان، فتاد

ناگاه چشم دختر زهرا، در آن میان

بر پیکر شریف امام زمان فتاد

بی اختیار نعرهٔ "هذاحسین" زدُ

سوزد، چنانکه آتش از آن، در جهان فتاد

پس بازبان پرگله آن بضعهٔ بتول

رو در مدینه کرد که "یاایهالرسول"

این کشتهٔ فتاده به هامون، حسین تست

وین صید دست و پازده در خون، حسین تست

این نخل تر، کز آتش جانسوز تشنگی

دود از زمین رسانده به گردون، حسین تست

این ملهی فتاده به دریای خون که هست

زخم از ستاره، برتنش افزون، حسین تست

این غرقهٔ محیط شهادت، که روی دشت

از موج خون او شده گلگون، حسین تست

این خشک لب فتاده دور از لب فرات

کز خون او زمین شده جیحون، حسین تست

ای شاه کم سپاه که باخیل اشك و آه

خرگاه، زین جهان زده بیرون، حسین تست

جب قتل گاہ پر نگاہ پڑتی تھی

تو کربلا کا شور و فغاں ذہن میں آ جاتا تھا

نوح کی آواز کی طرح پوری دنیا میں آواز چلی گئی
قتل الحسین بکربلا۔ آسمان کے فرشتے بھی رونے لگے
جب جنگل کے ہرنوں ں سے صدا سنی تو غم سے نڈھال ہو گئے
اور طائر و پرندے گھونسلا چھوڑ کر بھاگ گئے
ایسی وحشت برپا ہوئی کہ قیامت لگنے لگی
جب کربلا کے اسیروں نے قتل گاہ پر نظر ڈالی
امام حسینؑ کے بدن میں بے شمار زخم لگے تھے (۱۹۵۱ زخم تھے)
تیر اور نیزوں سے جسم حسینؑ چھلنی تھا
ناگاہ جناب زینبؑ کی نظر مقتل پر پڑ گئی
امام کو تہ خنجر دیکھ کر عمر سعد کو پکارا
بے اختیار زینبؑ نے بین کئے ہائے ماں جائے حسینؑ
اپنا سر زمین پر مارا محمل پر مارا گویا دنیا میں آگ لگا دی
پھر مدینہ آ کر حرمِ رسولؐ پر گئیں
اور مدینے میں رو رو کر رسولؐ خدا کو پرسہ دیا
یہ پائمال بدن اے حسینؑ بے کس تیرا ہی ہے
جس نے ذبح ہوتے وقت اپنے ہاتھ پیر خون میں مارے ہیں
یہ تازہ درخت کہ جسے آگ نے جلا دیا
اور دھواں نکل رہا ہے خیموں سے یہ حسین تمہارا مقام ہے
اور یہ بے پانی کی مچھلی تڑپ رہی ہے
اور جسمِ نازنین سے زخم ستاروں کی طرح چمک رہے ہیں

اور یہ تیری شہادت حسینؑ ہوگئی جس سے زمین خون سے تر ہے

اور پوری زمین لال بنی ہوئی ہے

اور کربلا والوں کے خشک لب نہر فرات کے کنارے ہیں

اور تمام زمین خون سے رنگین ہوگئی ہے

اے میرے آقا حسینؑ کم لشکر والے کہ تھوڑے جان نثار تھے

ہم روتے ہی رہیں گے تمام دنیا رنجیدہ رہے گی

یہ ٹکڑے ٹکڑے بدن شہیدوں کے

بے کسی میں دفنائے گئے یہ حسینؑ اور شہیدوں کی قبریں ہیں

اب رسولؐ خدا نے ایک لباس (خلعت) محتشم کو دیا اور میرا یہ خیال تھا کہ حضورؐ کو شعر پسند نہیں آئے جس وجہ سے انہوں نے میری طرف التفات نہیں کیا اور زیادہ پڑھنے کا حکم بھی نہیں دیا کہ ناگاہ ایک حوریۂ سیہ پوش نے کہا کہ اِنسیہ حوُرا جو بی بی فاطمہؑ کے ساتھ رہتی ہیں انہوں نے کہا ہے کہ مقبل کو حکم دیں کہ وہ بھی واقعاتِ کربلا پڑھیں:

رسولؐ خدا نے حکم دیا تو میں بالائے منبر گیا اور پڑھنے لگا کہ:

روایت است که چون تنگ منبر بر او میدان

فتاد از حرکت ذوالجناح و از جولان

نـه ذوالجناح دگر تاب استقامت داشت

نه سید الشهداء بر جدال طاقت داشت

کشید پاز رکاب آن خلاصۀ ایجاد

اگر غلط نکنم عرش بر زمین افتاد

کشتی شکست خوردۀ طوفان کربلا

درخاك و خون تپیده به میدان کربلا

روایت ہے کہ امام حسینؑ کو گھیر کر کربلا لایا گیا

تو ذوالجناح نے آگے جانے سے انکار کر دیا پھر امام اترے

اب زخموں کی وجہ سے نہ تو ذوالجناح میں ہی طاقت تھی

اور نہ سید الشہداء میں طاقت باقی تھی

امام نے رکاب سے پیر باہر نکال لئے

میں صحیح کہہ رہا ہوں کیونکہ اگر غلط کہوں گا تو آسمان گر پڑے گا۔

چاروں طرف سے امام پر شدید حملہ کر دیا گیا

امام حسینؑ گھوڑے سے گر گئے

حسینم کہ دوش نبی بودہ جایم

فرستادہ خلعت خلدا از برایم

ناگاہ کسی نے مجھے اشارہ کیا کہ منبر سے نیچے اُتر آؤ کہ فاطمہ زہراؑ بے ہوش ہوگئی ہیں میں منبر سے نیچے آگیا اور رسولؐ خدا کے عطیہ کا انتظار کرنے لگا کہ اچانک ضریح مقدس امام حسینؑ کھل گئی اور ایک جلیل القدر ہستی باہر آئی اس کے سینے پر نشان ماتم کے زخم ستاروں کی طرح چمک رہے تھے اور بے شمار زخم جسم نازنین پر لگے تھے۔ خون بہہ رہا تھا مجھے خلعتِ فاخری عطا فرمایا میں نے پوچھا آقا آپ کون ہیں فرمایا۔ میں حسینؑ ہوں تم کو خلعتِ فاخرہ دے رہا ہوں لے لو۔

۱۰۴۔ امام حسینؑ کی نظر رحمت شیخ جعفر شوستری پر

علامہ نوری نے یہ واقعہ بیان فرمایا ہے کہ شیخ المسلمین شیخ جعفر شوستری نے اسی سال نجف اشرف میں مجھ سے بیان کیا کہ جب میں علم دین حاصل کر کے نجف میں فارغ ہوگیا تو دوران نشر و تبلیغ کا کام مجھے ملا۔ میں اپنے وطن واپس آ گیا تا کہ میری جو

ذمے داری لوگوں کو ہدایت کرنے کی ہے وہ فریضہ انجام دوں چونکہ میں اس فن میں ماہر نہ تھا اس لئے میں نے تفسیر صافی کو منبر پر رکھ لیا اور ماہ رمضان یا بروز جمعہ اسے دیکھ کر لوگوں کو ہدایات دیا کرتا تھا اور ایامِ عاشورہ میں روضۃ الشہداء ملا حسین کاشفی سے مجلس پڑھا کرتا تھا اور اتنی قابلیت نہ تھی کہ زبانی طور پر (منہ زبانی) مجلس کے مصائب پڑھ سکوں۔

ایک سال اسی حالت میں گزر گیا اب ماہِ محرم نزدیک تھا میں اپنے ہی آپ کہہ رہا تھا کہ کتاب سے دیکھ کر مجلس پڑھنے کا سلسلہ کب تک چلے گا بلا کتاب میں مجلس نہیں پڑھ سکتا تھا کتاب سے جدا ہونا مشکل تھا۔ میں مجلس زبانی پڑھنے اور خطبہ خوانی وغیرہ کے بارے میں غور وفکر کر رہا تھا کہ اچانک مجھے نیند آ گئی۔

خواب میں میں نے دیکھا کہ زمین کربلا پر ہوں پھر امام نے لبِ نہر اپنے خیمے لگائے اور ان کے دشمنوں نے ان کے مقابل خیمے نصب کئے میں امام حسینؑ کے خیمے تک پہنچا اور امام کو سلام کیا۔ آپ نے مجھے اپنے نزدیک بلایا اور حبیب ابن مظاہر سے فرمایا کہ یہ میرا مہمان ہے (اشارہ میری طرف کیا) ہمارے پاس پانی ہی نہیں ہے۔ آٹا اور تیل تو موجود ہے جلدی اُٹھو اور ان کے لئے غذا تیار کرو اور جلدی لاؤ۔ حبیب تیزی سے اٹھے اور کھانے کا سامان (خوردنی) لائے میرے سامنے رکھی۔ میں نے چند لقمے کھائے تھے کہ میری آنکھ کھل گئی خواب ٹوٹ گیا پھر اس دن سے مجھے مجلس بخوبی (زبانی) پڑھنا آ گئی اور مجھے قابلیت کا احساس ہوا روز بروز بڑھتی رہی اب ماہِ مبارک رمضان قریب آ گیا اور تقریر میں کامل ہو گیا۔

علامہ نوری فرماتے ہیں کہ مقام شیخ جعفر (جس کا ذکر ہو چکا ہے) ان کی تعریف نہیں کی جا سکتی اور ان کو پہچاننا مشکل ہو گیا ہے اور اس سال دشمنانِ اہلِ بیتؑ کی دشمنی

کی وجہ سے اھواز جانا ناممکن ہوگیا ہے اس لئے میں نجف چلا گیا تمام عالم فاضل حضرات مجھ سے ملنے آئے اور کافی علماء مجھ سے بہرہ مند ہوئے اور ہر جمعہ کو رمضان میں اور روزِ عاشورہ اور پنجشنبہ کو اس قدر بڑا مجمع اکٹھا ہوتا تھا کہ فرشتے بھی دیکھ کر رشک کرتے تھے (ذٰلِك فضل اللّٰه يؤتيه من يشاء) (دارالسلام، ج۲، ۲۹۶)

۱۰۵۔ امام حسینؑ پر رونے سے معجزہ ظاہر ہوگیا

ایک شاگرد بہبہانی وحید نے یہ واقعہ سنایا ہے میں بھی استاد کی مجلس میں صحن امام حسینؑ میں سمت پائیں موجود تھا ایک روز ایک غریب زائر آذر بائیجان کا لباس پہنے ہوئے آیا۔ استاد وحید کو سلام کیا اور ان کے ہاتھوں کو چوما اور ایک تھیلے میں زنانہ زیوارت تھے ان کے پاس رکھ دیئے اور کہا کہ یہ زیور کسی نیک کام میں خرچ کر دینا۔ استاد نے زیور کے بارے میں تفصیل پوچھنا چاہی کہنے لگے کہ اس کی داستان بہت عجیب وغریب ہے۔ میں شمیران شہر کا رہنے والا ہوں میں نے شہر رُوسیہ کا سفر تجارت کی غرض سے کیا۔ ایک روز میں نے بہت ہی خوبصورت نازک مزاج دوشیزہ کو دیکھا میں دل وجان سے اس کا عاشق ہوگیا اور دن رات سیاہ ہوگئے پھر میں اس لڑکی کے خاندان نصرانیوں میں گیا کہ مجھے اس لڑکی سے رشتہ دے دو کہنے لگے تو عیب نہیں رکھتا۔ مگر ایک عیب یہ ہے کہ تو ہمارے مذہب کا آدمی نہیں ہے اگر تو ہمارا مذہب تسلیم کر لے تو ہم کو یہ رشتہ منظور ہے۔ اب چونکہ یہ شرط اندوہ ناک تھی مذہب تبدیل نہیں کر سکتا تھا اس لئے میں ناامید ہوگیا۔ ان کے مکان سے باہر آ گیا چند دنوں کے بعد میرا عشق اس لڑکی سے بڑھتا ہی چلا گیا کہ میرا کاروبار بھی ٹھپ ہوگیا۔

جب میں نے اپنے آپ کو بیچارہ جانا تو اپنے آپ سے کہنے لگا کہ میں خود بھی تو زندگی میں دوڑُخ پیش کر رہا ہوں۔ ظاہرا میں اپنے کو نصرانی کہتا ہوں اور پھر ان غلط

خیالوں کے ساتھ میں ان کے پاس جاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ میں اسلام سے بے زار ہوں اور عیسائی ہوگیا ہوں اور تھوڑی ہی رقم ہدیہ کے عوض لڑکی مجھ سے بیاہ دیں بس کچھ روز کے بعد میرا عشق ختم ہوگیا جو کام میں کر چکا تھا اس پر شرمندہ تھا اور دوزخ میں جانے کا راستہ ہموار کر رہا تھا۔ اب میں نے اپنے آپ کو ملامت کی اب میں اتنا کمزور ہوگیا تھا کہ مجھے موت نظر آنے لگی اور اتنی سکت بھی نہیں رہی تھی کہ اپنے وطن کو ہی لوٹ جاؤں اور نہ وہاں نصرانی بن کر رہ سکتا تھا اور مجھے تو اسلام کے قواعد و قوانین کچھ بھی نہیں آتے تھے بہ جز گریۂ امام حسینؑ کے، ایک روز تو عجیب محبت امام حسینؑ میرے دل میں پیدا ہوئی کہ میں مجلس حسینؑ میں زار و قطار رو رہا تھا اور میری محبوبہ بھی وہاں موجود تھی وہ بھی میری اس حالت کو دیکھ کر عجیب کشمکش میں تھی مگر اسے کوئی سبب معلوم نہیں تھا۔ جب وہ زیادہ کشمکش میں تھی تو مجھ سے پوچھنے لگی کہ کیا ماجرا ہے؟ میں اس کے پاس تھا مگر ہاتھ تک نہیں لگایا تھا میں نے حقیقت ظاہر کر دی کہ دراصل میں مسلمان ہوں میں نے تم سے شادی کرنے کے لئے مسیحیت (عیسائیت) کا ڈھونگ رچایا تھا اور یہ میرا گریہ و زاریٔ حسینؑ کرنا ہی مجھے پیارا ہے۔ حسینؑ کا نام سنتے ہی اس لڑکی کے دل میں نورِ اسلام چمکنے لگا اور شیطانی جالوں نے اسے پھانسا ہوا تھا سب جال کٹ گئے اور وہ ایک دم مسلمان ہوگئی اور میرے ساتھ عزاداریٔ حسینؑ کرنے لگی۔ جب وہ پختہ طور پر مسلمان ہوگئی تو میں نے کہا کہ بہتر ہے کہ ہم زیارتِ امام حسینؑ کو چلیں اور اپنا سامانِ سفر باندھ لیں وہ فوراً راضی ہوگئی اسی دوران جبکہ ہم سامانِ سفر باندھ رہے تھے وہ اچانک سخت بیمار ہوگئی اور اچانک مرگئی۔ خاندانِ نصاریٰ نے اپنے طور طریقے پر مع زیورات کے اسے دفن کر دیا۔ اب میرا غم اور بھی زیادہ ہوگیا میرے دل میں خیال آیا کہ رات کو اس کی لاش قبر سے نکال لاؤں اور اپنے ساتھ کربلا لے جاؤں۔ جب میں

نے قبر کھودی تو ایک مردِ سبیلو۔ داڑھی منڈے کی لاش وہاں موجود تھی جس کی مونچھیں بڑی بڑی تھیں میں پریشان تھا کہ میری بیوی کا جسم اس طرح کا کیسے ہوگیا۔ میں پریشانی میں تھا پھر میں نے اس کی قبر کو جوں کے توں بند کر دیا اور اپنے گھر آ گیا۔ آنکھوں سے نیند غائب تھی سوچ رہا تھا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ پھر مجھے نیند آ گئی تو خواب میں مجھے ایک شخص کہہ رہا ہے کہ تجھے مبارک ہو کہ تیری بیوی کی لاش کو فرشتے کربلا لے گئے اور صحن امام حسینؑ میں پیروں کی طرف پندرہویں ستون کے قریب نیلی بلند قبر میں دفن کر دیا اور یہ مردانہ لاش اس مردِ گمراہ کی ہے۔ کسٹم آفیسر کی ہے کہ اس کو وہاں دفن کیا گیا تھا۔ اسے اس قبر میں لا کر دفن کر دیا ہے اور تجھے جنازہ کربلا تک لے جانے کی زحمت کو ختم کر دیا ہے۔

میں خواب دیکھ کر بہت خوش ہوا اُٹھا اور فوراً ہی کربلا کا ارادہ کر لیا اور خدا کا شکر ہے کہ زیارتِ امام حسینؑ بجا لایا اور خدام صحن سے پوچھا کہ فلاں روز میت دفن کی تھی وہ قبر کس طرف کو ہے۔ کہنے لگا کہ وہ قبر کسٹم آفیسر کی مجھے بتلائی گئی تھی پھر میں نے اپنا خواب کہہ سنایا اور قبر کو کھود کر میں نے دیکھا کہ مع زیورات کے میری بیوی دفن ہے آرام سے سو رہی ہے (یہ وہی زیورات ہیں) جو خیرات کرنے کو لا کر دیئے ہیں کہ ان کو نیک کام میں خرچ کر دینا۔ (دارالسلام، ج ۲، ص ۱۷۳)

۱۰۶۔ اسیرانِ کربلا کو دیکھ کر تین آدمی مر گئے

بیان کیا گیا ہے کہ جب کربلا کے قیدیوں کا قافلہ ملکِ شام میں داخل ہوا تو بے شمار تماشائی ان کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔ ایک ہاشمی خاتون حمیدہ نام کی تھی کہ اس کا بیٹا سعد اور کنیز رمیثہ تماشہ دیکھنے گھر سے باہر چلے گئے جب سعد اور رمیثہ کو اصل واقعہ کربلا معلوم ہوا تو گھر کو روتے ہوئے واپس آئے حمیدہ بھی بے اختیار ہو کر ان کے پاس گئی اور معاملہ دریافت کیا۔ اس کا بیٹا کہہ رہا تھا کہ اے میرے اللہ میں کیوں نہ رووں کہ

میں نے امام کا سرنوکِ نیزہ پر دشمن کے دیکھا ہے اور کنیز رمیثہ بھی دہاڑیں مار مار کر رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ اے میرے خدایا میں کیوں نہ روؤں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے سلطان حجاز (علیؑ کی) بیٹیوں کو شترِ بے کجاوہ پر ہاتھ بندھے بیٹھا دیکھا ہے اور واحُسینا۔ واغربتاہ کے نالے بلند ہیں۔

حمیدہ نے جونہی یہ واقعات سنے زمین سے اُٹھنے کی طاقت نہ رہی اور بے ہوش ہوگئی جب ہوش آیا ننگے سر ننگے پیر اپنے گھر سے نکل کر قافلے کی طرف بھاگی اور جب اس کی نظر جنابِ زینبؑ کبریٰ پر پڑی تو ان کے سامنے زمین پر گر پڑی اور رو رو کر کہنے لگی کہ اے علیؑ کی بیٹی (آقازادی) کاش میں آنکھوں سے اندھی ہوتی اور آپ کو قیدی نہ دیکھتی۔ آپ کے بھائی کہاں چلے گئے کہ آپ کو اس بے کسی کے عالم میں شام میں لایا گیا ہے جنابِ زینبؑ نے نیزے کی طرف اشارہ کر دیا کہ وہ سرِ حسینؑ نیزے پر ہے اور جس وقت حمیدہ نے امام حسینؑ کے سر اقدس و منور کو نیزے پر دیکھا ایک دم چیخ مار کر رونے لگی اور بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ ان کے پاس ان کا بیٹا سعد اور کنیز رمیثہ بھی آ گئے اور رونے لگے حمیدہ مر گئی پھر سعد و رمیثہ یہ تینوں مر گئے اور خدمتِ حسینؑ میں چلے گئے۔ (بحر المصائب، از مجمع القلوب سلیمان شامی)

۱۰۷۔ دربارِ یزید میں فاطمہؑ بنتِ امام حسینؑ پر کیا گزر گئی

شیخ مفید و سید بن طاؤس اور دیگر راویوں نے روایتیں کی ہیں۔ آپ (فاطمہؑ) فرماتی ہیں کہ جس وقت ہم کو دربارِ یزید میں پیش کیا گیا تو ہمارے غموں کو تازہ کرنے کیلئے ایک سرخ و سپید رنگ کا یزیدی گماشتہ میری طرف اشارہ کر کے کہنے لگا کہ اے یزید اس دختر کو مجھے بخش دے۔ یہ سنتے ہی میرا بدن لرزنے لگا اور میں اپنی پھوپھی کے دامن میں چھپ گئی میری پھوپھی نے مجھے تسلی دی اور یزید اور اس بے حیا دونوں کو زور

دار غصہ و لہجے میں کہا کہ تم دونوں اس کی طاقت نہیں رکھتے ہوا ے ملعون تو یہ کام نہیں کر سکتا ہے۔ یزید ملعون کہنے لگا کہ اگر میں یہ کام کر گزروں تو کیا ہوگا تو جناب زینبؑ کبریٰ نے فرمایا کہ خدا کی قسم تو کبھی بھی ایسا نہیں کر سکے گا۔ صرف زبانی ہی زبانی اپنا کفر ظاہر کر رہا ہے۔ یزید کو زبردست غصہ آگیا اور کہنے لگا کہ تمہاری یہ مجال ہے مجھ سے اس قسم کی باتیں کر رہی ہو پھر اس شامی ملعون نے اپنے الفاظ کو مکرر بیان کیا تو یزید نے کہا کہ اے شامی خاموش ہو جا تجھے موت آجائے۔

ایک دوسری روایت میں اس طرح لکھا ہے کہ جناب اُمّ کلثوم نے ڈانٹا ہے اور کہا کہ او بد بخت شامی ملعون خاموش ہو جا۔

خدا تیری زبان کو قطع کرے تجھے آنکھوں سے اندھا کرے تیرے ہاتھ خشک ہو جائیں اور تجھے اوندھے منہ جہنم میں ڈال دیا جائے اور انبیاء خدمت گزار نوکر غلام نہیں بنتے یہ پاک و پاکیزہ ہیں۔ نجیب الطرفین ہیں۔ ابھی یہ باتیں ختم بھی نہیں ہوئی تھیں کہ بی بی کی دعا قبول ہوگئی مردِ شامی کی زبان گونگی ہوگئی، آنکھوں سے اندھا ہو گیا اور دونوں ہاتھ خشک (ناکارہ) ہوگئے۔ اب بی بی ام کلثومؑ نے فرمایا کہ الحمد اللہ (اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر ہے) کہ تیری مصیبت دنیا میں ہی تجھے مل گئی جو آخرت میں ملنی تھی اور دیکھو رسالتؐ کی بے عزتی کرنے والوں کا ایسا انجام ہوتا ہے اور سید بن طاؤس نے ایک اور بھی روایت لکھی ہے کہ شامی نے یزید ملعون سے پوچھا کہ یہ قیدی کون لوگ ہیں۔ یزید نے جواب دیا کہ یہ فاطمہؑ حسینؑ بن علیؑ کی بیٹی ہے۔ حسینؑ پسر فاطمہؑ و علیؑ بن ابی طالب۔ یزید نے کہا یہ زینبؑ بنتِ علی ہیں۔ اس شامی نے یہ سن کر کہا کہ اے یزید تیرے اوپر لعنت ہو اپنے نبیؐ کی اولاد کو قتل کر کے اس کی اولادوں کو قیدی بنایا ہے بہ خدا اے یزید میں یہ جان رہا تھا کہ یہ فرنگی لوگ ہیں۔ یزید نے کہا کہ تو ان کی

محبت کر کے مجھے ملامت کر رہا ہے میں تجھے اور ان کو اپنا دشمن مانتا ہوں اور ابھی تیری گردن کٹواتا ہوں اور حکم دیا جلاد کو کہ اس شامی کی گردن کاٹ ڈالی جائے ممکن ہے یہ دوسرا شامی ہو جس نے یزید کو ملامت کی۔ (جلاء العیون، ص۴۰۲)

۱۰۸۔ یزید کے دربار میں امامِ سجادؑ پر کیا مصیبت گزری

یزید نے امامِ سجادؑ سے کہا کہ اے حسینؑ کے بیٹے تیرے باپ نے مجھ سے دشمنی کی میرے حق کی رعایت نہ کی مجھ سے حکومت چھیننا چاہی۔ آپ نے دیکھا اللہ نے حسینؑ کا کیا انجام کیا۔

امام سجادؑ نے فرمایا اے پسر معاویہ و ہندہ ہمیشہ سے نبیؐ و پیغمبرؐ ہی بادشاہ ہوتے چلے آئے ہیں اور ہمارا خاندان بھی نبیؐ کا خاندان ہے۔ اے یزید تیری پیدائش سے پہلے کا ذکر ہے کہ جب جنگِ بدر و اُحد میں اور احزاب میں پرچم رسولؐ خدا (اسلام کا علم) میرے دادا حضرت علیؑ بن ابو طالبؑ کے ہاتھ میں رہا ہے اور تیرے باپ دادا کے ہاتھ میں ہمیشہ کفر و شرک کا پرچم رہا ہے۔ وائے ہو تجھ پر (افسوس ہے) اے یزید تو نے کیا ذلیل کام کیا ہے اور کتنے بڑے عظیم گناہ کا مرتکب ہوا ہے تیرے خاندان اور میرے خاندان میں (حق و باطل میں) زمین و آسمان کا فرق ہے۔

اور اب جو تو نالہ و زاری کر کے زمین پر بیٹھا ہے رو پیٹ رہا ہے اس سے اب کیا فائدہ ہوگا تو نے تو ہاتھ میں چھڑی لے کر میرے باپ کے لب و دندان سے کس قدر بے ادبی کی ہے اور یہ نہیں سوچا کہ یہ تو رسولؐ، علیؑ اور فاطمہؑ کے لختِ جگر ہیں۔ البتہ اب اے یزید تجھے جہنم میں ڈالا جائے گا۔

بعض روایتوں میں لکھا ہے کہ یزید نے امامِ سجادؑ کی باتیں سنیں اور غصہ کرنے لگا اور یہاں تک یزید غصہ ہوا کہ ملازم (جلاد) سے کہا کہ اسے (سجادؑ کو) باغ میں لے جا کر

قتل کر دو اور وہیں دفن کر دینا۔ وہ جلاد آپ کو باغ میں لے گیا اور پہلے قبر کھودنے میں لگ گیا اور امام سجادؑ نے نماز پڑھنی شروع کر دی جیسے ہی جلاد قبر کھود چکا اور امام کو قتل کرنا چاہا اچانک ایک ہاتھ آسمان سے ظاہر ہوا اور اسے رحمت الٰہی سے دور کر دیا۔ اسے اتنی زبردست تکلیف ہوئی کہ اس نے زوردار نعرہ مارا چیخنے لگا اور زمین پر گر کر مر گیا اور جہنم رسید ہو گیا۔ خالد جو یزید کا بیٹا تھا بھاگا بھاگا اپنے باپ یزید کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ ایسا ایسا واقعہ پیش آیا ہے یزید نے حکم دیا کہ امامِ سجادؑ کیلئے جو قبر کھودی گئی ہے اس جلاد مردہ کو اس میں ڈال دیا جائے۔ (جلاء العیون ص ۴۰۱)

۱۰۹۔ امام حسینؑ کے سر کی وجہ سے نصرانی کو ہدایت ملی

امامِ سجادؑ سے روایت کی گئی ہے کہ جس وقت میرے بابا کا سر یزید ملعون کے پاس لایا گیا تو یزید نے مجلسِ شراب میں اس سر کو رکھوایا ایسا کتنی ہی بار کیا گیا۔ ایک روز ایک سفیر پادشاہِ فرنگ (عیسائی) یزید کے پاس دربار میں آیا وہ بھی اشرافِ قوم سے تھا یزید سے کہنے لگا کہ اے بادشاہِ عرب یہ سر کس کا ہے۔ یزید نے کہا کہ تجھے اس سر سے کیا تعلق ہے کہنے لگا کہ میں سفیر روم ہوں مجھ سے بادشاہ جب اس بارے میں سوال کرے گا تو میں کیا جواب دونگا۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ مجھے اس سر کے بارے میں تفصیلات بتلا دے۔ یزید کہنے لگا کہ یہ سر حسینؑ بن ابی طالبؑ ہے۔ فرنگی نے پوچھا اس کی مادر کا نام بتاؤ یزید نے کہا فاطمہؑ دختر رسولؐ خدا ہے۔

اس سفیر نے کہا کہ اے یزید تجھ پر لعنت ہو کہ تو نے ایسا گناہِ عظیم کیا تجھ سے اور تیرے دین سے تو میرا دین بہتر ہے اس لئے کہ میرا باپ حضرت داوٗدؑ کی نسل سے ہے۔

حضرت داوٗدؑ کے اور ہمارے درمیان بے حد لمبا فاصلہ ہے ہمارے بہت سے باپ

داد کے بعد شجرۂ حضرت داؤدؑ سے ملتا ہے اور تمام قومِ نصاریٰ ہم کو بہت عظمت والا جانتی ہے اور میرے پیر کے نیچے کی مٹی تبرک کے طور پر اٹھا کر لے جاتے ہیں اور تم کس قدر بے غیرت اور بے حیا ہو کہ جس رسولؐ کا کلمہ پڑھتے ہو اسی کے بیٹے کو قتل کر کے خوشیاں مناتے ہو حالانکہ رسولؐ کی بیٹی کا بیٹا حسینؑ سے کوئی فاصلہ بھی تو زیادہ نہیں ہے۔ لہٰذا تمام کام تمہارے لعنت کے ہیں تم کیسے بے دین ہو۔ لعنت تم پر۔

یہ سن کر یزید نے کہا کہ تم اپنے کلیسا کا حال سناؤ کہ تمہارا کیا عقیدہ ہے۔ نصرانی نے کہا کہ درمیان عمان اور چین شہر کے ایک دریا بہتا ہے کہ جس کا فاصلہ اتنا لمبا ہے کہ ایک سال میں انسان وہاں پہنچتا ہے اور راستے میں کوئی شہر آباد نہیں ہے۔ مگر پانی کے بیچ میں ایک شہر ہے اور اسی فرسخ لمبا شہر ہے اور تمام دنیا میں اس سے بڑا کوئی دوسرا شہر نہیں ہے اور وہاں سے یاقوت کافور اور عنبر لایا جاتا ہے اور وہاں عود کے درخت لگتے ہیں اور وہ شہر نصاریٰ کا ہے۔ وہاں پر بے شمار کلیسا (عبادت خانے) ہیں اور وہاں کا مشہور کلیسہ بہ نام کنیسۂ حاضر ہے اور اس کے بیچ و بیچ ایک ڈبا سونے کا لٹکا ہوا ہے (وہ ڈبیہ جس میں عطر و خوشبویات ہیں) اس ڈبے میں ایک گدھے کا سُم رکھا ہوا ہے کہ یہ سُم اس گدھے کا ہے کہ جس پر حضرت عیسیٰؑ سوار ہوتے تھے اور اس سُم کو سونے چاندی اور عطریات میں بسا کر رکھا گیا ہے اور ہر سال ہزاروں نصاریٰ اس کنیسے میں اس سُم خر کی زیارت کو آتے ہیں اور اس ڈبے کا طواف کرتے ہیں جس میں سُم رکھا گیا ہے۔ اسے بوسہ دیتے ہیں آنکھوں سے لگاتے ہیں پھر وہاں پر دعائیں مانگتے ہیں۔ تمام عالم کے نصاریٰ اس گدھے کے سُم کو حضرت عیسیٰؑ کے گدھے کا سُم سمجھ کر اس کی کتنی عظمت کرتے ہیں۔ یزید نے حکم دیا کہ اس نصرانی سفیر کو قتل کر دیا جائے تا کہ ملکِ روم جا کر ہماری ذلت نہ کر سکے۔ سفیر نے یزید سے کہا کہ تو مجھے قتل کرتا ہے یزید نے کہا ہاں قتل

کرونگا تب نصرانی نے کہا کہ کل رات کو تمہارے پیغمبرؐ میرے خواب میں آئے اور کہا کہ اے نصرانی تو اہل بہشت سے ہے۔ میں سن کر تعجب کرنے لگا اب میں کلمہ شہادت پڑھتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسالتِ محمدؐ کی گواہی دیتا ہوں پھر نصرانی تیزی سے اُٹھا اور یزید کے پاس جو سرِ حسینؑ رکھا تھا گود میں اٹھا لیا اور سینے سے لگا لیا اور اسے بوسے دینے لگا اور چیخ چیخ کر روتا رہا یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا گیا۔ (جلاء العیون، ص ۴۰۴)

۱۱۰۔ یہودی نے یزید پر اعتراض کیا

دربارِ یزید میں ایک یہودی عالم موجود تھا۔ یزید سے پوچھنے لگا کہ یہ نوجوان کون ہے۔ کہا علیؑ بن الحسینؑ پوچھا کہ حسینؑ کس کا بیٹا ہے یزید نے کہا کہ یہ بیٹا علیؑ ابن ابو طالبؑ کا ہے۔ پوچھا اس کی مادر کون ہے یزید نے کہا کہ دخترِ رسولؐ محمد مصطفیٰ۔ یہودی نے کہا سبحان اللہ حسینؑ تو تمہارے پیغمبرؐ کا بیٹا ہے کہ اتنی جلدی حسینؑ کو قتل کر ڈالا۔ اے یزید تو نے بہت برا کام کیا ہے۔ حرمتِ رسولؐ ختم کر دی ان کی توہین کر کے قید کیا گیا میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر حضرت موسیٰؑ کا بیٹا آ جائے تو ہم اس کی پوجا و پرستش کریں گے ارے ابھی کل کو ہی پیغمبرؐ دنیا سے گئے ہیں اور تم نے اتنی جلدی آج کے دن یہ سوانگ رچا لیا۔ تم کس قدر بے حیا اور ذلیل لوگ ہو۔ یزید نے حکم دیا کہ اس کی گردن ماردی جائے۔ یہودی اپنی جگہ سے اُٹھا اور کہنے لگا کہ تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو جان سے مارنا چاہتے ہو میں نے توریت میں پڑھا ہے کہ جس شخص نے بھی ذریتِ رسولؐ کو قتل کیا وہ رحمتِ خداوندی سے دور ہو گیا اور جو شخص بھی آلِ رسولؐ کا خون بہائے گا سیدھا جہنم رسید ہو گا۔ (جلاء العیون، ص ۴۰۴)

۱۱۱۔ یہودی عالم راس الجالوت دربارِ یزید میں مسلمان ہوگیا:

راس الجالوت (بزرگ ترین علمائے یہود) نے یزید کے دربار میں کہا کہ خدا کی قسم ہمارے اور حضرت داوٗدؑ کے شجرے میں ستر پشتوں کا فاصل ہے۔ یعنی بہت زمانہ گزر گیا لیکن یہودی مجھے جب بھی دیکھتے ہیں بے انتہا تعظیم کرتے ہیں عزت کرتے ہیں اور تم نے ایسے شخص کو جو رسولؐ کا بیٹا تھا صرف پہلی ہی پشت تھی کہ اس کو ظلم وستم سے شہید کر ڈالا۔ تم پر اور تمہارے دین پر لعنت بے شمار۔ یزید کو غصہ آگیا اور کہا کہ جو شخص بھی رسولؐ کی وجہ سے مجھے برا کہے گا قیامت تک اس کا دشمن رہوں گا اور تجھے تو میں زندہ ہی نہیں چھوڑونگا۔ راس الجالوت نے کہا کہ تجھ سے رسولؐ خدا میرے قتل کا بدلہ لینگے تو کیا اپنے فرزندِ حسین کا بدلہ نہیں لیں گے؟

یہ جملے کہہ کر زور سے کہا کہ یا ابا عبداللہ الحسینؑ تمہارے جد کے حضور میں مسلمان ہورہا ہوں۔ آپ گواہ رہئے گا اور کلمۂ شہادت زبان پر جاری کیا کہ اب چونکہ تم نے دین بدل لیا ہے (ذمّی نہیں رہا ہے) تیرا قتل کرنا واجب ہے چنانچہ گردن ماردی گئی)۔

(ناسخ التواریخ، ج ۳، ص ۱۵۱)

۱۱۲۔ عالمِ یہود جاثلیق دربارِ یزید میں مسلمان ہوگیا

جاثلیق نام کا یہودی عالم دربارِ یزید میں آیا اور یزید سے سوال کیا کہ یہ سر جو سونے کے طشت میں تیرے پاس رکھا ہوا ہے کس کا ہے۔ یزید نے کہا کہ یہ سر حسینؑ بن علیؑ کا ہے اور اس کی ماں فاطمہؑ بنتِ رسولؐ ہیں۔ پوچھا کہ اس کو قتل کرنا کیسے جائز ہوا۔ یزید نے کہا کہ عراق کے لوگوں نے ان کو دعوت دی تھی کہ ان کو خلافت دے دیں۔ عامل عبیداللہ بن زیاد نے حسینؑ کو قتل کرڈالا اور اس کا سر میرے پاس بھیج دیا۔ جاثلیق نے کہا

کہ اے یزید تجھ پر لعنت ہو میں اپنے عبادت خانے میں تھا کچھ دیر کیلئے میری آنکھ لگ گئی ناگاہ میرے کان میں آواز آئی۔ ایک نوجوان خوبرو فرشتہ صفت انسان، فرشتوں کی جماعت کے ساتھ آیا۔ میں نے کہا کیا خیر خبر ہے کہنے لگا کہ جناب رسولؐ خدا اپنے بیٹے حسینؑ کے سوگ میں مجلس و گریہ کر رہے ہیں۔ اے یزید ملعون خدا تجھے غارت کرے یہ تو نے کیا کیا۔ یزید سخت غصہ ہوا اور کہنے لگا کہ جھوٹے جھوٹے خواب مجھے سنا کر مرعوب کرنا چاہتے ہو۔ یہ کہہ کر یزید نے جلادوں کو حکم دیا کہ اسے باہر دربار سے دور لے جا کر گردن ماردو۔ جاثلیق نے شور مچایا کہ یا حسینؑ بن علیؑ تم گواہ رہنا کہ میں تمہارے نانا کے دین پر مسلمان ہو گیا ہوں۔ **اشهد ان لا اله الا اللّٰه واشهد ان محمد رسول اللّٰه** یزید بہت ہی زیادہ غصہ ہوا اور کہا کہ اسے جان سے مار ڈالو۔ جاثلیق نے کہا کہ اب تو چاہے جو کر لے۔ یہ رسولؐ خدا میرے پاس بیٹھے ہیں اور ہاتھ میں نور کا پیراہن لئے ہیں اور دوسرے ہاتھ میں نور کا تاج ہے اور فرماتے ہیں کہ اس کو سر پر پہن لو دنیاوی تکلیف دور ہو گی اور بہشت میں میرے پاس ہو گا جاثلیق نے اتنا کہا اور دنیا سے چلا گیا۔ (ناسخ التواریخ، ج ۳، ص ۱۵۲)

۱۱۳۔ حضرت بی بی سکینہؑ نے شام میں خواب دیکھا

روایت کی گئی ہے کہ ایک روز بی بی سکینہؑ نے یزید سے کہا کل کی رات میں نے ایک خواب دیکھا ہے اگر تو کہے تو بیان کردوں۔ کہنے لگا سناؤ۔ فرمایا کہ جب نماز سے ہم فارغ ہو گئے اور اہلِ بیتؑ کی مجبوری پر گریہ وزاری کرنے لگے تو مجھے خواب نظر آیا کہ آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں اور ایک نور آسمان سے زمین کی طرف آیا ہے۔ زمین و آسمان اس نور سے روشن ہو گئے ہیں اور بے شمار جنّت کی حوریں زمین پر آنے لگیں۔ وہاں ایک باغ ہے نہایت سبز و خرم طرح طرح کے پھل اور میوے اس میں

لگے ہوئے ہیں۔ پھول کلیاں لگے ہیں پھر وہاں ایک بڑا محل بنا ہوا نظر آیا۔ وہاں پر پانچ ہستیاں مرد نوارنی اس محل میں داخل ہوئے۔ میں نے ایک حوریہ سے پوچھا کہ یہ محل کس کا ہے اس حوریہ نے کہا یہ محل تمہارے بابا حسینؑ کا ہے۔ میں نے کہا کہ وہ بزرگ کہن سال کون ہیں؟ جو داخل قصر ہوئے ہیں کہنے لگی کہ وہ حضرت آدمؑ ہیں۔ دوم حضرت نوحؑ تیسرے حضرت ابراہیمؑ چوتھے حضرت موسیٰؑ میں نے کہا وہ پانچویں حضرت کون ہیں جو غم کی وجہ سے ہاتھ سینے پر رکھے ہوئے ہیں حوریہ کہنے لگی اے سکینہؑ کیا تم نے نانا رسولؐ خدا کو نہیں پہچانا۔ میں نے کہا وہ کہاں چلے گئے کہنے لگی تمہارے باپ حسینؑ کے پاس چلے گئے۔ شہزادی سکینہؑ کہنے لگیں کہ میں بھی ابھی جاتی ہوں اور ان سے شکایت کروں گی۔ اسی درمیان میں ایک نورانی چہرے والے جوان آئے جو غم سے نڈھال تھے مگر ہاتھ میں تلوار پکڑے ہوئے تھے۔ میں نے حوریہ سے پوچھا کہ یہ بتاؤ یہ کون صاحب ہیں۔ حوریہ نے کہا کہ یہ تمہارے دادا حضرت علیؑ بن ابو طالبؑ ہیں۔ میں ان کے پیچھے گئی سامنے کھڑی ہوگئی (دوسری روایت میں رسولؐ خدا کے پاس جانا لکھا ہے) اور میں نے شکایت شروع کی اے میرے دادا، لوگوں نے ہمارے ساتھ ظلم کیا ہماری عظمت کمزور کی، قیدی بنایا گیا، ہم کو بے کجاوہ اونٹوں پر یزید کے دربار لے گئے۔ حضرت علیؑ نے (یا رسولؐ خدا نے) مجھے گود میں اُٹھالیا اور کہنے لگے کہ اے انبیاء آپ دیکھئے کہ میری امت نے میرے اہلِ بیتؑ کے ساتھ کیسا برا سلوک کیا۔

حوریہ نے کہا کہ تم نے رسولؐ خدا کو ساری شکایات کر دیں اور میرا ہاتھ پکڑ کر داخل قصر کر دیا۔ وہاں پر پانچ مقدس مستورات تھیں جو نہایت عظمت والی خلقت وحسن وصفا ونور میں یکتا تھیں۔ ان کے درمیان ایک بزرگ خاتون تھیں نورانی، گیسو الجھے ہوئے اور ایک خون آلود پیراہن ہاتھ میں لئے تھیں اور جب بھی وہ اپنی جگہ سے اٹھتی تھیں تو

تمام مستورات اٹھتی تھیں اور جب بیٹھتی تھیں تو سب بیٹھ جاتی تھیں۔ میں نے حوریہ سے پوچھا کہ یہ بانو کون ہیں۔ حوریہ نے کہا کہ اے سکینہؑ یہ حوا ہیں یہ مریم مادرِ عیسیٰؑ ہیں یہ خدیجۃ الکبریٰ ہیں یہ سارہ ابراہیم خلیل اللہ کی بیوی ہیں (بروایتِ ہاجرہ) اور خون آلود کپڑا جو ہاتھ میں لئے ہوئے ہیں یہ تمہاری دادی حضرت فاطمۃ الزہراؑ ہیں۔ پس میں دادی کے پاس گئی اور ان سے کہا کہ اے میری جدہ ماجدہ میرے باپ کو قتل کر دیا گیا اور مجھے یتیم و بے سہارا کر دیا گیا۔ انہوں نے مجھے اپنے سینے سے چمٹا لیا اور رونے لگیں۔ تمام مستورات رونے لگیں اور کہنے لگیں کہ اے فاطمہؑ نہ گھبراؤ اللہ تعالیٰ روزِ قیامت تمہارے اور یزید کے درمیان فیصلہ کر دے گا۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھل گئے اور ملائکہ فوج در فوج زمین پر آ رہے ہیں اور میرے باپ کے سر کی زیارت کر رہے ہیں اور آسمان پر واپس چلے جاتے ہیں۔ یہاں یزید نے اپنے منہ پر خود ہی طمانچے مارے اور رو کر کہتا تھا کہ حسینؑ نے میرا کیا بگاڑا تھا جو میں نے ان کو شہید کر دیا اور دوسری روایت میں اس خواب کو یزید نے سچا نہیں مانا کوئی پرواہ نہ کی اور نہ اپنی جگہ سے اٹھا۔

(جلاء العیون، ص ۴۰۴، دوسرا خواب حضرت سکینہؑ کا کہ ناقے نور کے آئے اور ہر ناقے پر نورانی ہستیاں بیٹھی تھیں اور ملائکہ نے چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا)

۱۱۴۔ یزید کی بیوی ہند کا خواب

یزید کی بیوی ہند نے خواب دیکھا اور بیان کیا کہ جس وقت سر ہائے شہداء کو ملکِ شام لایا گیا تو ایک رات کو میں نے خواب دیکھا کہ آسمان کا دروازہ کھلا اور فوج در فوج فرشتوں کی زمین پر آنے لگی اور آ کر امام حسینؑ کے سر کے قریب کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے:

السلام علیکَ یا ابا عبداللہ الحسینؑ ۔السلام علیک یا بن رسولؐ اللہ

ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک ابر آسمان سے زمین کی طرف آیا کافی آدمی اس ابر پر سوار تھے۔

ان حضرات میں ایک بزرگ صاحبِ وجاہت صباحت نور وصفات والے تھے۔ جس وقت ابر سے اتر کر زمین پر آئے تو تیز دوڑ کر اس سر اقدس کے پاس آئے اور اس کے لب ودندان کا بوسہ لینے لگے اور گریہ وزاری کرنے لگے اور فرماتے تھے کہ اے فرزند تجھے آبِ فرات سے منع کرتے تھے اور تجھے ظالموں نے نہیں پہچانا، میں تیرا نانا رسولؐ خدا ہوں یہ تیرے باپ حضرت علیؑ ہیں یہ تیرا بھائی حسن مجتبیٰؑ ہے اور یہ تیرے چچا ہیں حضرت حمزہؓ، حضرت جعفر طیارؓ، عقیلؑ وعباسؑ ہیں ہر ایک کا نام لیا۔

ہند کہتی ہے کہ یہ پریشان حال خواب دیکھ کر میں گھبرا کر اٹھی جب میں اس سر مبارک کے پاس گئی تو دیکھا کہ ایک نور زمین سے آسمان تک جا رہا ہے پھر میں نے چاہا کہ یزید کو تلاش کروں اور اس سے اپنا خواب بیان کروں تو میں نے دیکھا کہ یزید اپنی خواب گاہ میں نہیں تھا۔ مجھے تلاش کرنے کی جستجو ہوئی کہ کہاں چلا گیا جب میں نے تلاش کیا تو دیکھا کہ ایک اندھیرے کمرے میں بیٹھا ہوا دیوار کی طرف منہ کئے ہوئے بیٹھا رو رہا ہے اور دیوار میں اپنا سر مار کر کہتا ہے کہ حسینؑ نے میرا کیا بگاڑا تھا جو میں نے انہیں قتل کرا دیا۔ میں نے اپنا خواب اسے بتایا تو اور بھی خوف زدہ ہو گیا اپنا سر نیچے کو ڈال لیا (نیوڑھا لیا) اور کچھ جواب نہ دیا اور جیسے ہی صبح نمودار ہوئی تو اہلِ بیتؑ کو طلب کر کے کہا کہ اے سید سجادؑ میں نے تم کو آزاد کیا اب چاہے تم ملکِ شام میں رہو یا مدینہ چلے جاؤ۔ اہلِ بیتؑ نے جواب دیا کہ ہم اپنے وارثوں کو دل بھر کر روئے بھی نہیں ہیں اس لئے ہمیں ایک مکان خالی کرا کر دے دو تا کہ ہم مجلس حسینؑ برپا کریں اور جی بھر کر

روسکیں۔ یزید نے کہا کہ جیسا آپ حکم دینگے میں ویسا ہی کرونگا لہٰذا ایک مکان مجلس حسینؑ کیلئے خالی کیا گیا سب نے کالا لباس سوگ کا پہنا اور شام میں جتنی بھی عورتیں اور مرد تھے خواہ بنی ہاشم کی ہوں یا بنی امیہ کی سات روز لگا تار دن رات مجلس حسینؑ برپا رہی اور برابر گریہ وزاری کرتے رہے۔ آٹھویں روز ان سے کہا گیا کہ شام میں رہنا چاہو تو رہو ورنہ عماریاں تیار کردی جائیں تم مدینہ چلے جاؤ۔ سامانِ سفر تیار ہوا، زادِ راہ رکھا گیا اور عماریوں کو سجا کر لایا گیا۔ جناب ام کلثومؑ نے کا کہا کہ اے یزید بے حیا تو نے ہمارا خاندان مار ڈالا تیری حکومت ان کے قدموں کی دھول کے برابر بھی نہیں اور اب کہتا ہے کہ آپ جو کچھ بھی کہو گے مہیا کروں گا۔ (جلاء العیون، ص ۴۰۸)

ابوالقاسم لاہوتی نے کہا ہے کہ:

خدا را کُشتہ بود و خوں بہا میداد مُشتے زر
بہ بین کار یزید بے حیا زشت اخترے بنگر

یزید اللہ کو قتل کر کے معمولی سکے سونے کے بدلے میں دے رہا ہے۔ یہ بے حیا یزید کا کارنامہ دیکھیں:

۱۱۵۔ یزید کی بیماری اور یہودی حکیم کا مسلمان ہو جانا

یزید نے امام حسینؑ کو شہید تو کر دیا لیکن اطمینان سے اپنی زندگی نہ گزار سکا۔ عذاب آخرت سے پہلے دنیا میں ہی بیماریوں نے پکڑ لیا اور ایسی لاعلاج بیماریاں جن سے زندگی اجیرن بن گئی۔ جب یزید سخت بیماری میں مبتلا ہو گیا تو اطبائے یہود (یہودی حکیم) کو علاج کیلئے بلایا گیا۔ طبیب نے ایک طائرانہ نظر یزید پر ڈالی اور تعجب سے اپنی انگلیاں منہ میں دے لیں۔ پھر اس نے یزید کے گلے سے اپنی حکمت کاملہ کے ذریعے چند عقرب (بچھو) نکالے اور کہا کہ ہم نے آسمانی کتابوں میں پڑھا ہے اور علماء سے سنا

ہے کہ اس بیماری میں کوئی مبتلا نہیں ہوتا ہے سوائے قاتلِ پسر پیغمبرؐ کے۔اب اے یزید بتا کہ تو نے کون سا گناہ کیا ہے۔ یزید نے خجالت سے اپنا سر نیچے کو جھکا لیا اور کچھ دیر کے بعد بولا کہ میں نے حسینؑ بن علیؑ فرزندِ رسولؐ خدا کو قتل کیا ہے۔ یہودی نے اپنی انگلی دانتوں میں دبالی اور کہا کہ:

اشهدان لا اله الا الله و اشهدان محمد ارسول الله

طبیب مسلمان ہو گیا۔ اُٹھا اور اپنے مکان کو روانہ ہو گیا۔ اپنے بھائی کو بھی دین اسلام کی ہدایت کی۔ اس نے قبول نہ کیا البتہ بیوی بچوں نے اسلام قبول کر لیا اور بیوی کے بھائی (سالے) کی بیوی نے بھی اسلام قبول کر لیا لیکن اپنے شوہر سے پوشیدہ رکھا۔ ان کے پڑوس میں ایک خالص شیعہ تھا کہ اکثر مجلس حسینؑ برپا کرتا رہتا تھا اس تازہ مسلمان عورت نے بھی مجلس میں گریہ کیا۔ بعض یہودیوں نے اس کے شوہر سے ماجرا بیان کیا یہودی نے کہا میں امتحان لوں گا لہٰذا اپنے گھر گیا اور بیوی سے کہنے لگا کہ آج کی رات ستر یہودی میرے گھر مہمان ہونگے میں چاہتا ہوں کہ طرح طرح کے عمدہ کھانوں سے ان کی خدمت کی جائے۔ اب چونکہ اس کی بیوی نے نیا نیا اسلام قبول کیا تھا لہٰذا چاہا کہ غذا پکانے کا انتظام کرے فوراً ہی مجلس کی صدا کان میں آگئی فوراً ہی مجلس میں چلی گئی اور خوب زیادہ گریہ کیا پھر اسے شوہر کی بات یاد آئی کہ مہمان آئیں گے تو وقت تنگ رہ گیا تھا فوراً بی بی پاک فاطمۃ الزہراؑ سے دعا کی اور گھر کو روانہ ہو گئی۔ جب گھر پہنچی تو کئی سیاہ پوش بیبیوں کو دیکھا کہ تمام کی تمام کھانا بنانے میں مصروف ہیں ایک لمحے کو کام بند نہیں کرتیں۔

ان خواتین کے درمیان ایک طویل قد عورت کو دیکھا کہ باورچی خانے میں غذا پکانے میں مشغول ہیں اور ایک نورانی بی بی کو دیکھا کہ باورچی خانے میں غذا پکانے

میں مشغول ہیں اور ایک منورہ بی بی کو دیکھا کہ ان کے پاس خون آلود لباس رکھا ہوا ہے۔ اس تازہ مسلمان عورت نے کہا اے خواتین آپ کون ہیں کہ میرا گھر آپ کے نور سے منور ہو گیا ہے اور کھانے بھی تیار کر رہی ہیں۔ ان معظمہ نے فرمایا کہ تو چونکہ میرے لال کی مجلس عزا کو بہت عزیز رکھتی ہے اور پہلے عزاداری کرتی ہے بعد میں کام کرتی ہے اور تو نے فاطمہؑ سے مدد چاہی تھی۔ پس ہم نے نہ چاہا کہ دیر ہو جانے کی وجہ سے تیرا شوہر ناراض ہو اس لئے ہم کام کر رہے ہیں۔ بانوئے تازہ مسلمان نے عرض کیا کہ ایک مقدس بانو باورچی خانے میں غذا پکا رہی ہیں کون ہیں بے قراری سے رو بھی رہی ہیں کہا کہ تم خود ان کے پاس جا کر پوچھو کون ہیں؟ بانوئے نومسلم ان کے قریب گئی ان کے پیروں کو بوسہ دیا اور پوچھا آپ کون ہیں بی بی نے فرمایا میں زینبؑ امام حسینؑ کی بہن ہوں۔ اسی دوران ستر یہودنیں مہمان گھر میں داخل ہو گئیں جب انہوں نے قسم قسم کے لذیذ اور خوشبودار کھانے بنے دیکھے اور گھر کو نورانی پایا تو دیکھ کر اچنبھے میں پڑ گئیں اور سب مسلمان ہو گئیں کیونکہ وہ معجزہ بھی سن چکی تھیں اور پھر خود بھی حالات دیکھے دل پر اثر ہوا اور اسلام قبول کر لیا۔ (تحفۃ الذاکرین و اسرار الشہادت، ص۔۷۵)

۱۱۶۔ آخری مجلسِ حسینؑ

بہ سند معتبر امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرمؐ نے فرمایا کہ جب روزِ قیامت برپا ہوگا تو بی بی فاطمہؑ کے لئے نور کا ایک خیمہ لگایا جائے گا پھر امام حسینؑ بھی آئیں گے اس حال میں کہ کٹا ہوا سر اپنے ہاتھ میں لئے ہونگے جیسے ہی بی بی پاک فاطمہؑ کی نظر ان پر پڑے گی فوراً دل پُردرد سے ایک چیخ نکالیں گے جس کی وجہ سے تمام انسان اور فرشتے دہل جائیں گے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ان کی طرف سے ایک نیک سیرت مرد کو مقرر کرے گا تا کہ قاتلانِ حسینؑ سے مقابلہ کیا جائے اور بدلہ لیا جائے پھر

اللہ تعالیٰ تمام قاتلانِ حسینؑ کو ایک جگہ جمع کرے گا پھر امام حسینؑ ان سب کو قتل کریں گے۔ اس واقعے سے شیعہ حضرات کا اور اہلِ بیتؑ کا غصہ و غم ختم ہوگا۔

پھر امامِ صادقؑ نے فرمایا کہ خدا رحمت کرے ہمارے شیعوں پر کہ اصلی ایمان والے صرف شیعہ ہی ہیں۔ خدا کی قسم ہمارے شیعہ ہمارے غم اور خوشی میں برابر کے شریک ہیں۔ ایک اور روایت میں جناب رسولؐ خدا سے روایت کی گئی ہے کہ جب قیامت برپا ہوگی فاطمہؑ بی بی چند شیعہ عورتوں کو ہمراہ لے کر محشر میں آئیں گی اور ان سے (شیعوں سے) کہیں گی کہ داخلِ جنّت ہو جاؤ تو جواب ملے گا کہ ہم جنّت نہیں جاتے کیونکہ جب تک ہم قاتلانِ حسینؑ کا برا انجام اپنی آنکھوں سے خود نہیں دیکھ لیں گے ہرگز ہرگز جنّت میں داخل نہیں ہونگے۔ پھر بی بی فرمائیں گی کہ محشر کی طرف نگاہ تو کر کے دیکھو تو شیعہ دیکھیں گے کہ امام حسینؑ سر کٹائے ہوئے اپنے ہاتھ میں اپنا سر لئے ہوئے کھڑے ہیں پھر بی بی فاطمہؑ چیخ مار کر روئیں گی پھر اللہ تعالیٰ ہمارے دشمنوں سے بدلہ لے گا اور حکم دے گا فرشتوں کو کہ ان نابکاروں کو ھب ھب (جہنم کا ایک حصہ) جہاں پر آگ ایک ہزار سال پہلے سے جلائی گئی ہوگی اور سرخ رنگ کے بجائے کالی ہو چکی ہوگی۔ جس میں ہوا کا گزر نہ ہوگا اور چیخ و پکار بھی باہر نہیں آئے گی اور یہ آگ بالخصوص قاتلانِ حسینؑ اور دشمنانِ اسلام کیلئے جلائی گئی ہے پس جس وقت یہ ظالم و قاتلان حسینؑ داخلِ جہنم ہونگے اور آگ غصہ کرے گی اور یہ دشمنِ الٰہی بھی کہیں گے کہ ہم کو یہودی و کافر سے پہلے داخلِ جہنم کیا جا رہا ہے۔ پس خدا کی طرف سے آواز آئے گی کہ تم کو اتنا بڑا ظلم کرنے کے بعد ابھی تک بھی احساس نہیں ہے کہ کتنا بڑا ظلم کر چکے ہو۔ (جلاء العیون، ص ۱۵۰)

۱۷۱۔ قیامت میں حضرت فاطمہؑ کی عظمت و عزت

فرات بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں حضرت امیر المومنین مولا علیؑ بن ابی طالبؑ سے روایت کی ہے کہ ایک روز رسولؐ خدا فاطمہؑ بی بی کے گھر تشریف لے گئے دیکھا کہ آپ غمگین بیٹھی ہیں۔ آپ نے فرمایا بیٹی آج تم غمگین نظر آرہی ہو اس کا کیا سبب ہے۔ بی بی فاطمہؑ نے نے عرض کیا بابا جان مجھے غم اس بات کا ہو رہا ہے کہ قیامت میں تمام انسان بلا لباس کے میدان محشر میں جمع ہوں گے۔ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا بیٹی وہ بہت بڑا دن ہوگا لیکن جبرئیلؑ نے مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دی ہے کہ جب قیامت برپا ہوگی تو تمام قبریں پھٹ جائیں گی۔ مردے اُٹھیں گے سب سے پہلے میں اٹھوں گا پھر حضرت ابراہیم خلیل اللہ اٹھیں گے پھر اسکے بعد تیرا شوہر علیؑ بن ابی طالبؑ۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ستر ہزار ملائکہ جبرئیلؑ کے ساتھ بھیجے گا تیری قبر کے پاس۔ وہ سات قُبے نور کے تیری قبر پر پردے کیلئے پھیلائیں گے۔ اسرافیل تین حُلے نور کے تمہارے لئے لائیں گے اور تیرے سر کے پاس کھڑے ہونگے اور تجھے آواز دیں گے کہ اے فاطمہؑ دختر محمدؐ قبر سے اُٹھ جاؤ اور سوئے محشر روانہ ہو جاؤ۔

پس نورانی لباس پہن کر اور قیامت کے خوف سے بے خوف ہو کر قبر سے تم باہر آجاؤ گی۔ اسرافیلؑ حُلے (لباس) تم کو دیں گے، تم اسے پہن لوگی اور ایک فرشتہ بنام زوفائیل تمہارے لئے ناقہ لے کر آئے گا اور زوفائیل اس کی مہار تھامے ہوں گے۔ ناقے کی مہار مروارید اور طلا (سونے) سے بنی ہوگی۔ تم اس ناقے پر سوار ہوگی اور زوفائیل اس ناقے کی مہار ہاتھ میں پکڑے ہونگے اور ان کے آگے آگے ملائکہ ستر ہزار چل رہے ہونگے جن کے ہاتھ میں تسبیح اور علم ہوگا۔

اے فاطمہؑ جب تم قبر سے باہر آ کر حرکت کرو گی تو ستر ہزار حوریں تمہارا استقبال کریں گی اور تم کو دیکھ کر خوش ہوں گی اور ہر ایک حوریہ کے ہاتھ میں ایک انگیٹھی نور کی ہوگی جس میں سے بغیر آگ جلائے عود کی خوشبو آ رہی ہوگی اور بہترین جڑاؤ تاج (سجا ہوا) زبرجد کا سبز رنگ کا اور طرح طرح کے جواہرات تیرے پاس داہنی طرف سے آئیں گے اور جیسے جیسے تم عرصۂ محشر سے نزدیک ہوگی چند قدم ہی چلو گی کہ مریمؑ بی بی بنتِ عمران تمہارے استقبال کیلئے ستر ہزار حوریہ لئے ہوئے کھڑی ہونگی اور تم کو سلامی دیں گی اور یہ بائیں طرف سے آئیں گی۔ اس وقت آپ کی والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ دختر خویلد۔ کہ بلند مرتبہ اور خاتون اول ہیں جو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائی ہیں۔ مع ستر ہزار ملائکہ کے تمہارے استقبال کو آئیں گی کہ ہر فرشتے کے ہاتھ میں پرچم تکبیر ہوگا اور جب عرصۂ محشر نزدیک ہوگا تو (جناب حواؑ) آپ کے استقبال کیلئے ستر ہزار ملائکہ کے استقبال کریں گی۔ آسیہؑ زنِ فرعون بھی استقبال کو آئیں گی۔ وہ بھی تمہارے ہمراہ چلیں گی پھر عرصۂ محشر میں جاؤ گی وہاں ایک منادی آواز دے گا کہ اے اہلِ محشر تم سب اپنی اپنی آنکھیں بند کر لو کہ بی بی فاطمہؑ اور مقدس ہستیاں گزرنے والی ہیں۔ اس روز تم کو سوائے حضرت ابراہیمؑ کے اور تمہارے شوہر علیؑ کے علاوہ اور کوئی دیگر نہیں دیکھ پائے گا۔ حضرت آدمؑ بی بی حواؑ کو طلب فرمائیں گے اور ایک نور کا منبر نصب کیا جائے گا جس کے سات پائے ہوں گے اور ہر ایک پائے سے دوسرے پائے تک ملائکہ کی صفیں کھڑی ہوں گی۔ ان کے ہاتھ میں نور کے جھنڈے ہوں گے اور حورانِ جنّت داہنی اور بائیں طرف سے منبر کے سامنے صف بستہ کھڑی ہوں گی اور تیرے قریب سب سے مقدس ہستیاں حضرت حواؑ اور حضرت آسیہؑ موجود ہوں گی۔

جس وقت اے فاطمہؑ تم بالائے منبر جاؤ گی جبرئیلؑ حکم پروردگار سے تمہارے نزدیک آئیں گے اور فرمائیں گے کہ اے پاک بی بی فاطمہؑ اپنی حاجت طلب کرو پھر تم کہو گی کہ پروردگار میرے حسنؑ اور حسینؑ کو میرے پاس بھیج دے پھر وہ دونوں بیٹے آپ کے پاس آجائیں گے۔ حالت یہ ہوگی کہ حسینؑ کی کٹی ہوئی گردن سے خون بہہ رہا ہوگا اور حسینؑ کہہ رہے ہوں گے کہ پروردگار جن جن لوگوں نے مجھے ظلم وستم سے شہید کیا ہے ان سب سے بدلہ لے۔ اس وقت دریائے غضب الٰہی جوش میں آئے گا۔ غصے کی انتہا نہ ہوگی اور ملائکہ اور جہنم کو بھی غضب اور جوش آئے گا جہنم بھی نعرہ مارے گا اور تمام اہلِ محشر کی زبانیں بند ہو جائیں گی اور جملہ قاتلانِ حسینؑ کو چن چن کر جہنم میں ڈالا جائے گا اور فرزندانِ قاتلانِ حسینؑ کہیں گے کہ ہم تو وہاں موجود ہی نہیں تھے ہم کو کیوں جہنم میں ڈالا جا رہا ہے۔ ہم بے قصور ہیں پھر اللہ تعالیٰ شعلۂ جہنم (آتش) کو حکم دے گا کہ ان کو پکڑ لو کہ ان کی آنکھیں نیلی ہیں اور چہرہ سیاہ ہے۔ ان کے بال پکڑ کر زمین پر گرا دو اور بری طرح ان کو کھینچو اور جہنم کے گہرے طبقے میں ڈال کر جلا ڈالو کیونکہ انہوں نے حسینؑ کے دوستوں (شیعوں) کو ظلم وستم سے شہید کیا ہے۔ پھر حضرت جبرئیلؑ دوبارہ فرمائیں گے کہ اے فاطمہؑ اپنی حاجت طلب کرو اور تم کہتی ہو کہ اپنے شیعوں سے مجھے محبت ہے ان کو چاہتی ہوں۔ آوازِ پروردگار آئے گی کہ میں نے تمام گناہ ان کے بخش دیئے۔ پھر آپ فرمائیں گی کہ میرے شیعوں اور ان کے دوستوں کی سفارش بھی کرتی ہوں۔ حق تعالیٰ فرمائے گا کہ جو بھی تمہارا دامن تھامے ہوئے ہیں ان کو ہاتھ سے پکڑ پکڑ کر جنّت میں داخل کر دو۔ یہ وقت ایسا ہوگا کہ تمام اہلِ محشر افسوس سے کہیں گے کہ کاش آج کے دن میں بھی شیعیانِ علیؑ و فاطمہؑ ہوتا۔ اس وقت تمام شیعہ حرکت کریں گے۔ اب ان کو خوف نہ ہوگا اور ان کے جسموں پر لباس ہوں گے اور قیامت کی سختی ان

پر آسان ہوگئی ہوگی۔

تمام شیعہ قیامت کی سختی سے بے خوف ہو کر جنّت میں چلے جائیں گے اور دیگر تمام اہلِ محشر خوف زدہ ہوں گے، پیاسے ہوں گے لیکن شیعیانِ علیؑ کی پیاس حوضِ کوثر پر بجھادی گئی ہوگی اور جب شیعہ مومنین داخلِ بہشت ہونگے تو ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے ہونگے اور شیعوں کیلئے قسم قسم کے جواہرات کے خوان نور کے میناروں پر نصب کریں گے اور ہر قسم کے کھانے موجود ہونگے جسے شیعہ کھائیں گے۔ فیض یاب ہوں گے حالانکہ اہلِ محشر ابھی حساب و کتاب میں لگے ہوئے حیران و پریشان ہونگے اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جنّت کی نعمتوں سے فائدہ اٹھائیں گے۔

جس وقت دوستانِ خدا اور ائمہ اہلِ بیتؑ جنّت میں قرار پکڑیں گے تو تمام پیغمبرؑ از آدمؑ تا خاتمؐ تیری زیارت کو آئیں گے اور بہشت میں دو مروارید (موتی) سفید اور زرد ہیں کہ دونوں دھاگے میں بندھے ہوئے ہیں۔ ان دو موتیوں میں ستر ہزار قصر و محل ہیں اور ہر قصر میں ستر ہزار کمرے ہیں۔ سفید محل ہمارے اور ہمارے شیعوں کیلئے ہیں اور زرد قصر حضرت ابراہیمؑ اور آلِ ابراہیمؑ کے لئے ہیں۔ فاطمہؑ نے کہا اے بابا جان میں آپ کی موت نہیں دیکھ سکتی ہو اور یہ چاہتی ہو کہ آپ کے بعد زندہ نہ رہو۔ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ مجھے جبرئیلؑ نے جانبِ رب سے خبر دی ہے کہ مجھ سے تم سب سے پہلے ملاقات کروگی۔ پس افسوس صد افسوس ان ظالموں پر جنہوں نے تجھے ستایا اور رُستگاری (بخشش) ہو ان لوگوں کیلئے جنہوں نے تیری مدد کی۔

سَلامٌ عَلٰی المرسلین والحمد للّٰہ رَبّ العَالمین۔

(جلاء العیون، ص ۱۵۱، اِلیٰ ۔ ۱۵۳)

باب ۳......

محبتِ اہلِ بیتِ طاہرین علیہم السّلام
اور
گناہگار مومنین

﴿حجۃ الاسلام مولانا سیّد محسن نواب رضوی لکھنوی﴾

یہ امر کم از کم "ملتِ جعفریہ میں تو بہر حال کسی دلیل کا محتاج نہیں رہا یعنی ضروریات اور بدیہیات میں داخل ہے کہ اہل بیت علیہم السلام کی محبت من جانب اللہ اُمت پر واجب کی گئی ہے، اس کا منکر ضروریات و بدیہات کا منکر ہونے کی وجہ سے خارج عن الملۃ ہے بلکہ محبت اہل بیت علیہم اسلام کا استخفاف کرنے والا، اس کو سُبک سمجھنے والا، اس کو سُبک بنا کر پیش کرنے والا اس کو غیر مفید بتانے والا قطعاً بے دین اور بے ایمان ہے۔

جس طرح ایسے شخص کے کافر اور بے دین ہونے میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں جو نماز روزے کو غیر ضروری بتائے ان کا استخفاف کرے، اُنہیں سُبک ثابت کرنے کی کوشش کرے، حرام و حلال محمدیؐ کا قائل نہ ہو، یا یہ کہے کہ محبتِ اہلِ بیت علیہم السلام اختیار کر لینے کے بعد اب اطاعت و عبادات کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

البتہ محبت کا مقابلہ جب دیگر اطاعت عبادات سے کیا جائے گا تو محبت کا پلہ ہر عبادت سے گراں ثابت ہوگا بلکہ یہ ایسی عبادت ہے جس پر دیگر عبادات کی صحت و

قبولیت موقوف ہے، دنیا بھر کی طاعتیں ہوں جملہ محرّمات سے اجتناب ہو صد یقین کے اعمال لے کر بارگاہ الٰہی میں جائے مگر حبِ آل محمدؐ نہ ہو تو سب بے کار کوئی ایک عبادت و اطاعت کارآمد اور مفید نہ ہو گی۔

محبت کا پلہ جملہ عبادات سے گراں کہنے کی ایک وجہ تو بالکل سامنے ہی کی موجود ہے کہ اُسے ''اجرِ رسالت'' قرار دیا گیا ہے جب کہ یہ بات اور یہ عظمت کسی اور واجب کو نہیں حاصل اور یہ وہ منزلت ہے جس کا عرفان ہم ایسے جہلا کو نصیب نہیں!

سوال جو کچھ ہے وہ یہ کہ محبت کرنے والے کو محبت اہل بیتؑ کس حد تک فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ اسی بات کو اس وقت واضح کرنا مطلوب ہے۔

جہاں تک ایسے اشخاص کا تعلق ہے جو ادّعائے محبت تو کرتے ہیں مگر عقیدۃً یا عملاً کسی ایسی چیز کے مرتکب ہیں، جو موجب خروج عن الایمان ہے تو ایسے لوگوں کو یہ محبت فائدہ نہیں پہنچا سکتی کہ انہیں جنّت دلوا دے کیونکہ جنّت میں جانے کی شرط بالاتفاق ایمان ہے اور یہاں وہی ندارد۔

اب رہ گئے ایسے اشخاص جن کے عقیدہ یا عمل میں ایسا سقم نہیں ہے جس کی وجہ سے وہ خارج از ایمان کہے جائیں تو اُن کو رحمت الٰہی کا اُمیدوار رہنا چاہئے کیونکہ رحمت الٰہی سے مایوسی گناہِ کبیرہ ہے جس طرح عقوبت الٰہی سے بے خوفی بھی گناہ کبیرہ ہے۔ خود مومن کی شان یہ بتلائی گئی ہے کہ وہ ''بیم و رجاء'' کی منزل میں رہتا ہے، کبھی اِس کا دل دھڑکتا ہے اپنے معاصی پر نظر کر کے، کبھی اِس کو اطمینان حاصل ہوتا ہے، رحمت الٰہی کی وسعت اور اپنے اولیاء کی عنداللہ منزلت کو دیکھ کر، مگر یہ بات اس کے منافی نہیں ہے کہ گناہگار مومنین کو بشارت دی جائے کہ ان کو محبت اہل بیتؑ ضرور مفید ہو گی اور انشاء اللہ سبب مغفرت ہو گی خواہ ان کے معاصی بے

شمار ہوں اُن کا پروردگار بہ طفیل محبت ان کے معاصی کو بخش دے گا۔ لیکن کسی کو اس سے ہرگز ہرگز یہ مطلب نکالنے کا حق نہیں ہے کہ محبت بخشوا دے گی تو پھر معاصی کرنے میں کیا حرج ہے اور واجبات کے ترک کرنے میں کیا مضائقہ ہے؟ ایسا خیال کرنا چونکہ انکارِ حرمت و جوب کی حد تک پہنچتا ہے اس لئے کفر ہے۔ واجب بہر حال واجب رہے گا، حرام بہر حال حرام رہے گا، تارک واجب مستحق عقوبت ہوگا اور فاعل حرام سزاوارِ عذاب، یہ دوسری بات ہے کہ پروردگار عفو فرما دے، واضح اور صاف لفظوں میں یوں سمجھئے اور اس نکتہ کی قدر کیجئے کہ محبت اہل بیت علیہم السلام موجب تحلیل حرام اور سبب سقوط وجوب نہیں ہوسکتی اور اس پر اعتماد کر کے معصیت کا ارتکاب جائز نہ ہو جائے گا۔ لیکن اگر کوئی اس خیال اور اعتماد سے نہیں بلکہ اُس طرح گناہ کا مرتکب یا احیاناً واجب کا تارک ہے جس طرح انسان گناہگار ہوتا ہے۔ واجب کو واجب جانتا ہے حرام کو حرام، نہ یہ کہ وجوب و حرمت کی محبت کی وجہ سے بالکل منسوخ سمجھتا ہے۔ ایسے شخص کو حتماً اہل بیتؑ کی محبت سے آسرا لگائے رہنا چاہئے۔ اس کو یہ محبت بہت فائدہ پہنچائے گی۔ اِس امر میں تامل کرنے والا ناشناس مرتبہ محبت کہا جائے گا۔

۱۱۸۔ گناہ گاروں کی شفاعت

غور کرنے کی بات ہے، کیا جنّت صرف معصومین کے لئے ہے؟ یا اس میں گناہگار بھی جائیں گے؟ اگر گناہگاروں کے لئے جنّت میں جانے کا امکان ہے تو پھر محبت اہل بیتؑ سے بڑھ کر اور کونسا ایسا وسیلہ ہوسکتا ہے جس پر اعتماد کیا جائے اور جس کو سبب نجات سمجھا جائے۔

کبھی آپ نے یہ بھی سوچا کہ آپ کے پروردگار نے اسماءِ حسنیٰ میں اپنے کو غفور

اور غفار، بڑا مغفرت کرنے والا کیوں کہلوایا ہے آخر وہ کون لوگ ہیں جنہیں بخشے گا۔ یہ مغفرت کی آیتیں شفاعت کی آیتیں اور اخبار واحادیث کن لوگوں کے لئے ہیں کیا گناہگاروں کی شفاعت نہ کی جائے گی؟ یہ توبہ کے لئے کیوں بالاتفاق کہا جاتا ہے کہ قابلِ توبہ معاصی میں توبہ ضرور موجب سقوطِ عذاب اور سبب مغفرت ہوگی اور خداوند عالم نے اپنے کو "قابل التواب" توبہ قبول کرنے والا فرمایا ہے بلکہ یہاں تک فرمایا کہ "اللہ توابین سے محبت کرتا ہے۔" پھر کیا محبت اہلِ بیتؑ کا مرتبہ توبہ سے بھی گیا گزرا ہوا ہے۔ توبہ توبہ، خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ اس کے ایک درجہ کی یہ خصوصیت ہے کہ محبت کو دنیا سے اُٹھنے نہیں دیتی۔ جب تک وہ توبہ نہیں کر لیتا۔

"مَن مات علی حُبِ الِ مُحَمَّدٍ مَاتَ تَائِبًا"

"جو آلِ محمد علیہم السلام کی محبت پر مرتا ہے وہ اس حالت میں مرتا ہے کہ توبہ کیے ہوئے ہوتا ہے۔"

یہ رسالت مآبؐ کی اس حدیث شریف کا ایک جزو ہے جس میں حضورؐ نے مُحبّین اہل بیت محمدؐ کے فضائل بیان فرمائے ہیں، اِس جملہ سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ ایک گروہ مُحبّین کا ایسا بھی ہے جسے خدا اس کی توفیق کرامت فرماتا ہے کہ وہ توبہ کر کے دنیا سے اُٹھے سبحان اللہ کیا عظیم مرتبہ ہے۔ خدا کی قسم محبت اکسیر ہے، اکسیر، بلکہ اکسیر اس کے مقابلہ میں ہیچ ہے، اندھا کیا چاہتا ہے دو آنکھیں ہمیں کیا درکار ہے اُخروی نجات اور محبت اہل بیت علیہم السلام ذمہ دار ہے کہ انشاء اللہ خاتمہ بالخیر ہوگا تو پھر اب کیا رہ جاتا ہے۔ یہ حدیثِ مبارک مسلم بین الفریقین ہے اسی میں یہ بھی ارشاد ہوا ہے۔

"من مات علی حُبّ ال محمدٍ مات مغفوراً اللہ"

''جو شخص محبت آلِ محمدؐ پر مرتا ہے وہ اس حالت میں مرتا ہے کہ اس کو بخشا جا چکا ہوتا ہے۔''

بات یہ ہے کہ دنیا نے اہلِ بیتؑ پر طرح طرح کے مصائب کے پہاڑ توڑے۔ ان کے حقوق چھینے۔ ان کے مراتب کا انکار کیا، ان کو ہر طرح ستایا، ظلم و ستم کی حد کر دی، جب کہ ان حضرات نے اپنے کو مرضی باری میں فنا کر دیا، دن کی راہ میں اپنا سب کچھ لٹا دیا تو پروردگار کی جانب سے یہ صلہ عنایت ہوا کہ ان کی محبت کو اتنا عظیم درجہ دیا۔

۱۱۹۔ محبتِ اہلِ بیتؑ کی فضیلت

حدیث کساء پڑھیے تو آپ کو معلوم ہو کہ پروردگار بہ قسم ارشاد فرماتا ہے کہ اُس نے سب کچھ یہ پورا عالم یہ آسمان اور زمین، یہ چاند، سورج، پوری کائنات اہل بیتؑ کی محبت میں خلق فرمائی ہے تو پھر جب سب کچھ ان کے طفیل میں ہے تو ان کی محبت کو اگر وہ مخصوص امتیازی درجہ عنایت فرما دے جو کسی عبادت کا نہیں تو اِس میں قباحت کیا ہے جس نے عبادتیں واجب کی ہیں وہی خدا محبت کو واجب کرتا ہے مُحبّین کے لئے خاص رعایتیں اور خصوصی امتیازات قرار دیتا ہے۔ جہاں سے ہمیں نماز کا وجوب اور اس کی فضیلت معلوم ہوئی وہیں سے محبت کی منزلت کا بھی علم ہوا۔

البتہ محبت کرنے والوں کے درجات ہیں، کیا کہنا ایسے مخلصینِ اہلِ بیت علیہم السلام کا جو پروردگار کے جملہ احکام پر بھی عمل کریں اور محبتِ اہلِ بیت علیہم السلام سے بھی سرشار ہوں، ایسے مومنین انشاء اللہ قیامت میں خود درجہ شفاعت پائیں گے۔ یعنی اپنے سے کم درجہ کے گناہگار مومنین کی شفاعت کریں گے۔ محبت کرنے والے کچھ ان سے کم درجہ کے ہیں گناہگار بھی ہیں اور محبِ اہلِ بیتؑ بھی ہیں۔ انہیں

کے متعلق گفتگو کی جا رہی ہے کہ انشاء اللہ ان کے گناہ بخشے جائیں گے۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ جتنی محبت میں پختگی کی ہوگی اتنی ہی عبادت میں زیادہ سرگرمی ہوگی۔ جتنا جذبۂ محبت میں اضمحلال ہوگا اتنا ہی گناہوں کی کثرت ہوگی اسی سے آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ تلازم محبت و طاعت سے کیا مراد ہے؟

محبت کے درجات ہیں اسی کے لحاظ سے ویسے ہی درجات اطاعت باری میں نکلیں گے۔ محبت کے درجات ایمان کے درجات کے دوش بدوش ہیں مثلاً جناب سلمان فارسی ایمان کے دس درجوں پر فائز تھے۔ ابو ذرؒ اُن سے کم تھے اور بہت سے ابوذرؒ سے بھی کم تھے تو کیا وہ سب مومن نہ تھے، تھے اور ضرور تھے۔ سب کے الگ الگ درجات ہیں، مراتب ہیں، سب انبیاء و مرسلینؑ ایک درجہ کے نہیں ہیں۔ اُن میں سے بعض کو بعض پر فضیلت ہے، نصِ قرآنی اس پر گواہ ہے تو پھر مومنین میں بھی اگر مختلف مدارج ہیں تو کیا خرابی ہے۔

ایسا ہرگز نہیں ہے کہ گناہ گار مومن کو محبِّ اہل بیت علیہم السلام کہا ہی نہ جا سکے جو اپنے رب کا بھی مطیع ہے، اور محبِّ اہل بیتؑ بھی ہے وہ اعلیٰ درجۂ ایمان پر فائز ہے اور جو محبِّ اہل بیتؑ ہے مگر اپنے پروردگار کی نافرمانی بھی کیا کرتا ہے تو اِس کا درجہ کم ہے، مگر گناہوں کی وجہ سے اِس کو محبّ کے درجہ سے نہیں نکالا جا سکتا۔ محبت تو کفر تک کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے۔ مگر اِس کو جنّت میں نہیں بھجوا سکتی کیونکہ کافر قابلِ دخولِ جنّت نہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے بارے میں دو طرح کے لوگ ہلاک ہوئے، عداوت رکھنے والا دشمن اور غلو کرنے والا محبّ (دوست) غلو بالاتفاق کفر ہے اور غالی کافر ہے۔ مگر باوجود اِس کے حضرت نے اس کو لفظ محبّ سے یاد فرمایا

جس سے یہی نتیجہ نکلا کہ یہ حُب کافر کے دل میں بھی ہو سکتی ہے تو پھر بھلا مومن گناہگار کو اطلاق لفظ محبّ سے کیسے خارج کیا جا سکتا ہے۔ کافر میں چونکہ کفر کا ایسا مانع قوی موجود ہے جو بالاتفاق مانع جنّت ہے۔ لیکن مومن گناہگار جو ایسے معاصی کا مرتکب نہیں ہے جس سے دین و ایمان سے خارج ہو جاتا ہے، کیسے اِس محبت سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ انشاء اللہ ضرور یہ محبت اسے مفید ہوگی۔ جبکہ مومن کی محبت فی اللہ ہو اور کافر کی محبت ایسی نہیں مگر پھر بھی کافر تک اُس محبت کا اتنا فائدہ حاصل کر سکتا ہے کہ جہنم میں رہتے ہوئے بھی اِس کے ساتھ خصوصی برتاؤ کیا جائے اور اس کی تکلیفوں میں کمی ہو جائے۔ جناب شیخ الطائفہ نے امالی میں ایک روایت تحریر کی ہے جس میں ایک یہودی کا واقعہ مذکور ہے کہ اس کو امیر المومنین علیہ السلام سے محبت ہو گئی تھی وہ مَرا تو خطابِ ربّ العزّت ہوا کہ میری جنّت میں تو تیرا کوئی حصہ نہیں (کیونکہ تو کفر پر مرا ہے) مگر ہاں اے آتشِ جہنّم اس کو تکلیف نہ پہنچانا۔ یہ روایت بتلاتی ہے اس محبت کا فیض اتنا عظیم ہے کہ اہل جہنم میں اس سے کچھ نہ کچھ فائدہ حاصل کر سکتے ہیں اس پر تعجب بھی نہ ہونا چاہیئے۔ جبکہ روایات میں یہاں تک وارد ہوا ہے کہ حاتم اور کسریٰ اپنے اپنے کفر کی وجہ سے جنّت میں نہیں جا سکتے مگر چونکہ ان دونوں میں ایک ایک صفت ایسی تھی جو پروردگار کو محبوب ہے، یعنی حاتم میں سخاوت تھی اور کسریٰ میں عدل گستری۔ اس لئے پروردگار نے ان دونوں صفتوں کی وجہ سے ان کو جہنم میں اتنا صلہ دیا کہ آگ میں رہتے ہوئے بھی ان کے گرد ایک ایک حصار ہے جو تکالیف کی شدّت میں کمی کرتا ہے۔

جب سخاوت اور عدالت ایک کافر کو اتنا فائدہ دے سکتی ہے تو پھر بتایئے مومن گناہگار کو محبتِ اہلبیت کتنا فائدہ دے گی؟ کیا اِس کو آپ سخاوت اور عدل فی

الرّعیۃ سے بھی کم تر جانتے ہیں۔

محبِّ آلِ محمدؐ۔ اِس نعمت عظمیٰ پر اپنے پروردگار کا جتنا بھی شکر ادا کرے کم ہے کہ خدا نے اسے توفیقِ محبت کرامت فرمائی اور اسی کے ساتھ اس کا یہ بھی فرض ہے کہ اپنے اعمال و افعال سے اپنے اولیائے نعمت کو شرمندہ ہونے کا موقع نہ دے۔ بلکہ اطاعت الٰہی میں پوری کوشش کرے تا کہ غلام آقاؤں سے کچھ تو میل کھاتے ہوئے معلوم ہوں اور غلاموں سے خوش رہیں۔

خود معصومین علیہم السلام کا بھی ارشاد ہے کہ تم ہمارے لئے زینت بنو، ہمارے لئے باعث ننگ و عار نہ بنو۔

مومن کی آخری منزل بہر حال جنّت ہے۔ کچھ ایسے ہوں گے جو بے زحمت داخل جنّت ہوں، کچھ اپنے اعمال کا کفارہ بھگتنے کے بعد، اس کی مختلف صورتیں ہوں گی۔ دنیا میں فقر و فاقہ مصائب و آلام امراض و اسقام، خوف و رنج، یہاں تک کہ راہ چلتے ٹھوکر لگنے میں جو تکلیف ہوتی ہے اس کو بھی بعض معاصی کے کفارہ سے تعبیر کیا گیا ہے بلکہ ڈراؤنے اور بُرے قسم کے خواب دیکھ کر جو اذیت اور اُلجھن ہوتی ہے، اُس کا بھی کفارۂ معاصی میں شمار ہے، بعض نزع اور سکرات کی شدّتوں سے پاک اور صاف ہوں گے، کچھ قبر اور اس کے منزل برزخ اور اُس کے حالات، قیامت اور اس کی ہولناکیوں تک اپنے گناہوں کی عقوبت جھیل کر نجات پائیں گے، بہر حال مومنین اپنی طاعتوں کے مراتب اور معاصی کے تناسب سے مختلف حالات سے گزریں گے اور محبتِ اہل بیت علیہم السّلام کی وجہ سے آخر میں سب کو جنّت مل کر رہے گی۔ خلاصہ یہ ہے کہ کسی مومن کو خلود فی النار نہیں حاصل ہو سکتا۔ یہ امر بالاتفاق والاجماع ثابت ہے اور یہ فیض ہے محبتِ اہلِ بیتؑ کا۔

۱۲۰۔شفاعت قرآن اور حدیث کی روشنی میں

اب آیئے پہلے تو ہم آپ کو آیاتِ کلام پاک اور احادیث معصومین کی سیر کرائیں جس کے بعد آپ کو اندازہ ہو کہ محبت اہل بیت علیہم السلام کی منزلت کیا ہے؟ اور وہ کس حد تک گناہگاروں کے لئے مفید ہے؟

پھر ہم یہ بھی بتلائیں گے کہ محبت میں رسُوخ رکھنے والوں کی شان کیا ہونا چاہیئے؟ ان کو تقویٰ اور تعبُّد کے کن مراتب پر فائز ہونا چاہیئے؟

یہ ملحوظ رہے کہ فضائل محبت کے سلسلہ میں جتنا ہم درج کریں گے وہ مشتے نمونہ از خروارے ہوگا۔ اگر اس سلسلہ میں جو کچھ کتب معتبرہ میں موجود ہے سب کا احاطہ کیا جائے تو کئی جلدیں تیار ہو جائیں گی یہ بھی واضح رہے کہ ان میں سے اکثر احادیث متعدد طُرق سے مروی ہیں ہم یہاں سب کو ذکر نہ کریں گے اِس سلسلہ میں جو روایات ہیں اُن کو نا قابلِ اعتبار ٹھہرانے کی جرأت کی جائے گی تو پھر مذہبی دنیا میں خاک اُڑتی نظر آئے گی اور کوئی مطلب ثابت نہ کیا جائے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان مطالب کو روایۃً تواتر بلکہ اعلیٰ درجہ کا تواتر حاصل ہے۔ آیات کا تذکرہ تفسیرِ معصومین کی روشنی میں ہوگا۔

(۱) سورۂ زمر میں ارشاد ہوتا ہے:۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ۔ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا۔ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (سورۂ زمر آیت ۵۳)

’’کہہ دیجئے اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنے نفس پر اسراف کیا ہے۔ یعنی بکثرت معاصی کا ارتکاب کیا ہے۔ تم رحمت الٰہی سے مایوس نہ ہو بے شک اللہ تمام گناہوں کو بخش دے گا۔‘‘

حضرت رسالت مآبؐ فرماتے ہیں: ''مجھے ہرگز یہ محبوب نہیں کہ اس آیت کے بدلے میں دنیا اور مافیہا مل جائے بلکہ اس کے بجائے یہ آیت ہی محبوب ہے۔''

حضرت امیر المومنینؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ قرآن میں اس آیت سے زیادہ گنجائش رکھنے والی اور کوئی آیت نہیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام فرماتے ہیں اولادِ فاطمہؑ کے شیعوں کے بارے میں بالخصوص پروردگار نے یہ آیت نازل فرمائی!

امام جعفر صادقؑ ارشاد فرماتے ہیں۔ اپنے دوستوں سے خطاب کر کے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تمہارا ذکر کیا ہے۔ پھر حضورؑ نے آیہ مذکورہ کی تلاوت فرمائی اور ارشاد کیا، اللہ اس سے تمہارے سوا کوئی اور مراد نہیں ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں ملتِ ابراہیمی پر تمہارے سوا کوئی باقی نہیں ہے تمہارے سوا اور کسی کا عمل مقبول نہیں اور تمہارے سوا اور کسی کے گناہ نہیں بخشے جائیں گے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا (سورہ نساء آیت ۴۸، ۱۱۶)

(۲) سورۂ نساء میں ارشاد ہوتا ہے۔ ''بے شک اللہ نہ بخشے گا اس امر کو کہ اس کا شریک قرار دیا جائے اور اس کے علاوہ جو گناہ ہیں جس کے لئے چاہے گا بخش دے گا۔''

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے حبیب رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر مومن دنیا سے اس حالت میں اُٹھے کہ اس پر تمام روئے زمین کے لوگوں کے اتنے گناہ ہوں تب بھی موت (کی اذیت) اس کے گناہوں کا کفارہ

ہو جائے گی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جو اخلاص کے ساتھ کلمہ طیبہ زبان پر جاری کرے (مگر اس کے شرائط کے ساتھ جیسا کہ امام رضا علیہ السلام کا ارشاد ہے) تو وہ شرک سے بری ہے اور جو دنیا سے یوں اُٹھے کہ خدا کا کسی چیز کو شریک نہیں قرار دیتا تھا تو وہ جنّت میں داخل ہوگا اس کے بعد حضرت نے آیۂ مذکورہ بالا کی تلاوت فرمائی کہ شرک کے علاوہ جو گناہ ہیں جس کے لئے چاہے گا بخش دے گا۔ اے علیؑ یہ تمہارے شیعوں کے لئے ہے...... امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ کیا یہ (بشارت) میرے شیعوں کے لئے ہے تو حضرت نے فرمایا ہاں میرے پروردگار کی قسم یہ تمہارے شیعوں کے لئے ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ "خدا نہیں بخشے گا یہ بات کہ اس کا شریک قرار دیا جائے۔" یعنی اُن لوگوں کو جنہوں نے ولایت علیؑ کے متعلق کفر اختیار کیا اور اس کے علاوہ جس کو چاہے گا بخش دے گا۔" یعنی اُن لوگوں کو جو علیؑ کے دوست ہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں قرآن میں کوئی آیت مجھے اتنی محبوب نہیں ہے جتنی یہ آیت محبوب ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ کبائر بھی مشیت اللہ میں داخل ہیں آپ نے فرمایا ہاں یہ اُسے اختیار ہے چاہے بخش دے چاہے اُن پر عذاب کرے۔

صاحب مجمع البیان فرماتے ہیں کہ پروردگار عالم، تائب کے تمام گناہ لامحالہ بخشے گا لیکن اگر موحد (حقیقی) بغیر توبہ کے مرجائے تو وہ مشیت الٰہی کے حوالہ ہے چاہے اپنے عدل سے اس کو معذّب کرے چاہے اپنے فضل سے اُن کو بخش دے۔

(۴) ابو بصیر ناقل ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اے ابومحمد لوگ اِدھر اُدھر متفرق ہو گئے ہاں مگر تم لوگ اپنے نبیؐ کے اہلِ بیتؑ کی طرف رجوع کیے رہے، تم نے وہ چاہا جو خدا نے چاہا تم نے اُسے چاہا جس سے خدا نے محبت کی، تم نے اُسے پسند کیا جسے خدا نے پسند کیا، بشارت حاصل کرو اور خوش ہو، خدا کی قسم تم ہی لوگ ہو جن پر رحم کیا گیا ہے۔ تمہارے حسنات مقبول ہیں، تمہارے گناہوں سے درگزر کی گئی ہے۔ کیوں ابومحمد کیا تم کو خوش کیا؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! پھر حضرت نے فرمایا اے ابومحمد ہمارے شیعوں کی پشت سے گناہوں کا بار یوں الگ ہو جاتا ہے جیسے ہوا درخت کے پتوں کو گراتی ہے۔ دیکھو خداوند عالم کا ارشاد ہے ملائکہ کو دیکھو گے وہ عرش کے گرد حلقہ کیے ہوتے ہیں۔ اپنے رب کی تسلیم کرتے ہیں اور مومنوں کے واسطے استغفار کرتے ہیں۔ اے ابومحمد خدا کی قسم ان مومنوں سے تمہارے سوا کوئی اور نہیں مراد لیا گیا ہے۔ بتاؤ کیا میں نے تم کو خوش کیا، میں نے عرض کیا جی ہاں مگر کچھ اور ارشاد ہو، حضرت نے فرمایا کہ خداوند عالم نے اپنی کتاب میں تم کو یاد فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد فرماتا ہے۔

الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ (سورۂ رعد آیت ۲۰)

"کچھ لوگ ہیں جو سچے رہے اس پیمان میں جو انہوں نے اپنے خدا سے کیا تھا۔" خداوند عالم کا مقصد یہ ہے کہ تم لوگوں نے وفا کی اس پیمان کے متعلق جو اُس نے تم سے ہماری محبت کے سلسلہ میں لیا تھا اور تم نے ہمارے بدلے کسی اور کو نہیں اختیار کیا پروردگار ارشاد فرماتا ہے کہ اُس دن (قیامت میں) جو دوست تھے ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے متقین کے، خدا کی قسم اس میں بھی سوائے تمہارے کسی اور کو مراد نہیں لیا ہے۔ ابومحمد بتاؤ کیا میں نے تم کو خوش کیا۔ میں نے

عرض کیا جی ہاں۔ مگر کچھ اور ارشاد ہو۔ آپ نے فرمایا خدا نے اپنی کتاب میں تمہارا تذکرہ یوں بھی کیا ہے۔ (اہل جنّت کے تذکرہ میں فرماتا ہے) بھائی بھائی ہوں گے جو ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔ خدا کی قسم اس سے تمہارے علاوہ کوئی مراد نہیں ہے، بتاؤ کیا تم خوش ہوئے، میں نے عرض کی جی ہاں مگر کچھ اور ارشاد فرمائیں! فرمایا اس آیت میں بھی پروردگار نے تمہارا ذکر کیا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر خدا کی نعمتیں ہیں۔ انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین میں سے۔ اس آیت میں نبیّن سے مراد رسولؐ اللہ ہیں اور صدیقین اور شہداء ہم ہیں اور تم لوگ صالحین ہو اور تم خدا کی قسم ہمارے شیعہ ہو۔ کیا تم خوش ہوئے، میں نے عرض کی جی ہاں مگر کچھ اور ارشاد ہو فرمایا خدا نے شیطان سے تم لوگوں کو مستثنیٰ فرمایا، فرماتا ہے کہ بے شک جو میرے بندے ہیں اُن پر تجھے تسلّط نہیں ہے خدا کی قسم اس سے تمہارے علاوہ کوئی مراد نہیں ہے۔ بتاؤ کیا میں نے تم کو خوش کیا؟ میں نے عرض کی جی ہاں! کچھ اور ارشاد ہو۔ فرمایا خداوند عالم کا ارشاد ہے "اے میرے بندو جنہوں نے اپنے نفس پر اسراف کیا ہے رحمت الٰہی سے مایوس نہ ہو بے شک اللہ تمام گناہوں کو بخش دے گا۔" خدا کی قسم اس آیت سے بھی صرف تم ہی لوگ مراد ہو! کہو ابو محمد خوش ہوئے؟ میں نے عرض کی جی ہاں مگر اس سے زیادہ ارشاد ہو! فرمایا یہ پروردگار کا ارشاد ہے۔ قیامت کا دن ایسا ہوگا ایک دوست دوسرے دوست کو مستغنی نہ کر سکے گا۔ (یعنی عذاب سے نہ بچا سکے گا مگر وہی جس پر اللہ نے رحم کیا ہے، اس آیت میں خدا نے کسی نبی اور اس کے ماننے والے کو مستثنیٰ نہیں کیا ہے سوائے ہمارے شیعوں کے۔ "الا من رحم اللہ" سے مُراد ہمارے شیعہ ہیں۔ اے ابو محمد کیا میں نے تم کو خوش کیا؟ میں نے عرض کی جی ہاں اے فرزند رسولؐ اور ارشاد

ہو، حضرت نے فرمایا بے شک اللہ نے تم کو اپنی کتاب میں یاد فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے ''کیا برابر ہیں وہ لوگ جو اہل علم ہیں اور وہ جو لاعلم ہیں، پس یہ بات تو صرف صاحبان عقل ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اس آیت میں اہل علم سے مراد ہم ہیں اور لاعلم لوگوں سے مراد ہمارے دشمن ہیں اور اولوالالباب (صاحبان عقل) سے مراد تم لوگ ہو! میں نے عرض کیا حضورؑ کچھ اور ارشاد ہو! حضرت نے فرمایا اے ابو محمد تمہارے ثواب کی کثرت کا احصا نہیں ہوسکتا، اے ابو محمد قرآن میں کوئی ایسی آیت نہیں ہے جو جنّت کی طرف جاتی ہو اور اہل جنّت کا ذکر خیر کرتی ہو مگر یہ کہ وہ ہمارے اور تمہارے بارے میں ہے...... خدا کی قسم دین محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ملّتِ ابراہیم علیہ السلام پر ہمارے تمہارے سوا اور کوئی نہیں اور تمام لوگ اس سے علیحدہ ہیں۔ اے ابو محمد کیا میں نے تم کو مسرور کیا میں نے عرض کیا ہاں اے فرزند رسولؐ، خدا آپ پر درود بھیجے میں آپ پر فدا ہوں۔ پھر میں اُٹھ کر خوش خوش واپس ہوا۔

(۵) قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى ؕ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ (سورۂ شوریٰ آیت ۲۳)

اے رسولؐ تم کہہ دو کہ میں اِس تبلیغِ رسالت کا کوئی اجر اپنے قرابت داروں (اہلِ بیتؑ) کی محبت کے سوا نہیں مانگتا اور جو شخص حسنہ اختیار کرے گا ہم اس کی خوبی میں اور اضافہ کر دیں گے۔ بے شک خدا بڑا بخشنے والا اور شکر کرنے والا ہے۔'' اس آیت سے عظمت محبت تو بہر حال واضح ہے تفسیر میں وارد ہوا ہے کہ اس آیت میں حسنہ سے مراد ائمہ علیہم اسلام کی امامت کا اقرار۔ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ اور ان سے ارتباط ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السّلام حسین بن عبدالرحمٰن سے ارشاد فرماتے ہیں۔ اے

حسینؑ ہماری محبت کو معمولی نہ سمجھو کیونکہ وہ باقیات الصالحات میں ہے حسینؑ نے عرض کی اے فرزندِ رسولؐ میں آپ کی محبت کو چھوٹا اور معمولی نہیں سمجھتا ہوں بلکہ اس نعمت پر خدا کا شکر ادا کرتا ہوں۔

امام حسن فرماتے ہیں اس آیت میں حسنہ سے مراد ہم اہلِ بیتؑ کی محبت ہے۔

كُلُّ نَفْسٍ م بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ (۳۸) اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ (۳۹) فِيْ جَنّٰتٍ يَتَسَآءَلُوْنَ (۴۰) عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ (۴۱) مَاسَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ (۴۲) قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ (۴۳) وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ (۴۴) وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ (۴۵) وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ (۴۶) حَتّٰى اَتٰنَا الْيَقِيْنُ (۴۷) فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ (سورۂ مدثر آیت ۳۸، تا ۴۸)

امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ اس آیت میں اصحاب یمین سے مراد ہم اہلِ بیتؑ کے شیعہ ہیں اور حضرت ہی کا ارشاد ہے کہ رسولؐ اللہ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ مجرمین سے مراد تمہاری ولایت کے منکر ہیں۔

اہلِ جہنم کا جواب ہے کہ ہم "مصلّین میں نہ تھے۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اتباعِ ائمہ علیہ السلام نہ تھے جن ائمہ کو خدا نے وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ (سورۂ واقعہ آیت ۱۰)

فرمایا ہے کیا تمہیں نہیں معلوم کہ لوگ دوڑ کے گھوڑوں میں (نمبر اوّل یعنی) سابق کے بعد والے گھوڑے کو مصلّی کہتے ہیں جو اس کے پیچھے ہوتا ہے یہی یہاں خدا کی مراد ہے یعنی وہ کہیں گے کہ ہم سابقین کے تابع نہ تھے۔

۷۔ سورۂ رحمٰن میں ارشاد ہے:

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ (سورۂ رحمان ایت ۳۹)

امام رضا علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ جو حق کا معتقد ہو پھر

گناہ کرے اور دنیا سے بغیر توبہ کے اُٹھ جائے تو برزخ میں اس گناہ پر معذب ہوگا اور قیامت کے دن یوں نکلے گا کہ اس پر کوئی گناہ نہ ہوگا۔ جس کی اس سے باز پرس کی جائے۔

(۸) وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰىٓ اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ

(سورۂ انعام آیت ۱۶۰)

جو حسنہ (نیکی) لے کر آئے گا تو اسے دس گناہ ثواب ملے گا۔

امام محمد باقر علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ یہاں پر حسنہ سے مراد ہماری ولایت اور سئیہ ہم اہل بیت کی دشمنی ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں حسنہ ہماری محبت اور ہمارے حقوق کی معرفت ہے اور سئیہ ہماری عداوت اور ہمارے حق کو گھٹانا ہے۔

(۹) حرث بن مغیرہ کا بیان ہے کہ ہم ابوجعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے، آپ نے ارشاد فرمایا۔ تم میں سے جو شخص اس امر (ولایت) کا عارف ہے اور اس کی حکومت کا منتظر ہے اور اس سلسلہ میں خدا سے خیر کا آسرا لگائے ہے اس کا مرتبہ اس شخص کا ایسا ہے۔ جس نے قائم آل محمدؐ کے ساتھ ہو کر تلوار سے جہاد کیا بلکہ خدا کی قسم اس کا مرتبہ اس شخص کا مرتبہ ہے۔ جس نے رسولؐ اللہ کی ہمراہی میں اپنی تلوار سے جہاد کیا ہو، پھر تیسری مرتبہ یہ فرمایا کہ خدا کی قسم اس شخص کا مرتبہ ایسا ہے جیسے وہ رسولؐ اللہ کے سامنے انہیں کے خیمہ میں شہید کیا گیا ہو اور تمہارے متعلق کلامِ خدا میں ایک آیت ہے میں نے عرض کیا میں آپ پر فدا ہوں آیت کیا ہے، آپ نے فرمایا وہ پروردگار کا یہ ارشاد ہے ''اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اللہ پر اُس کے رسول پر وہی لوگ اپنے پروردگار کے نزدیک صدیقین اور شہداء کے مرتبہ میں ہیں۔ ان کے لئے انہیں ایسا اجر ہے اور انہیں کا ایسا نور پھر حضرت نے فرمایا

کہ اس ارشاد کے مطابق خدا کی قسم تم لوگ اپنے پروردگار کے نزدیک شہداء اور صالحین ہو گئے۔

(۱۰) خالد بن نجیح کا بیان ہے کہ ہم امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: مرحباً بکم و اہلاً و سہلاً۔ ہم تم کو دیکھ کر مانوس (خوش) ہوتے ہیں تم نے ہم سے محبت اس لئے نہیں کی ہے کہ ہمارے تمہارے درمیان کوئی قرابت ہے بلکہ تم نے محبت اس لئے کی ہے کہ ہم کو رسولؐ اللہ سے قرابت ہے۔ لہٰذا یہ محبت رسولؐ اللہ کی وجہ سے ہے۔ کسی دنیاوی وجہ یا دولت کی وجہ سے نہیں ہے جو تم نے ہم سے اس محبت کے عوض میں پائی ہو تم کو ہم سے ''توحید باری تعالیٰ'' کے سلسلہ میں محبت ہے، بے شک اللہ نے تمام اہل سمٰوات و ارض کے لئے موت لکھ دی ہے۔ ہر شے ہلاک ہو گی سوائے اُس وجہ کے اور کوئی چیز باقی نہ رہے گی۔ سوائے خداوند لاشریک لۂ کے۔

اے پروردگار جس طرح یہ لوگ دنیا میں آلِ محمدؐ کے ساتھ تھے اس طرح تو ان کو آخرت میں بھی آل محمدؐ کے ساتھ قرار دے۔ پروردگار جس طرح ان کا باطن اُن کے باطن کے موافق اور ان کا ظاہر اُن کے ظاہر کے مطابق تھا اسی طرح تو اُن کو قیامت کے دن محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زُمرے میں قرار دے۔

(۱۱) امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں ایک دن وفد حاضر ہوا اور اُس نے کہا اے فرزند رسولؐ ہمارے ساتھی معاویہ کے پاس گئے اور ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ حضرت نے فرمایا تو پھر ہم تم کو اس سے زیادہ صلہ دیں گے جو معاویہ ان لوگوں کو دے گا۔ اُن سب نے کہا ہم آپ پر فدا ہوں ہم حضورؑ کی خدمت میں اپنے دین کے لئے حاضر

ہوئے ہیں۔ یہ سُن کر حضرت نے سر جھکالیا اور زمین پر کچھ نشانات بناتے رہے او ربڑی دیر کے بعد سر اُٹھا کر فرمایا کہ بڑی طولانی بات میں سے مختصر یہ ہے کہ جس نے ہم سے محبت کی تو اس کی یہ محبت اس وجہ سے نہیں ہے کہ ہمارے اور اس کے درمیان کوئی قرابت ہے اور نہ اس وجہ سے ہے کہ ہم نے کوئی دنیاوی احسان اس کے ساتھ کیا ہے بلکہ اس نے ہمیں فقط اللہ اور اس کے رسولؐ کی وجہ سے محبوب رکھا اس موقع پر حضرت نے اپنی دونوں ہاتھوں کی کلمہ کی انگلیوں کو آپس میں ملا کر فرمایا کہ ''ایسا شخص قیامت کے دن یوں ہمارے ساتھ ہو کر آئے گا۔''

(۱۲) ایک اعرابی رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اِس نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ کیا جنّت کی کوئی قیمت ہے آپ نے فرمایا ہاں! اِس نے کہا وہ قیمت کیا ہے فرمایا کلمہ "لا الٰـہ اِلّا اللـہ" جسے بندہ بہ اخلاص کہے۔ اُس نے دریافت کیا اخلاص سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا میں جو لے کر آیا ہوں اُس پر عمل کرنا اور میرے اہلِ بیتؑ کی محبت، اعرابی نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا محبتِ اہل بیتؑ بھی کلمہ کے حقوق میں سے ہے حضرت نے فرمایا ہاں ان کی محبت اس کے تمام حقوق میں عظیم ترین حق ہے۔

عمر بن خطاب سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسولؐ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علیؑ کے چہرے کے نور سے سات کروڑ مَلک خلق کئے ہیں جو پروردگار کی تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں اور اِس کا اجر علیؑ کے دوستوں اور اُن کی اولاد کے دوستوں کے لئے لکھتے رہتے ہیں۔

(۱۳) رسولؐ اللہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا جو چاہتا ہے کہ اُس کو میری حیات اور موت کی سی حیات و موت نصیب ہو اور اُس جنّت میں داخل ہو جس کا

وعدہ مجھ سے میرے پروردگار نے کیا ہے تو اس کو چاہئے کہ علی ابن ابی طالبؑ اور اُن کی ذرّیت سے محبت کرے۔ یہ لوگ تم کو کسی ہدایت کے دروازہ سے خارج یا گمراہی کے دروازہ میں داخل نہ کریں گے۔

(۱۴) امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں جو ہمیں چاہے اور ہمارے چاہنے والوں کو چاہے اور اِس سے کوئی دنیاوی فائدہ اُٹھانا مطلوب نہ ہو اور ہمارے دشمن کو دشمن رکھے اور ایسا خود اپنی کسی عداوتِ ذاتی کی وجہ سے نہ ہو۔ پھر ایسا شخص قیامت کے میدان میں یوں وارد ہو کہ اس پر اتنے بے شمار گناہوں کا بار جتنے میدان عالج میں ریگ کے ذرّے ہیں اور جتنا سمندر کا جھین ہوتا ہے تو خداوند عالم اس کے گناہ بخش دے گا۔

(۱۵) عجلی کا بیان ہے کہ میں امام ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضورؑ کی خدمت میں ایک خراسان سے وارد ہونے والا حاضر ہوا اس نے اپنے دونوں پیر نکالے ان میں چھالے پڑ گئے تھے اس نے حضرت سے عرض کیا خدا کی قسم مجھے اتنی دُور سے کوئی اور چیز سوائے آپ اہلِ بیت علیہم السلام کی محبت کے نہیں لائی ہے۔ حضرت نے یہ سن کر فرمایا خدا کی قسم اگر پتھر بھی ہم سے محبت کرے تو خدا اس کو ہمارے ساتھ محشور کرے گا اور دین محبت ہی تو ہے۔ خداوند عالم رسولؐ سے کہلواتا ہے کہہ دو اگر تم کو اللہ سے محبت ہے تو میری پیروی کرو، خدا تم کو دوست رکھے گا۔

(۱۶) ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی میں آپ پر فدا ہو جاؤں۔ ہم لوگ آپ کے اور آپ کے آباؤ اجداد کے ناموں پر (اپنے بچوں کے) نام رکھتے ہیں کیا یہ بات ہمیں کچھ فائدہ دے گی۔ حضرت نے فرمایا ہاں

خدا کی قسم (اُس سے تمہیں فائدہ ہوگا) دین محبت کے سوا کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہہ دو اگر تم کو اللہ کی محبت ہے تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

(۱۷) رسولؐ اللہ سے روایت ہے کہ اُنہوں نے جبریلؑ سے اور اُنہوں نے پروردگار سے نقل کیا ہے وہ فرماتا ہے۔ اے میرے بندو کم (از کم) افضل طاعات اور اعظم طاعات پر عمل کر لو تاکہ میں درگزر کر سکوں اگر تم نے اِس کے علاوہ کوتاہیاں کی ہوں اور اعظم معاصی اور قبیح ترین معاصی کو ترک کر دو تاکہ میں اس کے علاوہ اگر کسی معصیت کا تم ارتکاب کرو تو اس میں تم سے مواخذہ نہ کروں۔ اعظم طاعات میری توحید ہے اور میرے نبیؐ کی تصدیق ہے اور نبی اپنے بعد جسے نصب کریں یعنی علی بن ابی طالبؑ اور اُن کے بعد ان کی نسل کے دیگر ائمہ کے حق کو تسلیم کرنا ہے۔

اور اعظم معاصی میرے نزدیک یہ ہے کہ میرا انکار کرو میرے نبی محمدؐ کے منکر ہو جاؤ اور محمد کے بعد اُن کے ولی علی بن ابی طالب اور ان کے اولیاء جو علیؑ کے بعد ہیں ان کا انکار کرو۔

(۱۸) امام جعفر صادق علیہ السّلام کا ارشاد ہے جس کو ہم سے محبت ہو تو وہ اللہ کے خالص بندوں میں سے ہے بشرطیکہ وہ معیوب نہ ہو، راوی نے عرض کی میں آپ پر فدا ہوں معیوب ہونے سے کیا مراد ہے، آپ نے فرمایا یعنی ولد الزنا نہ ہوں۔

(۱۹) سلمانؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں علیؑ سے محبت کیا کرتا ہوں کیونکہ میں نے سُنا ہے کہ رسولؐ اللہ نے علیؑ کے زانو پر ہاتھ مار کر فرمایا تمہارا محبّ میرا محبّ

ہے اور میرا محبّ خدا کا محبّ ہے۔ تمہارا دشمن میرا دشمن ہے اور میرا دشمن خدا کا دشمن ہے۔

(۲۰) امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ کا ارشاد ہے، خدا نے تم کو اور تمہارے اہل کو اور تمہارے شیعوں کے دوستوں کو بخش دیا ہے۔

(۲۱) امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا رسولؐ اللہ کا ارشاد ہے کہ جو یہ چاہتا ہے کہ ''عروۂ وثقیٰ'' سے تمسک کرے اُسے چاہیئے کہ علی کی محبت اور میرے اہل بیتؑ کی محبت سے متمسک ہو جائے۔

(۲۲) امام رضا علیہ السلام کا ارشاد ہے رسولؐ اللہ نے فرمایا ''جو ہم اہل بیتؑ سے محبت کرے گا اللہ اسے بروز قیامت یوں محشور کرے گا کہ وہ بالکل بے خوف ہوگا۔

(۲۳) امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت رسولؐ اللہ کا ارشاد ہے اُنہوں نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ جو تم سے محبت کرے گا وہ قیامت کے دن انبیاء کے ہمراہ ہوگا اور جو اس حالت میں مرے کہ تمہارا دشمن تھا تو اُسے کیا پرواہ ہے چاہے یہودی مرے، چاہے نصرانی مرے۔

(۲۴) امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ سے فرمایا جس کسی کے دل میں تمہاری محبت بیٹھ گئی ہے اگر صراط پر اس کا ایک پیر پھسلے گا تو دوسرا پیر ضرور جم جائے گا۔ یہاں تک کہ خدا اس کو تمہاری محبت کے صلہ میں جنّت میں داخل کر دے گا۔

(۲۵) ابو علی طائی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے

(اپنے اصحاب سے) دریافت فرمایا بتاؤ ایمان کے رشتوں میں سب سے زیادہ مضبوط اور محکم کونسا رشتہ ہے؟ ان سب نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتا ہے۔ اے فرزند رسولؐ ہماری نظر میں تو نماز سب سے زیادہ مضبوط عروۂ ایمان ہے۔ حضرت نے فرمایا نماز کے لئے بجائے خود فضیلت ہے لیکن وہ نماز نہیں ہے لوگوں نے کہا زکوٰۃ ہے؟ حضرت نے فرمایا ہاں زکوٰۃ کے لئے بھی فضیلت ہے۔ مگر سب سے "محکم تر عروۂ ایمانی وہ بھی نہیں" سب نے کہا ماہِ رمضان کے روزے حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ہاں صوم رمضان کے لئے فضیلت ہے مگر وہ نہیں ہے؟ اُنہوں نے کہا تو پھر حج اور عمرہ آپ نے فرمایا ہاں بے شک حج اور عمرہ کے لئے فضیلت ہے مگر وہ بھی نہیں! اُنہوں نے کہا جہاد فی سبیل اللہ! حضرت نے فرمایا ہاں راہِ خدا میں جہاد کی ضرور فضیلت ہے مگر یہ جہاد بھی وہ محکم تر رشتۂ ایمان نہیں ہے۔ یہ سُن کر سب نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسولؐ ہی بہتر جانتا ہے حضرت نے فرمایا بے شک سب سے زیادہ مضبوط اور محکم رشتہ "حب فی لِلّٰه اور بغض فی لِلّٰه" ہے اور یہ کہ تم بھی ولیِ خدا سے موالات رکھو اور دشمنِ خدا سے عداوت رکھو۔

(۲۶) امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جب ہماری محبت کسی کے دل میں خنک اور گوارا معلوم ہو تو اُسے چاہئے کہ خدا کی سب سے پہلی نعمت کا شکر ادا کرے راوی نے عرض کی فطرت اسلام پر شکر ادا کرے (یہی پہلی نعمت ہے) حضرت نے فرمایا نہیں وہ اپنے طیب الولادت ہونے پر شکر کرے کیونکہ ہم سے محبت وہی رکھے گا جو طیب الولادت ہو (یعنی جس کی پیدائش میں طہارت ہو) ہمیں تو بس منتخب صاف ستھرے لوگ چاہیں گے وہ جس قوم وقبیلہ کے ہوں۔

(۲۷) ابن عمر سے مروی ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا جو علیؑ کو دوست رکھتا ہے

پروردگار عالم اس کے نماز روزے اور قیام لیل کو قبول فرماتا ہے۔ اِس کی دعائیں مستجاب کرتا ہے۔ آگاہ ہو کہ جس نے علیؑ کو دوست رکھا خداوند عالم اس کو اس کے جسم کی ہر ہر رگ کے مقابلہ میں ایک ایک شہر جنّت میں عطا کرے گا۔ آگاہ ہو کہ جس نے آلِ محمدؐ سے دوستی کی وہ حساب، میزان، صراط سب کی زحمتوں سے بے خوف ہو گیا۔

آگاہ ہو کہ جو آلِ محمدؐ کی محبت پر مر جائے تو تمام انبیاء کے ساتھ جنّت میں میں خود اس کا کفیل ہوں گا۔ آگاہ ہو کہ جو آل محمدؐ کی عداوت پر مرتا ہے وہ قیامت کے دن یوں آئے گا کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا۔ آیس من رحمة اللّٰه یہ رحمتِ الٰہی سے مایوس ہے۔

(۲۸) امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں عمر بن حنظلہ سے کہ اے ابوصخر خداوند عالم دنیا سب کو دے دیتا ہے، خواہ ہمارے دوست ہوں یا دشمن مگر یہ بات (یعنی ہماری محبت) اس کو عنایت کرتا ہے جو اس کے منتخب لوگ ہوتے ہیں۔ خدا کی قسم تم لوگ ہمارے اور ہمارے باپ دادا کے دین پر ہو پھر حضرت نے تین دفعہ ارشاد فرمایا خدا کی قسم تمہاری شفاعت کی جائے گی۔ یہاں تک کہ ہمارا دشمن یہ منظر دیکھ کر کہے گا (آہ) ہمارا کوئی سفارشی یا مخلص دوست نہیں ہے۔ ہمارے شیعہ ہم سے متمسک ہوں گے اور رسولؐ اللہ خدا سے تمسک کئے ہوں گے۔ یہ سن کر زیاد بن اسود نے حضرت سے عرض کیا کہ میں گناہوں میں گرفتار ہو جاتا ہوں اور پھر مجھے خوف ہوتا ہے کہ کہیں ہلاک نہ ہو جاؤں (یعنی جہنم میں نہ چلا جاؤں) پھر آپ کی محبت یاد آتی ہے اور نجات کی امید پیدا ہوتی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ کیا دین محبت کے سوا کچھ اور ہے؟ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔ اس نے تمہارے لئے

ایمان کو محبوب قرار دیا اور ارشاد فرماتا ہے اگر تم کو اللہ سے محبت ہے تو میرا اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا اور ایک شخص نے رسولؐ اللہ سے عرض کیا میں آپ سے محبت رکھتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا (واقعتاً) تم کو مجھ سے محبت ہے، اُس نے عرض کی جی ہاں حضورؐ خدا کی قسم! یہ سن کر نبی کریمؐ نے فرمایا کہ تو پھر تم اسی کے ساتھ ہو جس سے تمہیں محبت ہے۔

(۲۹) امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے رسولؐ خدا نے فرمایا جو چاہتا ہے کہ مجھ سے متوسّل ہو اور وہ یہ چاہتا ہے کہ اس کا مجھ پر احسان ہو جس کے صلے میں قیامت کے دن اِس کی شفاعت کروں اُسے چاہئے کہ وہ میرے اہل بیتؑ کے ساتھ ارتباط و تعلق رکھے اور اُن کو خوش کرے۔

(۳۰) امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں جب قیامت کا دن ہوگا تو خداوند عالم اوّلین و آخرین کو جمع کرے گا اور ایک منادی ندا کرے گا کہ جس کا رسولؐ اللہ پر کوئی احسان ہو وہ اُٹھے (یہ سن کر) ایک جماعت لوگوں میں سے اُٹھ کھڑی ہوگی اُن سے سوال ہوگا کہ تمہارا رسولؐ اللہ پر کیا احسان ہے؟ وہ کہیں گے کہ ہم اُن کے اہل بیت علیہم السلام کو ان کے بعد سب پر مقدم سمجھتے تھے۔ ان لوگوں سے کہا جائے گا اچھا جاؤ اب تم تمام لوگوں میں گشت کر کے دیکھو جس جس کا تم پر کوئی احسان ہو اس کا ہاتھ پکڑ لو اور جنّت میں چلے جاؤ۔

(۳۱) امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسولؐ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم نے میرے بھائی کے اتنے کثیر فضائل قرار دیئے ہیں جن کا احصاء نہیں ہوسکتا جو شخص ان کے فضائل میں سے ایک فضیلت پڑھے بشرطیکہ اِس کا معترف اور مُقِر ہو تو خداوند عالم اس کے گزشتہ آئندہ گناہ بخش دے گا اور اُن کے فضائل

میں سے ایک فضیلت کو لکھے تو جب تک اس کتابت کا نشان باقی رہے گا برابر ملائکہ اس کے لئے استغفار کرتے رہیں گے اور جو ان کے فضائل میں سے ایک فضیلت بھی توجہ اور غور سے سنے تو خدا اس کے تمام گناہوں کو بخش دے گا جو اُس نے نگاہوں کے ذریعہ سے کئے ہوں گے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ علی علیہ السلام کے چہرہ پر نظر کرنا عبادت ہے اور خدا کسی بندے کا ایمان نہیں قبول فرمائے گا جب تک علیؑ کی ولایت اور ان کے دشمنوں سے برائت نہ ہو۔

(۳۲) امام جعفر صادق علیہ السلام ایک ارشاد کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ جب قیامت آئے گی تو خداوند عالم ہمارے شیعوں کا حساب ہمارے حوالہ کرے گا۔ چنانچہ اُن کے جو معاصی اُن کے اور خدا کے مابین ہیں اُنہیں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا سے بخشوالیں گے اور جو کچھ ان کے اور دیگر بندگان الٰہی کے مابین مظالم وغیرہ ہیں اُنہیں رسولؐ اللہ ہمارے شیعوں کی جانب سے ادا فرمائیں گے اور جو ہمارے اور ہمارے شیعوں کے معاملات ہیں وہ ہم انہیں بخش دیں گے۔ یہاں تک کہ وہ جنّت میں بے حساب داخل ہو جائیں گے۔

(۳۳) ابو بصیر ناقل ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خداوند عالم نے رسالت مآبؐ کو اُمت کی شفاعت کا حق عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ ہمیں بھی اپنے شیعوں کی سفارش کا حق ملا ہے اور ہمارے شیعوں کو اپنے اہلِ کے بارے میں شفاعت کا حق دیا گیا ہے اسی کی طرف اشارہ اس آیت میں ہے کہ (کچھ لوگ کہیں گے کہ) ہمارے سفارشی نہیں ہیں! آپ نے فرمایا واللہ ہم ضرور اپنے شیعوں کی شفاعت کریں گے، یہاں تک کہ ہمارے دشمن کہیں گے کہ ہمارا کوئی سفارش کرنے والا نہیں ہے! پھر آپ نے فرمایا خدا کی قسم ہمارے شیعہ اپنے

اہل کی اتنی شفاعت کریں گے کہ ہمارے دشمنوں کے قوم والے کہیں گے ہمارا کوئی مخلص دوست بھی نہیں۔

(۳۴) وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ (سورۂ صافات آیت ۲۴)

(قیامت کے دن کہا جائے گا) ان لوگوں کو روکو ان سے سوال کیا جائے گا۔ اِس کی تفسیر میں ابن عباس سے مروی ہے کہ یہ سوال ولایت علی بن ابی طالبؑ کے متعلق ہوگا۔

(۳۵) امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ قیامت کے دن کلمہ **لا الٰـہ الا الـلّٰـہ** سب سے علیحدہ ہو جائے گا سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے اعتراف ولایت علی بن ابی طالبؑ کیا ہو۔

(۳۶) راوی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے (اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَـهُ الـرَّحْمٰنَ وَقَـالَ صَوَابًا" کی تفسیر دریافت کی تو حضرت نے فرمایا کہ خدا کی قسم ہم ہی وہ لوگ ہیں جنہیں بروز قیامت بولنے کی اجازت ہوگی اور ہم ہی حق بات کہیں گے۔ راوی نے دریافت کیا کہ آپ حضرات جب قیامت میں بولیں گے تو کیا بولیں گے؟ فرمایا ہم پہلے تو اپنے رب کی حمد کریں گے پھر اپنے نبی کریمؐ پر درود بھیجیں گے اور اس کے بعد اپنے شیعوں کی شفاعت کریں گے تو ہمارا پروردگار ہمیں ردّ نہ کرے گا۔

(۳۷) امام جعفر صادق علیہ السلام سے ابو بصیر ناقل ہیں کہ حضرت نے فرمایا خداوند عزّ و جل نے اپنی کتاب میں تمہارا ذکر کیا ہے اُس نے تمہارے دشمنوں کے قول کی حکایت کی ہے۔ جب کہ وہ آتشِ جہنم میں ہوں گے۔ چنانچہ فرماتا ہے وہ لوگ کہیں گے ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم (جہنم میں) اُن لوگوں کو نہیں دیکھ رہے ہیں جنہیں ہم اشرار (صاحبان شر) میں شمار کرتے تھے" خدا کی قسم اُنہوں نے لفظ

اشرار سے تمہارے سوا کسی اور کو مراد نہیں لیا ہے۔ حالانکہ تم تمام انسانوں میں منتخب اور صاحبان خیر ہو۔ خدا کی قسم تمہیں تمہارے دشمن جہنم میں تلاش کریں گے اور نہ پائیں گے اور تم جنّت میں چین کر کے رہو گے۔

(۳۸) سماعہ بن مہران امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت نے فرمایا سماعہ بتاؤ لوگوں کی نظریں شرِناس (بدتر لوگ) کون ہیں؟ سماعہ نے کہا اے فرزند رسولؐ ہم ہی کو لوگ بدتر سمجھتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت کو غیظ آ گیا یہاں تک کہ آپ کے رُخسار مبارک سُرخ ہو گئے، حضرت تکیہ لگائے آرام فرما رہے تھے۔ اُٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ سماعہ پھر تو کہتا تو لوگوں کی نظر میں بدتر انسان کون ہیں؟ میں نے عرض کیا حضورؐ سے غلط نہیں عرض کیا۔ ہم ہی کو لوگ بدتر سمجھتے ہیں کیونکہ ہم ہی کو کافر اور رافضی کہا کرتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا تمہاری مسرت کا اس وقت کیا عالم ہوگا جب جنّت میں تمہیں لے جایا جائے گا اور اُن کو جہنم میں پہنچایا جائے گا۔ وہ تمہیں دیکھیں گے اور کہیں گے کہ ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم (جہنم میں) اُن لوگوں کو نہیں دیکھ رہے جنہیں ہم اشرار میں شمار کرتے تھے" اے سماعہ بن مہران تم میں سے جو شخص گناہگار ہوگا تو ہم خود اس کے لئے بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو کر سفارش کریں گے اور پروردگار ہماری سفارش قبول فرمائے گا۔ خدا کی قسم تم میں سے دس بھی آگ میں داخل نہ ہوں گے، خدا کی قسم تم میں سے تین بھی آگ میں نہ جائیں گے، خدا کی قسم تم میں سے ایک شخص بھی آگ میں نہ جائے گا۔ تم کو چاہیئے کہ اب بلند درجات حاصل کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جاؤ اور ورع اختیار کر کے اپنے دشمنوں کو جلاؤ۔

(۳۹) ابن عباس راوی ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ "میری اور میرے

اہل بیت علیہم السلام کی محبت آتشِ جہنم سے امان ہے۔"

ابو قدامہ فدائی راوی ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ جس پر خدا نے یہ احسان کیا ہو کہ وہ میرے اہل بیت علیہم السلام کی معرفت اور ولایت رکھتا ہو تو اُس نے کُلِ خیر کو جمع کر لیا۔

(۴۰) امام جعفر صادق علیہم السلام فرماتے ہیں کہ ہر عبادت سے بالا تر کوئی دوسری عبادت ہے مگر ہم اہلِ بیتؑ کی محبت افضلِ عبادات ہے۔

(۴۱) بشر بن غالب امام حسین علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں حضرت نے فرمایا جو ہم سے محبت کرتا ہے اور لِلّٰہ محبت کرتا ہے تو ہم اور وہ قیامت میں ساتھ ساتھ ہوں گے۔

(۴۲) امام حسین علیہ السلام اپنے جدِ امجد جناب رسالت مآبؐ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا کہ "ہم اہل بیت علیہم السلام کی محبت اپنے اوپر لازم کر لو کیونکہ جو بارگاہ الٰہی میں اس طرح حاضر ہوگا کہ ہم سے محبت کرتا تھا وہ ہماری شفاعت سے داخل جنّت ہوگا قسم ہے اس پروردگار کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ کوئی بندہ اپنے عمل سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتا جب تک ہمارے حق کی معرفت نہ ہو۔

(۴۳) جناب شیخ الطائفہ اپنی اسناد سے زید بن یونس شحام سے روایت کرتے ہیں کہ زید بن یونس نے امام موسیٰ الکاظم علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ کے دوستوں میں کوئی شخص گناہگار ہے، شراب پیتا ہے اور مہلک گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے کیا ہم اُس سے اظہار برأت کریں آپ نے فرمایا اُس کے افعال سے اظہار برأت کرو لیکن اس کے خیر سے اظہار برأت نہ کرو اس کے اعمال سے

عداوت رکھو (اس کی ذات سے نہیں) یہ سن کر راوی نے عرض کیا، کیا اس کی گنجائش ہے کہ ہم ایسے شخص کو فاسق اور فاجر کہیں، آپ نے فرمایا نہیں، فاسق و فاجر وہ ہے جو ہمارے اور ہمارے اولیاء کا انکار کرے۔ خدا انکار فرماتا ہے اس بات سے کہ ہمارا دوست فاسق اور فاجر ہو چاہے اس کی اعمال جیسے ہوں ہاں یہ تم کہہ سکتے ہو کہ وہ ''فاسق العمل'' اوار ''فاجر العمل'' ہے (اُس کی ذات کو نہیں کہہ سکتے) وہ مومن النفس ''خبیث الفعل'' ''طیب الروح و البدن'' ہے۔ نہیں خدا کی قسم ہمارا دوست دنیا سے نہیں اُٹھے گا مگر یہ کہ اللہ اور اس کا رسولؐ اور ہم اس سے راضی ہو چکے ہوں گے۔ پروردگارِ عالم باوجود اُس کے گناہوں کے اُسے یوں محشور فرمائے گا کہ اُس کا چہرہ نورانی ہوگا۔ اس کے گناہوں پر پردہ پڑا ہوگا۔ وہ بے خوف ہوگا۔ نہ اُسے ڈر ہوگا نہ رنج اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دنیا سے نہ اُٹھے گا جب تک گناہوں سے پاک اور صاف نہ ہو لے (اور اس کی یہ صورتیں ہوں گی کہ) مال، جان، اولاد بیماری کی مصیبت اُٹھائے گا کم سے کم جو ہمارے دوست کے ساتھ (کفارۂ) کہا جائے گا یہ ہوگا کہ خدا اس کو ہولناک خواب دکھادے اور وہ صبح کو اس خواب کی وجہ سے رنجیدہ اُٹھے۔ یا اس پر حکومتِ باطل کی طرف سے کوئی خوف پیدا ہو جائے، یا موت کے وقت اس پر سختی کی جائے گی اور وہ خدا سے یوں ملاقات کرے گا کہ گناہوں سے پاک ہوگا۔ بے خوف ہوگا رسالت مآب اور امیر المومنین علیہما السلام کے طفیل میں۔ پھر اس کے سامنے دو باتوں میں سے ایک بات ہوگی یا تو خود پروردگار کی وہ وسیع ترین رحمت جو تمام اہل ارض سے زیادہ با وسعت ہے۔ (چنانچہ خود ہی پروردگار اُسے عفو فرمائے گا) یا پھر رسولؐ اللہ اور امیر المومنین علیہما السلام کی شفاعت ہوگی اور اب اس شفاعت کے بعد خداوند عالم کی وسیع رحمت اس تک پہنچے گی۔

(۴۴) امیر المومنین علیہ السلام نے حارث اعور سے فرمایا کہ ضرور ضرور ہماری محبت تمہیں تین موقعوں پر فائدہ دے گی۔ ملک الموت کے آنے کے وقت، قبر میں سوال کے موقع پر اور میدانِ حشر میں خدا کے کے سامنے حاضر ہونے کے وقت۔

(۴۵) جناب اُمِ سلمہ نے روایت فرمائی ہے۔ رسالت مآبؐ نے علیؑ سے فرمایا اے علیؑ تمہارے بھائی (دوست) تین موقعوں پر خوش ہوں گے۔ جب ان کی روح نکلے گی۔ اُس وقت تمہارے ساتھ میں اُس کے پاس ہوں گا۔ جب اُن سے قبر میں سوال کیا جائے گا اور جب اعمال پیش ہوں گے اور صراط پر گزر ہوگا۔

(۴۶) عبداللہ ابن ابی یعفور نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ وہ بے دین ہیں اور ان پر کوئی بوجھ نہیں؟ آپ نے فرمایا بات یہ ہے کہ ظالم حکمران کے گناہ اپنے دوستوں کے حسنات پر چھا جاتے ہیں اور امامِ عادل کے حسنات اپنے اولیاء (دوستوں) کے گناہوں پر غالب آ جاتے ہیں۔

(۴۷) زریق نے صادقؑ آل محمدؐ سے سوال کیا معرفت کے بعد کون سا عمل سب سے افضل ہے۔ آپ نے فرمایا معرفت کے بعد کوئی عمل اِس نماز کی برابری نہیں کرسکتا اور معرفت و نماز کے بعد زکوٰۃ کے برابر کوئی عمل نہیں اور اس کے بعد روزے کے برابر کوئی عمل نہیں اور اس کے بعد کوئی عمل حج کی برابری نہیں کرتا لیکن سب کا (فاتحہ) سرنامہ اور ان سب کا خاتمہ ہماری معرفت ہے۔

(۴۸) امیر المومنین علیہ السلام نے محمد بن ابی بکر کے ہاتھ اہل مصر کو لکھ کر روانہ فرمایا" اے بندگان خدا اگر تم خدا سے ڈرے اور تم نے اپنے نبی کی حفاظت کی (لحاظ رکھا) ان کے اہل بیتؑ کے معاملہ میں تو تم نے خدا کی بہترین عبادت کر لی اور اس کا بہترین ذکر اور بہترین شکر ادا کیا اور تم نے بہترین صبر و شکر اور بہترین

سعی وکوشش کو اختیار کیا، چاہے تمہارے غیر تم سے طولانی نمازوں والے اور زیادہ روزہ رکھنے والے ہوں۔"

(۴۹) رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبوک سے واپسی پر راستہ میں ایک خطبہ ارشاد فرمایا، حمد وثناء الٰہی کے بعد ارشاد کیا اے گروہ مردم یہ کیا بات ہے جب آل ابراہیمؑ کا ذکر ہوتا ہے تو تمہاری باچھیں کھل جاتی ہیں اور جب آل محمدؐ کا ذکر ہوتا ہے تو یوں منہ بناتے ہو جیسے تمہاری آنکھوں میں انار کا دانہ نچوڑ دیا گیا (یعنی جیسے آنکھوں میں مرچیں لگ گئیں ہیں) اس خدا کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا اگر تم میں کا کوئی ایک قیامت کے دن یوں وارد ہو کہ اس کے پاس پہاڑوں کے (عظیم) اعمال ہوں لیکن وہ علیؑ ابن ابی طالب کی ولایت لے کر نہ وارد ہو تو بے شک اللہ تعالیٰ اسے آتش جہنم میں اوندھے منہ گرا دے گا۔

(۵۰) امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسالت مآبؐ نے ارشاد فرمایا لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ جب ان کے سامنے آلِ ابراہیمؑ کا تذکرہ ہوتا ہے تو خوب خوش ہوتے ہیں اور جب اُن کے سامنے آل محمدؐ کا ذکر ہوتا ہے ان کے دلوں کو ناگوار ہوتا ہے۔ اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے۔ اگر کوئی بندہ قیامت کے دن ستر انبیاء کا عمل لے کر آئے تو خدا اُسے قبول نہ کرے گا جب تک اس کی بارگاہ میں میری اولاد اہلِ بیتؑ کی ولایت لے کر نہ حاضر ہو۔

(۵۱) رسول اللہؐ کا ارشاد ہے "جو آلِ محمدؐ کی محبت پر مرتا ہے وہ شہید مرتا ہے۔ آگاہ ہو جو آلِ محمدؐ کی محبت پر مرتا ہے وہ اس طرح مرتا ہے کہ اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ آگاہ ہو جو آلِ محمدؐ کی محبت پر مرتا ہے وہ یوں مرتا ہے کہ توبہ کئے ہوئے ہوتا ہے، آگاہ ہو جو آلِ محمدؐ کی محبت پر مرتا ہے مومن کامل الایمان مرتا ہے۔

آ گاہ ہو جو آلِ محمدؐ کی محبت پر مرتا ہے اِس کو ملک الموت جنّت کی خوشخبری دیتے ہیں۔ پھر منکر اور نکیر۔ آ گاہ ہو جو آلِ محمدؐ کی محبت پر مرتا ہے، خداوند عالم اس کی قبر کو زیارت گاہ ملائکۂ رحمت قرار دیتا ہے۔ آ گاہ ہو کہ جو محبت آلِ محمدؐ پر مرتا ہے وہ سنّت (رسولؐ) اور جماعت (ایمان) پر مرتا ہے۔ آ گاہ ہو جو بغض آلِ محمدؐ پر مرتا ہے وہ قیامت کے دن یوں آئے گا کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا ''رحمت الٰہی سے مایوس'' آ گاہ رہو جو بغض آلِ محمدؐ پر مرتا ہے وہ جنّت کی خوشبو نہ سونگھے گا۔

(۵۲) ابن عمر کہتے ہیں میں نے رسول اللہؐ سے علی ابن ابی طالبؑ کے متعلق سوال کیا حضرت غضبناک ہو گئے اور فرمانے لگے یہ لوگ علیؑ کا کیوں ذکر کیا کرتے ہیں (انہیں نہیں معلوم) کہ علیؑ کی منزلت عند اللہ وہ ہے جو میری منزلت ہے اور علیؑ کا عند اللہ سوائے نبوت کے وہی مقام ہے جو میرا ہے، جس نے علیؑ کو چاہا اُس نے مجھے چاہا جس نے مجھے چاہا اس سے اللہ راضی ہوا اور جس سے اللہ راضی ہوا اس کو جنّت عطا فرمائے گا۔ آ گاہ ہو کہ جس نے علیؑ کو چاہا اس کے لئے ملائکہ استغفار کرتے ہیں اور اس کے لئے جنّت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں کہ جس دروازے سے چاہے جنّت میں جائے، جو علیؑ سے محبت کرتا ہے اس کا نامۂ اعمال خداوند عالم اس کے داہنے ہاتھ میں عنایت فرماتا ہے اور اس سے انبیاء کا حساب کرتا ہے، آ گاہ ہو جو علیؑ کو دوست رکھتا ہے وہ دنیا سے نہ اُٹھے گا جب تک کوثر کا پانی نہ پی لے اور طوبیٰ کے میوے نہ کھالے اور جنّت میں اپنی جگہ نہ دیکھ لے، جو علیؑ سے محبت کرتا ہے اس پر خداوند عالم سکراتِ موت کو آسان کر دیتا ہے اور اس کی قبر کو جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ کر دیتا ہے...... یہ حدیث شریف بہت وسیع الذیل ہے فی الحال اس کے ایک حصہ پر اکتفا کی جاتی ہے۔

۱۲۱۔امام حسین علیہ السلام پر گریہ

اب تک محبتِ اہل بیت اور محبانِ اہل بیتؑ کے فضائل کا تذکرہ کیا جا رہا تھا یہاں پہنچ کر مضمون کے طولانی ہو جانے کی وجہ سے ہم اس سلسلہ کو ختم کرتے ہیں۔ اب آیئے فضیلتِ گریہ کے متعلق چند احادیث کو پڑھ کر داخلِ ثواب ہو جایئے۔ اصل موضوع کی مناسبت بہرحال ملحوظ ہے کیونکہ گریہ بھی محبت ہی کا ایک شعبہ ہے۔

(۵۳) ابو ہراون مکفوف کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام ایک وسیع الذیل حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں۔ جس کے سامنے امام حسینؑ کا ذکر ہو اور اُس کی آنکھ سے مکھی کے پر کے برابر آنسو نکل آئے تو اس کا ثواب خداوند عزیز و جلیل پر لازم ہوگا اور اس کے لئے جنّت سے کم پر راضی نہ ہوگا۔

(۵۴) عبداللہ بن بکر ایک حدیث کے ذیل میں صادق آلِ محمدؑ سے راوی ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا امام حسین علیہ السلام یمین عرش سے متعلق ہیں اور پروردگار سے عرض کرتے ہیں کہ خدایا تو نے جو وعدہ فرمایا ہو اُسے پورا کر، وہ اپنے زائرین کو بھی دیکھتے ہیں وہ اپنے زائروں کو بھی ان کے اور اُن کے آباؤ اجداد کے ناموں کو اور جو کچھ ان کے ہمراہ ہے سب کو اتنا پہچانتے ہیں جتنا کوئی اپنے بیٹے کو بھی نہ پہچانتا ہوگا۔ وہ اپنے رونے والوں کو دیکھتے ہیں اور خود بھی اس کے لئے طلب مغفرت کرتے ہیں اور اپنے والد ماجد سے بھی اس کے استغفار کی درخواست کرتے ہیں اور فرماتے ہیں اے رونے والے اگر تجھے معلوم ہوتا کہ خدا نے تیرے لئے کیا کچھ مہیا کر رکھا ہے تو تو اُس سے زیادہ خوش ہوتا جتنا تجھے رنج و غم ہے اور حضرت اس کے لئے ہر گناہ اور خطا کے لئے استغفار کرتے ہیں۔

۵۵۔فضیل راوی ہیں کہ صادق آل محمدؑ کا ارشاد ہے کہ جس کے سامنے ہمارا

ذکر کیا جائے اور اُس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں چاہے مکھی کے پر کے برابر (قلیل) ہوتو خداوند عالم اس کے گناہ بخش دیتا ہے، چاہے وہ گناہ سمندر کے پھین کے اتنے (کثیر) ہوں۔

(۵۶) امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا خدا نے زمین پر ایک نظر فرمائی اور اس میں سے ہم کو اور ہمارے لئے ہمارے شیعوں کو چُن لیا جو ہماری مدد کرتے ہیں ہماری خوشی میں خوش ہوتے ہیں، ہمارے غم میں غم کرتے ہیں اور اپنے مال اور اپنی جانیں ہمارے بارے میں صرف کرتے ہیں یہ لوگ ہم میں سے ہیں اور ان کی بازگشت ہماری ہی طرف ہے۔

(۵۷) ابن طاؤس آل رسولؐ سے روایت کرتے ہیں کہ اُن کا ارشاد ہے جو روئے اور رُلائے ہماری مصیبت میں سو کو اس کے لئے جنّت ہے۔ جو روئے اور رُلائے ہمارے بارے میں پچاس کو اس کے لئے جنّت ہے۔ جو روئے اور رُلائے ہمارے بارے میں تیس کو اُس کے لئے بھی جنّت ہے، جو روئے اور رُلائے ہمارے بارے میں بیس کو اُس کے لئے بھی جنّت ہے، یا جو روئے اور رُلائے ہمارے بارے میں دس کو اُس کے لئے بھی جنّت ہے اور جو روئے اور رُلائے ہم میں سے ایک کو اور جو رونے والے کی صورت بنائے اس کے لئے بھی جنّت ہے۔

(۵۸) ریّان ابن شبیب پہلی محرم کو امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت نے ایک طویل الذیل حدیث شریف میں ارشاد فرمایا......اے پسر شبیب اگر تم حسینؑ پر اتنا روئے کہ تمہارے آنسو تمہارے رخساروں پر آجائیں تو پروردگار تمہارے وہ تمام گناہ بخش دے گا جن کا تم نے ارتکاب کیا ہو، چاہے چھوٹے گناہ ہوں یا بڑے، کم ہوں یا زیادہ۔

(۵۹) امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں جس نے ہماری مصیبت کو یاد کیا اور رو دیا اور رُلایا ان مظالم پر جو ہم پر توڑے گئے ہیں تو وہ شخص قیامت میں ہمارے ساتھ ہمارے درجہ میں ہوگا اور جس نے مصیبت کا تذکرہ کیا اور رویا اور رُلایا تو اُس کی آنکھ اس دن نہ روئے گی جس دن تمام آنکھیں روتی ہوں گی۔

(۶۰) ابان ابن تغلب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں، ہم پر جو مظالم ہوئے اُن کے غم میں مبتلا کی ہر سانس تسبیح اور رہماری مصیبت پر رنج و غم عبادت ہے اور ہمارے راز کو چھپائے رہنا جہاد فی سبیل اللہ ہے اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ اس حدیث کو سونے کے حرفوں سے لکھنا لازم ہے۔

(۶۱) احمد بن یحییٰ مخول بن ابراہیم سے، وہ ربیع ابن منذر سے، وہ اپنے باپ سے، وہ اِمام حسین علیہ السلام سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا جس کی آنکھ سے ہماری مصیبت میں ایک قطرہ اشک گرے اس کے بدل میں اللہ اُسے ہمیشہ جنّت میں رکھے گا۔ احمد بن یحییٰ کہتے ہیں میں نے حضرت کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا مجھ سے مخول نے حضور کی یہ حدیث نقل کی ہے (الفاظ حدیث دہرائے) حضرت نے فرمایاہاں احمد یحییٰ نے عرض کی تو اب اس کی سند یوں ہوگی کہ میں براہ راست حضور سے اس کی روایت کروں گا۔

(۶۲) امام جعفر صادق علیہ السلام سے فضیل بن یسار ناقل ہیں کہ حضرت نے فرمایا کہ تم لوگ بیٹھتے ہو اور ذکر کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں میں آپ پر فدا ہوں! حضرت نے ارشاد کیا ان مجالس کو ہم دوست رکھتے ہیں۔ اے فضیل ہمارے امر کا احیاء کرو خدا اس پر رحم کرے جو ہمارے امر کو زندہ کرے۔ اے فضیل جس نے ہمارا تذکرہ کیا یا جس کے سامنے ہمارا تذکرہ کیا جائے اور اس کی آنکھ سے مکھی

کے پر کے برابر بھی آنسو نکلے تو خدا اس کے تمام گناہ بخش دے گا چاہے وہ سمندر کے پھین سے بھی زیادہ ہوں۔

(۶۳) امام رضا علیہ السلام ایک حدیث شریف کے ذیل میں ابراہیم بن ابی محمود سے فرماتے ہیں امام حسینؑ کے ایسے مظلوم پر چاہئے کہ رونے والے روئیں کیونکہ اُن پر رونا بڑے بڑے عظیم گناہوں کو دُور کر دیتا ہے۔

(۶۴) امام رضا علیہ السلام ایک حدیث کے ذیل میں ابن شبیب سے فرماتے ہیں اگر تم کو یہ بات اچھی معلوم ہوتی ہے کہ جنّت کے اعلیٰ درجات میں ہمارے ساتھ ہو تو ہمارے غم میں غم کرو اور ہماری خوشی میں خوشی کرو اور تم کو چاہیئے کہ ہماری ولایت اختیار کرو، کیونکہ اگر کوئی شخص کسی پتھر سے بھی محبت کرے گا تو خدا اس شخص کو قیامت کے دن اسی پتھر کے ساتھ محشور کرے گا۔

(۶۵) امام رضا علیہ السّلام فرماتے ہیں جس نے ہماری مصیبت کا تذکرہ کیا اور رویا ان مظالم کی وجہ سے جو ہم پر توڑے گئے ہیں تو وہ ہمارے ساتھ قیامت کے دن ہمارے درجہ میں ہوگا اور جس نے ہماری مصیبت کا ذکر کیا اور رویا اور رُلایا تو اُس کی آنکھ اُس دن نہ روئے گی جس دن تمام آنکھیں روتی ہوں گی اور جو شخص ایسی مجلس میں بیٹھا ہے جس میں ہمارے امر کا احیاء کیا جاتا ہے تو اس کا دل اُس دن نہ مرے گا جس دن سب دل مر جائیں گے۔

(۶۶) امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں جس مومن کی آنکھ سے شہادت حسین کی مصیبت میں ایک آنسو بہے اور اس کے رخسار پر جاری ہو جائے تو اس کے صلہ میں خداوند عالم اسے غرفات جنّت میں جگہ دے گا۔ جہاں وہ مدتوں رہے گا......جس مومن کو ہماری مصیبتوں سے تکلیف ہوئی اور اس کی آنکھ سے آنسو

جاری ہو کر رخسار پر بہے خداوند عالم اُس کے چہرے سے اذیت عذاب کو دور رکھے گا اور قیامت کے دن اپنی ناراضگی سے اُسے بے خوف رکھے گا۔

(٦٧) صادق آل محمدؑ فرماتے ہیں خدا ہمارے شیعوں پر رحم فرمائے بے شک وہ ہماری مصیبتوں میں شریک ہوئے مصیبت امام حسین علیہ السلام پر طولانی حزن و حسرت کے ذریعہ سے۔

(٦٨) جب رسولِ خدا نے اپنی صاحبزادی فاطمہ زہراؑ کو ان کے فرزند حسینؑ کی شہادت کی خبر دی اور اُن پر جو مصیبتیں گزرنے والی تھیں اُن کا ذکر کیا تو جنابِ فاطمہؑ بہت روئیں اور عرض کیا بابا یہ سب کب ہوگا؟ تو حضرت نے فرمایا بیٹا یہ ایسے زمانے میں ہوگا جب نہ میں ہوں گا نہ تم ہوگی نہ علیؑ ہوں گے یہ سن کر اُن کا رونا اور زیادہ ہو گیا اور کہنے لگیں بابا پھر حسینؑ پر روئے گا کون؟ اور کون اس کا غم منائے گا؟ تو حضرت نے فرمایا کہ میری اُمت کی عورتیں میرے اہلِ بیتؑ کی عورتوں پر روئیں گی اور اُن کے مرد میرے اہلِ بیتؑ کے مردوں پر روئیں گے اور ہر سال، سال بہ سال عزا کی تجدید کرتے رہیں گے۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو تم عورتوں کی شفاعت کرنا میں مردوں کی شفاعت کروں گا اور اُن میں سے جو کوئی حسینؑ کی مصیبت پر رویا ہوگا ہم اس کا ہاتھ پکڑ کر اُسے جنّت میں داخل کر دیں گے۔ اے فاطمہؑ قیامت کے دن ہر آنکھ روتی ہوگی مگر وہ آنکھ جو حسین علیہ السلام کی مصیبت پر روئی وہ ہنس رہی ہوگی اور نعیم جنّت سے مسرور اور شاد ہوگی۔

(٦٩) جناب دعبل خزاعی سے مروی ہے کہ میں ایسے دنوں (محرم کے دنوں میں) اپنے آقا امام رضا کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ آپ غمگین اور رنجیدہ بیٹھے ہیں اور آپ کے احباب آپ کے گرد بیٹھے ہیں اور وہ سب بھی اسی

حال میں ہیں جب حضرت نے مجھے آتے دیکھا تو فرمایا مرحبا اے دعبل مرحبا ہمارے مددگار کے لئے جو اپنے ہاتھ اور اپنی زبان سے ہماری نصرت کرتا ہے پھر حضرت نے مجھے اپنی بزم میں جگہ دی اور مجھے اپنے پہلو میں بٹھایا پھر فرمایا اے دعبل! میں چاہتا ہوں کہ تم کچھ شعر پڑھو کیونکہ یہ دن ہم اہلِ بیتؑ کے غم کے دن ہیں اور ہمارے دشمنوں کی مسرت کے دن ہیں خصوصاً بنی امیہ کے لئے۔ اے دعبل جو رویا اور رُلایا اُس نے ہماری مصیبت پر خواہ ایک ہی شخص کو اس کا اجر اللہ پر لازم ہے اے دعبل جس کی آنکھ سے آنسو جاری ہوا اور رویا ہمارے ان مصائب پر جو ہمارے دشمنوں کے ہاتھ سے ہم پر گزرے ہیں تو خداوند عالم اُس کو ہمارے ہی زمرہ میں محشور فرمائے گا۔ اے دعبل جو میرے جد مظلوم حسین علیہ السلام کی مصیبت پر روئے گا تو خداوند عالم اس کے تمام گناہ ضرور بخش دے گا پھر حضرت اُٹھے اور بیچ میں ایک پردہ ڈال دیا اور اپنے اہل بیت علیہم السلام کو پردہ کے اُس طرف بٹھایا تاکہ وہ اپنے جد مظلوم حسینؑ کی مصیبت پر روئیں پھر حضرت میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے دعبل حسینؑ کا مرثیہ پڑھو تم ہمارے ناصر ہو، ہمارے مدّاح ہو جب تک زندہ رہو ہماری مدح میں اپنی استطاعت بھر کوتاہی نہ کرنا، دعبل کہتے ہیں میں رونے لگا۔ میرے آنسو جاری ہو گئے اور میں نے شعر پڑھنا شروع کر دیئے۔

(۷۰) زید شحام راوی ہیں کہ ہم (اہل کوفہ کی ایک جماعت) حضرت امامِ جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے کہ جعفر بن عفان (شاعر) آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے انہیں قریب اور نزدیک کیا پھر فرمایا اے جعفر انہوں نے عرض کی لبیک خدا مجھے آپ پر فدا کرے۔ حضرت نے فرمایا میں

نے سنا ہے کہ تم حسینؑ مظلوم کے بارے میں شعر کہتے ہو اور اچھے کہتے ہو۔ جعفر نے عرض کی جی ہاں خدا مجھے آپ پر فدا کرے، حضرت نے عرض کی اچھا سناؤ جعفر نے حضرت کو اور تمام حاضرین کو شعر سنائے۔ یہاں تک کہ حضورؑ کے رخساروں اور ریش مبارک پر آنسو جاری ہو گئے۔ پھر حضرت نے فرمایا خدا کی قسم اے جعفر یہاں ملائکہ مقربین حاضر تھے اور حسینؑ کے بارے میں تمہارے شعر سن رہے تھے اور وہ بھی اِسی طرح روئے جس طرح ہم روئے یا اِس سے زیادہ ہی روئے اے جعفر خدا نے اسی گھڑی جنّت تمہارے لئے واجب کر دی اور تمہیں بخش دیا۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا کیوں جعفر؟ کچھ اور زیادہ بتاؤں جعفر نے کہا جی ہاں اے میرے آقا! حضرت نے فرمایا نہیں ہے کوئی ایسا شخص جو حسینؑ (مظلوم) کے بارے میں ایک شعر نظم کرے اور روئے اور اس کے ذریعہ رولائے مگر یہ کہ خدا اس کے لئے جنّت واجب کر دیتا ہے اور اُسے بخش دیتا ہے۔

(۷۱) امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے جب محرم کی دس تاریخ ہوتی ہے تو آسمان سے کچھ فرشتے اُترتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے پاس بلّور سفید کی شیشیاں ہوتی ہیں اور وہ ہر گھر اور ہر مجلس میں گشت کرتے ہیں جہاں حسینؑ پر لوگ روتے ہیں اور ان کے آنسو ان شیشیوں میں جمع کرتے ہیں جب قیامت کا دن ہوگا اور آتش جہنم کے شعلے بھڑک رہے ہوں گے تو فرشتے وہی آنسو آگ پر چھڑکیں گے جس کی وجہ سے حسینؑ پر رونے والے سے آتش جہنم ساٹھ فرسخ دُور ہو جائے گی۔

(۷۲) امام جعفر صادق علیہ السلام ایک حدیث شریف کے ذیل میں مسمع سے ارشاد فرماتے ہیں جو کچھ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ سلوک کیا گیا کیا تم اپنے

یہاں اس کا تذکرہ کرتے ہو مسمع کہتے ہیں میں نے عرض کی جی ہاں! پھر حضرت نے فرمایا کیا روتے ہو؟ میں نے عرض کی جی ہاں خدا کی قسم اور میرے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ میرے گھر والے اس کا میرے اوپر نمایاں اثر دیکھتے ہیں اور میں کھانا بھی چھوڑ دیتا ہوں یہاں تک کہ مجھ پر اس کا اثر نمایاں ہوتا ہے۔ حضرت نے فرمایا خدا تمہارے آنسوؤں پر رحم فرمائے بے شک تم اُن لوگوں میں ہو جن کا شمار ہمارے "اہل جزع" (ہمارے عزاداروں میں سے ہو) میں ہے اور اُن لوگوں میں ہو جو ہماری خوشی میں خوشی اور ہمارے غم میں غمگین ہوتے ہیں ہمارے خوف میں خائف اور ہمارے امن میں مامون ہوتے ہیں۔ بے شک تم مرتے وقت دیکھو گے میرے آباؤ اجداد کی اپنے پاس تشریف آوری اور یہ کہ وہ ملک الموت سے تمہارے متعلق کس طرح وصیت کرتے ہیں ملک الموت مہربان ماں سے زیادہ تمہارے ساتھ مہربانی اور مرحمت والے ہوں گے۔ پھر حضرت نے گریہ فرمایا اور میں بھی آپ کے ساتھ رونے لگا۔ پھر آپ نے فرمایا اس خدا کی حمد جس نے ہمیں اپنی مخلوقات پر رحمت کے ذریعہ سے فضیلت دی اور ہم اہل بیتؑ کو رحمت کے ساتھ مخصوص کیا اے مسمع آسمان اور زمین ہمارے لئے کڑھ کر اس وقت سے رو رہی ہے جب سے امیر المومنین قتل کئے گئے اور ملائکہ میں سے رونے والے اور زیادہ ہیں جب سے ہم قتل کئے گئے ملائکہ کے آنسو نہیں تھمے ہیں، ہم پر اور ہمارے مصائب پر متاثر ہو کر کوئی نہیں روتا مگر یہ کہ اس کی آنکھ سے آنسو نکلنے ہی کے پہلے خدا اُس پر رحم فرماتا ہے اور جب آنسو اس کے رخسار پر جاری ہو جاتے ہیں تو اگر اُن آنسوؤں کا ایک قطرہ جہنم میں پڑ جائے تو ضرور اُس کی حرارت کو بجھا دے یہاں تک کہ اُس کی گرمی باقی نہ رہے۔

اور جس کا دل ہمارے لئے کڑھتا ہے وہ ضرور خوش ہوگا جب وہ موت کے وقت ہم کو دیکھے گا اور یہ خوشی اس کے دل میں باقی رہے گی یہاں تک کہ وہ حوض کوثر پر ہمارے پاس وارد ہوگا اور جب ہمارا دوست کوثر پر وارد ہوگا تو کوثر بھی اس سے خوش ہوگا یہاں تک وہ اسے ایسی ایسی لذتیں چکھائے گا کہ مومن کا دل اُسے چھوڑنے کو نہ چاہے گا۔

(۷۳) صادق آلِ محمدؑ سے مروی ہے جس کے سامنے ہمارا تذکرہ ہو اور اُس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں تو خداوند عالم اس کے چہرے کو آتش جہنم پر حرام قرار دے گا۔

(۷۴) امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ نہیں ہے کوئی ایسا بندہ جس کے سامنے اہل بیتؑ تک تذکرہ ہو اور وہ ہمارے ذکر پر کڑھے اور رنجیدہ ہو مگر یہ کہ فرشتے اس کی پشت پر ہاتھ پھیرتے ہیں اور اُس کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ مگر یہ کہ وہ ایسا گناہ کرے جو اسے ایمان سے خارج کر دے۔

(۷۵) صادق آل محمد علیہ السلام ایک وسیع الذیل حدیث شریف میں اپنے جد مظلوم امام حسینؑ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں وہ حضرت اُس شخص کو دیکھتے ہیں۔ جو آپ پر روتا ہے اور اس کے لئے استغفار کرتے ہیں اور اپنے جد امجد پدر بزرگوار، مادر گرامی اور برادر عالی قدر سے سوال کرتے ہیں کہ وہ حضرات بھی آپ پر رونے والوں اور آپکی عزا قائم کرنے والوں کے لئے استغفار کرتے ہیں اور اپنے جد امجد پدر بزرگوار، مادر گرامی اور برادر عالی قدر سے سوال کرتے ہیں کہ وہ حضرات بھی آپ پر رونے والوں اور آپ کی عزا قائم کرنے والوں کے لئے استغفار کریں اور فرماتے ہیں کہ اگر میرے زائر اور مجھ پر رونے والے کو معلوم ہو جائے کہ عند اللہ

اُس کے لئے کتنا اَجر ہے تو ضرور اس کی خوشی اس کے رنج سے زیادہ ہوگی۔ بے شک میرا زائر اور مجھ پر رونے والا اپنے اہل کے پاس مسرور ہو کر پلٹے گا وہ اپنی مجلس سے نہیں اُٹھے گا مگر یہ کہ اس پر کوئی گناہ باقی نہ ہوگا اور وہ اس طرح گناہوں سے صاف اور ستھرا ہو جائے گا جیسا کہ اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اُسے جنا تھا۔

(۷۶) ایک روایت میں صادق آلِ محمدؑ علیہ السلام سے مروی ہے کہ ہر شئے کے ثواب کا احصاء اور شمار ہے مگر ہمارے بارے میں آنسو کے ثواب کا احصاء نہیں کیا جا سکتا۔

محبت اہل بیتؑ اور گریہ کے متعلق اخبار و احادیث جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں تواتر کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں۔ ان کے عمومات میں اتنی تخصیص بہر حال کرنا ہوگی جتنی مذہباً بالاتفاق ثابت ہے۔ اسی لئے ہم نے یہ شرط پہلے ذکر کر دی ہے کہ عقیدۃً یا عملاً ایسا سقم نہ ہو جو ایمان سے خارج کر دیتا ہے تو انشاء اللہ محبت کا فائدہ ضرور حاصل ہوگا یہی تخصیص اس حدیث شریف میں بھی وارد ہوئی ہے جو ہم نے امام محمد باقر علیہ السلام سے نمبر ۴۷ پر نقل کی ہے۔

جہاں تک ایسے عقائد کا سوال ہے جو کسی کو ایمان سے خارج کر دیتے ہیں۔ اس میں کچھ پیچیدگی نہیں منافی ایمان عقائد سے کم و بیش ہر مومن واقف ہے البتہ ایسے اعمال جن کا ارتکاب خروج عن الایمان کا سبب ہوتا ہے، ان کو منقطع کرنے کی ضرورت ہے کیا میں امید کروں کہ جن حضرات کو اس مسئلہ سے دلچسپی ہے وہ زحمت گوارہ فرما کر ادلۂ شرعیہ کی روشنی میں اس مسئلہ کو صاف فرما دیں گے اور ایک ایسی مکمل فہرست استدلال کے ساتھ شائع کریں گے جس میں ایسے اعمال کی حد بندی

کردی گئی ہو جن کی وجہ سے مومن ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔

ہم نے گزشتہ مضمون میں عرض کیا تھا کہ ایمان اور محبت کے درجات میں ایسا نہیں ہو سکتا کہ گنہگار مومنین کو محب نہ کہا جا سکے۔ البتہ محبت کا کمال اور رسوخ قطعاً عمل صالح کے اعلیٰ مدارج کے ساتھ ارتباط رکھتا ہے آیئے آج آپ کو ایک جلیل القدر عالم دین کے افادات عالیہ کی سیر کرائیں۔

صاحب شفاء الصدر جناب الحاج مرزا ابوالفضل طہرانی خود بلند علمی منزلت پر فائز تھے، مگر ان کی کتاب کی ذمہ دارانہ حیثیت میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ جب اس تقریظ پر نظر پڑتی ہے جو اس کتاب کے سرمایہ کی زینت ہے جسے آیۃ اللہ سرکار مرزا شیرازی اعلیٰ اللہ مقامہٗ نے تحریر فرمایا ہے۔ ممدوح اپنی کتاب میں مراتب ایمان کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔ ''محقق نراقی نے معراج السعادت میں ایمان کی چار قسمیں قرار دی ہیں اور اُن کے لئے چار اصطلاحیں وضع فرمائی ہیں۔ قشر، قشرِ قشر، لُب، لُب لُب (چھلکا، چھلکے کا چھلکا، گودا، گودے کا گودا) پھر فرماتے ہیں کہ موارد اطلاقات کتاب اور سنت کے تتبع تام کا مقتضا یہ ہے کہ قشر اور لُب پر ایک ایک مرتبہ اور بڑھا کر اسلام کی چھ قسمیں قرار دی جائیں۔

قسم اوّل: صرف وجود لفظی یعنی زبانی اقرار جس کی رسائی دل تک نہ ہو اور باطن میں کفر کے سوا کچھ نہ ہو۔ اس کا فائدہ صرف یہ ہے کہ ایسے شخص کا مال اور اس کی جان محفوظ ہے اور ظاہری طہارت کے احکام بھی اس پر جاری ہوں گے اور اس مرتبہ کا نام نفاق ہے اور اصطلاح مذکور کے لحاظ سے اس کو قشر کہنا چاہیے۔ قسم دوم زبانی اقرار کے ساتھ فی الجملہ توحید و نبوت کا قلبی اعتقاد لیکن شروط کا انکار ہو یعنی مقامِ ولایت میں قصور ہو، فائدہ اور بے فائدگی میں اس قسم کی حالت بھی قسم اوّل

کی سی ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے ان کے فی الجملہ اعتقاد توحید و نبوت کا اگر کچھ ثواب ہوگا تو ہمارے اخبار و احادیث کی رو سے اس کی بازگشت اُن لوگوں کی جانب ہوگی جو ولایت کے قائل ہیں اور خود ان کو کچھ نہ ملے گا۔ اِس مرتبہ کا نام ''قِشرِ قشر'' ہے۔ قسم سوم مذہب امامیہ کے مطابق اصول خمسہ کا اعتقاد اگر چہ اس کے ساتھ عمل صالح نہ ہو جیسے عام طور پر فساق العمل شیعہ ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے موت و حیات اور دنیا و آخرت میں مختلف حالات و مراتب ثابت ہیں۔ مثلاً بہ مقتضائے سوئدالمومن شفاء ان کا جھوٹا شفا ہے ایسے شخص کی حاجت روائی تمام مستحبات سے افضل ہے اِس کی ملاقات، عیادت، اعانت، مستحب ہے۔ اس کی غیبت حرام ہے۔ اس کی جان کی حفاظت واجب ہے۔ اس کی میت کا اکرام، نماز کفن، دفن سے بالضرورت واجب ہے اور مرنے کے بعد اس کے لئے دعائے مغفرت کرنا سُنّت اور مستحسن ہے۔ اسی طرح کے بہت سے احکام واجبات و مستحبات و مکروہات اس کے متعلق ہیں۔ ایسے شخص کی نجات، عقل، نقل، کتاب سنت اور اجماع کے ذریعے سے ثابت ہے۔ ایسے شخص پر اگر معاصی کی وجہ سے عتاب بھی ہوگا تو وہ ہمیشگی کا موجب نہ ہوگا (بلکہ وقتی ہوگا)۔ اگر کتاب و سنت میں بعض معاصی پر جہنم میں خلود اور ہمیشگی کی وعید ہے تو ایسے شخص کے حق میں اس کی تاویل، طولِ بقاء اور عرصۂ دراز سے کی جائے گی۔ دوام و تابید مراد نہ ہوگی۔ اس درجہ کا نام ''قِشر'' ہے قسم چہارم اصل خمسہ کے اعتقاد کے ساتھ عمل صالح بھی ہو یعنی معاصی سے پرہیز اور واجبات کی مواظبت، جیسے عالم مومنین کے صلحا و اخیار ان کا مرتبہ قسم سوم سے بالاتر ہے۔ ان پر کسی قسم کا عذاب نہ ہوگا ان کے احترامات بھی زیادہ ہیں۔ سلامتی اعتقاد اور صلاحِ عمل کی وجہ سے اُن کے دلوں میں ایک نور پیدا

ہو جاتا ہے۔ جو فی الجملہ بصیرت کا سبب ہوتا ہے ان کا برزخ بھی روشن تر ہوتا ہے اور ان کو مقامات عالیہ کا احاطہ بھی زیادہ ہوتا ہے اس مرتبہ کا نام "لُبّ" ہے۔ قسم پنجم اسی مرتبہ پر اتنا اور اضافہ ہو کر علمی مرتبہ بھی ایسا ہو جو انشراحِ صدر اور نورانیت ضمیر کا سبب ہو اس مرتبہ کے لوگوں کی فضیلت دوسروں کی دلیل وہی ہے جیسے چاند کو تاروں پر فضیلت حاصل ہے۔ اس مرتبہ کا نام "لُبّ لُبّ" ہے۔ قسم ششم مرتبہ سابق پر یقین کا اضافہ اور ہو جائے۔ "قلم اینجا رسید و سر بشکست" یہ مقام اولیاء اور صدیقین کا ہے اس کا نتیجہ کمالاتِ نفسانیہ کا رسُوخ ہے۔ رضا، توکل، طاعت، علائقِ دنیاوی سے بے تعلقی اور جنابِ باری عزّ اسمہٗ کی جانب بالکلیۃ توجہ اور یہ مرتبہ بجائے خود مراتب کثیرہ رکھتا ہے۔ شدّت استغراق اور للّٰہیت اور اخلاص کے مراتب کے لحاظ سے۔

اصطلاح میں اس مرتبہ کا نام "لُبّ لُبّ لُبّ" ہے چنانچہ کافی میں مروی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ "یقین سے زیادہ نایاب و عزیز تر کوئی چیز نہیں" امام رضا علیہ السلام نے علی بن حسن الوشا سے فرمایا کہ "لوگوں میں یقین کی اتنی کم کوئی چیز نہیں، تقسیم کی گئی ہے" یونس بن عبدالرحمٰن آپ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا یقین کیا ہے؟ توکل علی اللہ تسلیم لِلّٰہ اور رضا بقضاء اللہ اور تفویض الی اللہ ہے۔

جہاں تک گناہگار مومنین کا سوال ہے ان کے انجام کے متعلق ہم بہت کچھ لکھ چکے، لیکن اِس کا مقصد ہرگز ہرگز یہ نہیں ہے کہ نڈر ہو کر معاصی کا ارتکاب کیا کریں۔ ہم پہلے بتلا چکے ہیں کہ اگر احکام الٰہی کو سُبک یا غیر ضروری خیال کیا جائے گا تو ایمان ہی رخصت ہو جائے گا۔ ہمارا مقصد محبتِ اہلِ بیتؑ کی عظمت دکھانا ہے

اور یہ کہ عنداللہ اس کی کیا منزلت ہے۔ تاکہ مومنین اس دولت کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ عملی حالت تو بد سے بدتر ہو چکی ہے خدانخواستہ ایسا نہ ہو کہ دامن اہل بیت علیہم السلام بھی ہاتھوں سے چھوٹ جائے کہ پھر کہیں ٹھکانا ہی نہ رہے۔

ہم نے گزشتہ مضمون میں وعدہ کیا تھا کہ پھر ہم یہ بھی بتلائیں گے کہ محبت میں رسوخ رکھنے والوں کی کیا شان ہونا چاہیئے اُن کو تقویٰ اور تعبد کے کن مراتب پر فائز ہونا چاہیئے آیئے اب اس سلسلہ میں بھی چند حدیثیں دیکھ لیجئے اور کوشش کیجئے کہ اُن کا مصداق بن جائیں۔ ذیل کی بعض احادیث سے ایک انکشاف یہ بھی ہوا ہوگا کہ ''شیعہ'' ہونے کے بجائے محبّ اور موالی ہونا آسان ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں ہمارے شیعوں کو نماز کے اوقات میں جانچو کہ اُس کی پابندی اُن میں کیسی ہے؟...... اور اُن کے اموال کو دیکھو کہ اُن کے ذریعہ سے اپنے بھائیوں کے ساتھ کتنا سلوک کرتے ہیں۔

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں علیؑ کے شیعہ وہ ہیں جن کے چہروں کا رنگ متغیر ہو گیا ہو (خوف خدا سے) گھل گئے ہوں، کملائے ہوئے ہوں (روزے رکھنے سے) ہونٹ خشک ہوں، پیٹ دھنسے ہوں۔ رنگ متغیر ہوں۔ چہرے زرد ہوں، جب رات کی تاریکی چھائے تو زمین ہی کو اپنا فرش بنائیں اور اپنی پیشانیوں سے زمین کا سامنا کریں۔ (سجدے کریں) اُن کا غم بہت ہو، اُن کے آنسو زیادہ ہوں، اُن کی دعائیں بہت ہوں، وہ بہت روتے ہوں، لوگ خوش رہیں مگر وہ محزون رہیں۔

مروی ہے کہ ایک شب کو امیرالمومنین علیہ السلام مسجد سے برآمد ہوئے، چاندنی رات تھی آپ نے مقبرہ کی طرف رُخ کیا۔ کچھ لوگوں کو دیکھا کہ پیچھے پیچھے چلے

آ رہے ہیں۔ حضرت ٹھہر گئے اور اُن سے دریافت فرمایا تم لوگ کون ہو؟ ان لوگوں نے کہا اے امیر المومنین ہم آپ کے شیعہ ہیں۔ حضرت نے بہ غور ان کی صورتوں کو ملاحظہ کر کے فرمایا، یہ کیا بات ہے کہ میں تم میں شیعوں کی علامتیں نہیں دیکھ رہا ہوں؟ انہوں نے عرض کیا یا امیر المومنین شیعوں کی علامتیں کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا شب بیداری سے چہرے زرد ہوں، روتے روتے آنکھیں متغیر ہوں، شب کی نمازوں میں قیام کی وجہ سے کمر خمیدہ ہوگئی ہو، روزے رکھتے رکھتے شکم میں گڑھے پڑے ہوں، کثرت دعا سے ہونٹ خشک ہوں، ان پر خاشعین کے آثار ہوں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں ایک جماعت شیعوں کی حاضر تھی اور آپ فرما رہے تھے اے گروہ شیعہ! ہمارے لئے (باعث) زینت بنو، ہمارے واسطے (سبب) ننگ و عار نہ بنو، لوگوں سے اچھی باتیں کرو۔ اپنی زبانوں کی حفاظت کرو اور انہیں فضول اور بُری باتوں سے بچاؤ۔

کسی نے امام حَسن علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں آپ کے شیعوں میں سے ہوں! حضرت نے فرمایا اے بندۂ خدا اگر تو ہمارے اوامر اور نواہی میں ہمارا مطیع ہے تو تو نے سچ کہا (کہ ہمارا شیعہ ہے) اور اگر ایسا نہیں ہے تو ایک ایسے شریف مرتبہ کا ادعا کر کے جس کا تو اہل نہیں ہے اپنے گناہوں کو نہ بڑھا۔ ہم سے یہ نہ کہہ کہ میں آپ کے شیعوں میں سے ہوں۔ ہاں یہ کہہ کہ میں آپ کے موالین اور محبّین میں سے ہوں آپ کے دشمنوں سے دشمنی رکھنے والوں میں ہوں (اس حالت میں بھی) تو خیر میں ہے اور خیر کی طرف پلٹے گا۔

ایک شخص نے امام حسین علیہ السلام سے عرض کیا اے فرزند رسولؐ میں آپ کے شیعوں میں سے ہوں۔ حضرت نے فرمایا خدا سے ڈر اور ایسی بات کا اِدعا نہ کر کہ

خدا تجھ سے کہے کہ تو نے جھوٹ کہا اور اپنے دعوے پر غلط بیانی کی۔ ہمارے شیعہ وہ ہیں جن کے دل ہر غِش و غِل دَغَل سے سالم ہوں۔ ہاں تو یہ کہہ سکتا ہے کہ میں آپ کے موالین ومحبین میں سے ہوں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں ہمارے شیعہ وہ ہیں جو اہل ورع اہل سعی وکوشش اہل وفا و امانت ہوں اہل زہد وعبادت ہوں، شبانہ روز میں اکاون رکعت نماز پڑھیں راتوں کو قیام کریں دن کو روزے رکھیں اپنے مال سے زکوٰۃ ادا کریں۔ خانہ خدا کا حج کریں اور تمام محرمات سے پرہیز کریں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اُس نے حضرت کو سلام کیا۔ حضرت نے دریافت فرمایا اپنے جن بھائیوں کو تم چھوڑ کر آئے ہو اُن کا کیا حال ہے؟ اِس شخص نے اُن سب کی بہت تعریف وتوصیف کی۔ یہ سن کر حضرت نے سوال فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ اُن کے روساء کا کیا حال ہے فقراء کی عیادت کے سلسلہ میں، اس نے عرض کیا یہ بات تو کم ہے پھر حضرت نے فرمایا اچھا بتاؤ روساء اپنے اموال سے فقراء کے ساتھ کیا سلوک کیا کرتے ہیں؟ یہ سن کر اس شخص نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت تو ایسے اخلاق کا تذکرہ فرما رہے ہیں جو ہمارے یہاں کے لوگوں میں نہیں ہیں۔ یہ سن کر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ پھر اُن لوگوں کو یہ کیسے خیال ہے کہ وہ ہمارے شیعہ ہیں؟

امام زین العابدین علیہ السلام بیت الشرف میں تشریف فرما تھے کہ کچھ لوگوں نے دروازہ کھٹکھٹایا حضرت نے لونڈی سے فرمایا جا کر دیکھ دروازے پر کون ہے؟ اُن لوگوں نے کہا آپ کے شیعوں میں سے ایک جماعت (حاضر ہے) حضرت یہ سنتے کے ساتھ ہی اتنی جلدی سے اُٹھے کہ نزدیک تھا کہ گر پڑیں مگر جب دروازہ کھولا اور

لوگوں پر نظر کی تو پلٹ آئے اور فرمانے لگے کہ خدا کی قسم یہ لوگ جھوٹ بولے (ہمارے شیعہ ہیں) چہروں پر نشانیاں کہاں ہیں؟ عبادت کا اثر کہاں ہے؟ سجدوں کے نشانات کہاں ہیں؟ ہمارے شیعہ اپنی عبادتوں اور اپنے اپنے خوف (الٰہی) کے ذریعہ سے پہچانے جائیں گے۔ ان کی ناک، پیشانی، اعضاءِ سجدہ، متاثر ہوں گے۔ ان کے پیٹ چپکے ہوں گے۔ ان کے ہونٹ خشک ہوں گے۔ عبادت نے ان کے چہرے متغیر کر دیئے ہوں گے۔ راتوں کی بیداری نے ان کے چہروں کی تازگی کو کہنہ کر دیا ہوگا۔ جب لوگ چپ رہتے ہوں اس وقت بھی وہ تسبیح کرتے ہوں گے۔ جب لوگ سوتے ہوں اس وقت وہ نمازیں پڑھتے ہوں گے۔ جب عام لوگ خوش ہوں اس وقت وہ رنجیدہ رہتے ہوں گے۔

مفضل بن قیس امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ بتاؤ تو کوفہ میں ہمارے شیعہ کتنے ہیں؟ میں نے عرض کیا پچاس ہزار...... یہ سن کر حضرت نے فرمایا خدا کی قسم مجھے محبوب ہے کہ کوفہ میں صرف پچیس ہی آدمی ایسے ہوں جن کو ہمارے اُس اَمر کی معرفت ہو جس پر ہم ہیں۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے میَسر سے کہا تم کو اپنے شیعوں کے متعلق کچھ خبر دوں میں نے عرض کیا جی ہاں میں آپ پر فدا ہوں، آپ نے فرمایا وہ مضبوط اور محکم قلعے ہیں، اُن کے سینے امانت دار ہیں، اُن کی عقلیں وزنی ہیں، وہ پیٹ کے ہلکے اور چھچھورے نہیں ہیں، نہ جفا کار اور ریا کار ہیں، رات کو راہب (عبادت گزار) ہیں دن کو شیر (شجاع اور باہمت) ہیں۔

باب ۴......

گناہ گار شیعوں کی بخشش

وافی میں ابو اسحاق لیثی سے منقول ہے کہ میں نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ یابن رسولؐ اللہ یہ فرمایئے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام کے شیعوں میں سے کوئی مومن جب اپنے ایمان اور معرفت کے کمال کو پہنچ جائے، آیا زنا کا مرتکب بھی ہوتا ہے؟ فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کی لواطہ کا؟ فرمایا نہیں، میں نے عرض کی چوری کرسکتا ہے؟ فرمایا نہیں؟ میں نے عرض کی کیا شراب پی لے گا؟ فرمایا نہیں میں نے عرض کی کہ کسی گناہ کا بھی ارتکاب اُس سے ممکن ہے؟ فرمایا نہیں۔ راوی کہتا ہے کہ میں ان جوابات سے بہت ہی متحیر ہوا اور میرا تعجب بہت ہی بڑھ گیا۔ میں نے عرض کی یابن رسولؐ اللہ میں تو جناب امیر علیہ السلام کے شیعوں میں اور آپ کے دوستوں میں ایسے لوگ پاتا ہوں کہ کوئی اُن میں سے شراب پیتا ہے، کوئی سود کھاتا ہے، کوئی زنا کرتا ہے، کوئی لواطہ کرتا ہے، کوئی نماز اور زکوۃ اور روزہ اور حج اور جہاد اور ایسے امورِ خیر میں سُستی کرتا ہے یہاں تک کہ اُن میں بعض ایسے بھی موجود ہیں کہ اُن کا مومن بھائی مختصر سی حاجت اُن کے پاس لے کر آتا ہے اور وہ اُسے بھی پوری نہیں کرتے۔ یابن رسولؐ اللہ ضرور عرض کرنا ہے وہ یہ کہ میں ناصبیوں میں بعض بعض ایسے اشخاص کو پاتا ہوں کہ مجھے اُن کے کفر میں تو ذرا بھی شک نہیں ہے۔ مگر وہ ان سب باتوں سے پرہیز کرتے ہیں، یعنی نہ شراب کو حلال جانتے ہیں اور نہ کسی مسلمان کا پیسہ مار لیتے ہیں، نہ نماز کوۃ و حج و روزہ و جہاد میں سُستی کرتے

ہیں۔ بلکہ مومنین و مسلمین کی حاجتیں صرف خدا کی خوشنودی کے لئے پوری کرتے ہیں، اب فرمایئے کہ یہ کیوں ہے؟ اور کیونکر ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ اے ابراہیم اس کے متعلق ایک باطنی امر ہے اور وہ پوشیدہ راز ہے اور وہ خزانۂ الٰہی کا ایسا دروازہ ہے جو اب تک کھولا نہیں گیا وہ تم پر اور بہت سوں پر اور تمہارے یار و دوستوں پر مخفی ہے اور خدائے تعالیٰ نے اِس کی اجازت نہیں دی کہ اُس کا راز اور اُس کا غیب عام طور پر کھولا جائے، ہاں اُن لوگوں پر کھولا جا سکتا ہے جو اُس کے متحمل ہو سکتے ہیں اور اُس کے اہل بھی ہوں۔ میں نے عرض کی یا بن رسولؐ اللہ خدا کی قسم میں تو آپ حضرات کے رازوں کا راز دار ہوں۔ آپ حضرات کا دشمن اور ناصبی نہیں ہوں حضرت نے فرمایا کہ اے ابراہیم بے شک تو ایسا ہی ہے لیکن ہمارا علم ایسا مشکل اور دشوار ہے کہ اُس کا متحمل کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ سوائے اس کے کہ فرشتۂ مقرّب ہو یا نبیؐ مرسل ہو یا ایسا مؤمن ہو جس کے قلب کا امتحان خدائے تعالیٰ ایمان کے بارے میں لے چکا ہو اور یہ بھی سمجھ لے کہ تقیہ ہمارا دین اور ہمارے باپ دادا کا دین ہے اور جو شخص تقیہ نہ کرے وہ بے دین ہے اور اے ابراہیم! اگر میں یہ کہوں کہ تقیہ کا چھوڑنے والا بے نماز کی مانند ہے تو یہ کہنا میرا بالکل حق ہوگا، اے ابراہیم، ہماری حدیثوں میں سے ہمارے اسرار میں سے، ہمارے علمِ باطنی میں سے ایسی باتیں ہیں جن کی برداشت نہ مقرّب فرشتے کر سکتے ہیں نہ مرسل نبی نہ وہ مؤمن جن کا خدائے تعالیٰ امتحان لے چکا ہو۔ میں نے عرض کی کہ اے میرے آقا اور اے میرے مولا پھر اُن کی برداشت کون کر سکتا ہے؟ فرمایا جسے اللہ چاہے اور جسے ہم چاہیں۔ پھر تین دفعہ فرمایا کہ خبردار ہو جا جو شخص ہمارے اسرار کو سوائے اہل کے کسی دوسرے پر ظاہر کر دے گا وہ ہم میں سے نہ ہوگا، آگاہ ہو کہ جو ہمارا راز فاش کر دے گا خدائے تعالیٰ اُس کو لوہے کی حرارت کا عذاب چکھائے گا۔ پھر فرمایا کہ اے ابراہیم جس علمِ باطن کا تو نے سوال کیا تھا اور جو خدائے تعالیٰ کے علم میں اس وقت تک مخزون و محفوظ تھا یا اُس

نے اپنے رسولؐ کو بتلایا تھا یا اُس کے رسولؐ نے اپنے وصی جناب امیر المومنینؑ کو تعلیم فرمایا تھا لے ہم تجھ پر ظاہر کرتے ہیں۔ پھر حضرت رسولؐ نے اپنے وصی جنابِ امیر المومنین علیہ السلام کو تعلیم فرمایا تھا لے ہم تجھ پر ظاہر کرتے ہیں۔ پھر حضرتؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا○ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (الجن:۲۶،۲۷)

''وہ غیب کا جاننے والا ہے۔ پس وہ کسی ایک کو بھی اپنے غیب سے مطلع نہیں کرتا۔ سوائے ایک رسولؐ کے جسے وہ منتخب کرلے۔''

اے ابراہیم تو نے مجھ سے ہمارے مولا امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام کے شیعوں میں سے جو مومن ہیں اُن کا حال دریافت کیا اور ناصبیوں میں سے جو زاہد و عابد ہیں اُن کا اُنہی کے بارے میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقَدِمْنَاۤ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا (الفرقان:۲۳)

''پھر ہم اُن اَعمال کی طرف متوجہ ہوں گے جو انہوں نے کئے اور اُن (اَعمال) کو منتشر ذرّات (گرد و غبار) بنا دیں گے۔''

اور اُنہی کے بارے میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔

عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ○ تَصْلٰی نَارًا حَامِیَةً ○ تُسْقٰی مِنْ عَیْنٍ اٰنِیَةٍ ○

(الغاشیۃ:۳ تا ۵)

''مشقت زدہ و درماندہ، بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے، جہاں اُنہیں کھولتے ہوئے چشمے کا پانی پلایا جائے گا۔''

اِن ناصبیوں کی جبلّت میں یہ بات داخل ہے کہ ہم سے بغض رکھیں ہمارے فضائل کو رَد کرتے رہیں۔ ہمارے جدِ امجد جنابِ امیر المومنین علیہ السلام کی خلافت کو باطل سمجھیں، معاویہ اور بنی اُمیہ کی خلافت کو حق سمجھیں اور یہ گمان کرتے رہیں کہ وہ خدا

کی زمین میں خدا کے خلیفہ تھے اور یہ بھی گمان کرتے رہیں کہ جس نے اُن کے خلاف خروج کیا اُس کا قتل واجب ہے اور اُن کے بارے میں محض جھوٹی روایتیں بیان کرتے رہیں، یہ بھی روایت کرتے رہیں کہ جو شخص غالب آ جائے گا گو وہ خارجی اور ظالم بھی ہو اُس کے پیچھے نماز جائز ہے اور یہ بھی روایت بیان کریں کہ جنابِ امام حسین علیہ السلام (معاذ اللہ) خارجی تھے جنہوں نے یزید ابن معاویہ کے برخلاف خروج کیا اور یہ بھی گمان کرتے رہیں کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اپنا زکوٰۃ کا مال سلطانِ وقت کے حوالے کر دیا کرے گو وہ ظالم ہی ہو۔ اے ابراہیم یہ سب کچھ خدا کے بھی برخلاف ہے اور رسولِ خدا کے بھی، سبحان اللہ ان لوگوں نے اللہ کی بھی مخالفت کی ہے اور اللہ کے رسولؐ اور اُن کے برحق خلفاء کی بھی۔ اے ابراہیم میں تمہارے لئے اِس مضمون کی تشریح کتابِ خدا سے ایسی کروں گا جس سے نہ کسی کو انکار کی مجال ہو سکے گی نہ فرار کا موقع مل سکے اور جس نے خدا کی کتاب کا ایک حرف بھی رد کیا وہ یقیناً خدا اور خدا کے رسولؐ کا منکر ہو گیا۔ میں نے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ جو مضمون میں نے حضورؑ سے دریافت کیا ہے یہ کتابِ خدا میں ہے؟ فرمایا ہاں یہی مضمون جو تم نے مجھ سے جنابِ امیر المومنین علیہ السلام کے شیعوں کے بارے میں اور اُن کے ناصبی دشمنوں کے بارے میں دریافت کیا کتابِ خدائے عزوجل میں موجود ہے۔ میں نے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ یہی بجنسہٖ؟ فرمایا ہاں یہی بجنسہٖ اور اُس کتاب میں جس کی تعریف میں خدا فرماتا ہے۔

وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۝ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ (حٰمٓ السجدۃ: ۴۱، ۴۲)

”حالانکہ بلاشبہ وہ ایک (ایسا) زبردست نوشتہ ہے کہ اُس کے آگے سے یا اُس کے پیچھے سے اُس کے قریب نہیں پھٹک سکتا۔ وہ (الذکر) دانائے کُل لائق حمد کی

طرف سے نازل کردہ ہے۔"

اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ (النجم: ۳۲)

"وہ لوگ جو گناہِ کبیرہ اور بے حیائی سے اجتناب کرتے ہیں۔ سوائے معمولی باتوں کے، بے شک (اُن کے لئے) تیرے پروردگار کی مغفرت وسیع ہے۔ جب اُس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا اُس وقت بھی وہ تمہارے احوال سے خوب واقف تھا۔"

کیا تم سمجھے کہ یہ زمین کون سی ہے؟ میں نے عرض کی نہیں۔ حضرت نے فرمایا سمجھ لو کہ خدائے عزوجل نے ایک زمین طیّب و طاہر پیدا کی اور اُس کے اندر سے ایک ایسا چشمہ جاری کیا جس کا پانی صاف ستھرا، میٹھا، مزیدار اور ایسا جس کا پینا گوارا ہو اور اُس کی زمین پر ہم اہلِ بیتؑ کی ولایت عرض کی گئی تو اُس نے اُسے قبول کر لیا۔ پس خدائے تعالیٰ نے وہی پانی سات دن اُس پر جاری رکھا، پھر ساتویں دن کے بعد اُس پانی کو اُس پر سے غائب کر دیا اور اُس مٹی کے خلاصہ میں سے ایک طینت لے لی جس کو اُس نے ائمہ علیہم السلام کی طینت قرار دیا، پھر خدائے تعالیٰ نے اُس کی معمولی مٹی لی اور اسی طرح ہماری اُس بچی ہوئی طینت سے ہمارے دوستوں اور شیعوں کو پیدا کیا۔ پس اے ابراہیم اگر تمہاری طینت بھی یونہی چھوڑ دی جاتی جیسے کہ ہماری طینت چھوڑ دی گئی تھی تو تم اور ہم برابر ہوتے میں نے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ ہماری طینت کے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا اُس نے تمہاری طینت میں آمیزش کر دی اور ہماری طینت میں کوئی آمیزش نہیں کی۔ میں نے عرض کی۔ یا بن رسولؐ اللہ ہماری طینت میں کس چیز کی آمیزش کی گئی؟ حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک زمین سوڑہ زار خبیث و بدبودار بھی پیدا کی تھی اور اُس میں ایک چشمہ جاری کیا تھا، جس کا پانی کھاری سخت شور اور بدبودار تھا، پھر اُس زمین پر بھی جنابِ امیر المومنین علیہ السلام کی ولایت عرض کی

تھی اُس نے اُس کو قبول نہ کیا اور وہ پانی سات دن تک اُس نے اُس پر جاری رکھا،
اُس کے بعد اُس پانی کو اُس سے غائب کر دیا، پھر اس خبیث اور سڑی ہوئی مٹی سے
جو بدتر سے بدتر تھی کچھ لی اور اُس سے کافروں کے امام سرکشوں کے امام اور بدکاروں
کے امام پیدا کئے گئے، پھر اُس طینت میں سے جو باقی رہا، اُس کی طرف توجہ فرمائی
اور اُس کو ہماری طینت کے ساتھ آمیزش کر دیا، اگر اُن کی طینت اپنے حال پر چھوڑ
دی گئی ہوتی اور تمہاری طینت کے ساتھ اُس کی آمیزش نہ فرماتا تو وہ لوگ کبھی کوئی
نیک کام نہ کرتے نہ وہ کسی کی امانت ادا کرتے نہ اقرارِ شہادتین کرتے نہ روزہ رکھتے،
نہ نماز پڑھتے نہ زکوٰۃ دیتے نہ حج کرتے بلکہ صورت تک میں تم سے مشابہ نہ ہوتے۔
اے ابراہیم مومن پر اس سے زیادہ کوئی بات گراں نہیں گزرتی کہ وہ خدا کے دشمنوں
میں سے کسی کی صورت خوبصورت دیکھے اور اُس بیچارے کو اِس بات کی خبر نہ ہو کہ وہ
خوبصورتی مؤمن کی طینت اور اُس کے مزاج کی وجہ سے ہے۔ اے ابراہیمؒ پھر
خدائے تعالیٰ نے اُن دونوں طینتوں کی پہلے اور وہ دوسرے پانی کے ساتھ آمیزش
فرمائی، پس تم ہمارے شیعوں اور دوستوں میں جو سود خواری۔ زنا کاری، لواطت،
خیانت، شراب خواری اور نماز و روزہ و زکوٰۃ و حج و جہاد کے بارے میں غفلت دیکھتے
ہو یہ سب ہمارے دشمن ناصبیوں میں زُہد، عبادت، نماز کی پابندی، زکوٰۃ، روزہ، حج
اور جہاد کی ادائیگی اور اعمالِ خیر و نیک دیکھتے ہو یہ سب کے سب مؤمن کی طینت اُس
کی اصل اور اُس کی آمیزش کی وجہ سے ہے، جس وقت خدائے تعالیٰ کے حضور میں
مؤمن کے اور ناصبی کے اعمال پیش ہونگے تو خدائے تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ میں
منصف ہوں، ظلم ہرگز نہ کروں گا، مجھے اپنی عزت و جلال اور رفعت کی قسم ہے میں کسی
مؤمن کو اُس گناہ کی وجہ سے سزا نہ دوں گا، جو ناصبی کی طینت اور اصلیت کی آمیزش
کے سبب اُس سے ہو گیا ہے۔ یہ نیک اعمال جتنے ہیں یہ سب مؤمن کی طینت کی وجہ

سے اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اُن میں سے ہر ایک کے لئے اُسی چیز کو چسپاں کردے گا جس سے اُس کی اصل اور اُس کا جوہر اور اُس کی طینت ہے اور وہ اپنی کل مخلوق میں سے اپنے بندوں کے حال سے خوب واقف ہے۔ کیوں اے ابراہیم کیا اس میں تو کوئی ظلم یا جور یا زیادتی پاتا ہے؟ پھر حضرت نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

مَعَاذَاللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ

(یوسف:۷۹)

''اُس نے (یوسفؑ نے) کہا۔ خدا کی پناہ۔ اس (بات) سے کہ ہم کسی اور کو لے لیں۔ علاوہ اُس (شخص) کے جس کے پاس سے ہم نے اپنی چیز پائی۔ ورنہ تو ہم ضرور ناانصاف ہوں گے۔''

اے ابراہیم جس وقت سورج طلوع ہوتا ہے تو اُس کی شعاعیں ملکوں ملکوں میں ظاہر ہو جاتی ہیں تو آیا وہ سورج کے کرہ سے علیحدہ ہوتی ہیں یا اُس سے متصل، یہ تو ظاہر ہے کہ اُس کی شعاعیں دُنیا میں مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی ہوتی ہیں، مگر جب وہ غائب ہوتا ہے تو شعاعیں بھی لوٹ جاتی ہیں اور اُسی طرف رجوع کرتی ہیں کیا ایسا نہیں ہوتا؟ میں نے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ ضرور ہوتا ہے، فرمایا بس تو اِسی طرح ہر ہر چیز اپنی اپنی اصل اور جوہر اور عنصر کی طرف عود کرے گی، جب قیامت کا دن ہوگا خدائے تعالیٰ اُس ناصبی دشمن سے مومن کی اصل اُس کا مزاج اور اُس کی طینت اور اُس کا جوہر اور عنصر معہ کل اعمالِ صالحہ کے لے کر اُن کو مومن کے حوالے فرمادے گا اور اِسی طرح اُس مومن سے ناصبی کی اصل اور اُس کا مزاج اور اُس کی طینت اور اُس کا عنصر معہ کُل اعمالِ بد کے لیکر ناصبی کو حوالے فرمادے گا اور یہ خدائے جل جلالہٗ وتقدست اسماؤہ کی جانب سے عدل ہی عدل ہوگا، اس لئے کہ وہ خود اُن کا مستحق ہے:

اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (المومن:۱۷)

''آج کے دن ہر نفس کو اُس (عمل) کی جزا دی جائے گی، جو اُس نے کمایا ہوگا۔ آج کے دن کوئی ظلم و زیادتی نہ ہوگی۔ بے شک اللہ بہت جلد حساب کرنے والا ہے۔''

آیا اِس میں تم کوئی ظلم و جور دیکھتے ہو؟ میں نے عرض کی یا بن رسولؐ اللہ بالکل نہیں بلکہ میں تو بڑی بڑی ہوئی حکمت اور نہایت کھلا ہوا عدل و انصاف دیکھتا ہوں۔ پھر حضرت نے فرمایا۔ آیا اِس مطلب کو میں قرآنِ مجید سے اور زیادہ کھول کر تمہیں سمجھاؤں؟ میں نے عرض کی یا بن رسولؐ اللہ ضرور سمجھایئے، حضرت نے فرمایا دیکھو کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا کہ:

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ (النور:۲۶)

''خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لئے ہیں اور پاک و پاکیزہ عورتیں پاک و پاکیزہ مردوں کے لئے ہیں۔ وہ (پاک و پاکیزہ لوگ) اُس (الزام و تہمت) سے بَری ہیں۔ جو کچھ وہ (لوگ) بکواس کرتے ہیں۔ اُن کے لئے مغفرت اور باعزت رزق ہے۔''

نیز خدائے عزوجل فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ○لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (الانفال:۳۶،۳۷)

''اور وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا، جہنم کی طرف اکٹھے جائیں گے تاکہ اللہ خبیث کو طیب سے الگ کر لے۔ پھر اُن سب خبیثوں کو اکٹھا ڈھیر بنا کر جہنم میں ڈال

دے، یہی تو وہ ہیں جو خسارہ اُٹھانے والے ہیں۔"

میں نے عرض کی سبحان اللہ جو شخص اس آیت کو سمجھے اُس کے لئے خدائے تعالیٰ نے مطلب کو کتنا کھول دیا اور اِس منحوس مخلوق کے دل (جنہوں نے آلِ رسولؐ کو چھوڑ دیا ہے) آیاتِ الٰہی کا مطلب سمجھنے سے کتنے اندھے ہو گئے ہیں۔ حضرتؑ نے (یہ سن کر) ارشاد فرمایا کہ اے ابراہیمؒ اِسی مطلب کو تو خدائے تعالیٰ بھی فرماتا ہے۔

إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا (الفرقان:۴۴)

"نہیں وہ تو بس ڈھور ڈنگر ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ گم کردہ راہ"

خدائے تعالیٰ اس پر بھی راضی نہیں ہوا کہ اُن کو گدھوں سے بیلوں سے کتوں سے اور چوپایوں سے تشبیہ دے بلکہ مضمون کو ترقی دے کر فرمایا:

وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَنْثُورًا (الفرقان:۲۳)

"پھر ہم اُن اَعمال کی طرف متوجہ ہوں گے جو اُنہوں نے کئے اور اُن (اعمال) کو منتشر ذرّات (گردوغبار) بنا دیں گے۔"

نیز فرماتا ہے:

وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا: (الکھف:۱۰۴) "اور وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ نیک کام کر رہے ہیں۔"

نیز فرماتا ہے:

وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ ۚ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْكَاذِبُونَ (المجادلۃ:۱۸)

"اور وہ گمان کریں گے کہ اس سے اُنہیں کچھ سہارا ملے گا، آگاہ ہو جاؤ کہ وہ (اُن کے گمان) سراسر جھوٹے ہیں۔"

وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا (النور:۳۹)

''اور جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ اُن کے اعمال تو ایسے ہیں جیسے کہ صحرا میں سراب، پیاسا اُس کو پانی گمان کرتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اُس کے پاس آتا ہے تو اُسے کچھ بھی نہیں پاتا''

اسی طرح یہ ناصبی جو جو نیک عمل آگے بھیج چکا ہے اُن کو اپنے حق میں نافع خیال کرتا رہے گا مگر جب وہاں پہنچے گا تو اُن کو کوئی چیز نہ پائے گا پھر اِسی مضمون کی خدائے تعالیٰ نے دوسری مثل بیان فرمائی ہے:

أَوْ كَظُلُمَٰتٍ فِى بَحْرٍ لُّجِّىٍّ يَغْشَىٰهُ مَوْجٌ مِّن فَوْقِهِۦ مَوْجٌ مِّن فَوْقِهِۦ سَحَابٌ ظُلُمَٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ إِذَآ أَخْرَجَ يَدَهُۥ لَمْ يَكَدْ يَرَىٰهَا وَمَن لَّمْ يَجْعَلِ ٱللَّهُ لَهُۥ نُورًا فَمَا لَهُۥ مِن نُّورٍ (النور:۴۰)

''یا (اُس کفر اختیار کرنے والے کی مثال ایسی ہے کہ) جس طرح گہرے سمندر میں تاریکیاں ہوں جس پر موج بالائے موج ہو اور اُس پر بادل چھایا ہوا ہو۔ (گویا) ظلمتوں پر ظلمتیں مسلط ہوں کہ جب وہ اپنا ہاتھ باہر نکالے تو اُسے دیکھ نہ پائے اور جس کے لئے اللہ نور قرار نہ دے اُس کے لئے کوئی نور نہیں۔''

پھر حضرتؑ نے فرمایا کہ اے ابراہیم آیا میں اِسی مضمون کو قرآن مجید سے تمہارے واسطے اور بھی بیان کروں؟ میں نے عرض کی یا بن رسولؐ اللہ ضرور بیان فرمایئے۔ فرمایا دیکھو خدائے تعالیٰ فرماتا ہے:

يُبَدِّلُ ٱللَّهُ سَيِّـَٔاتِهِمْ حَسَنَٰتٍ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا (الفرقان:۷۰)

''پس وہی ہیں جن کی برائیوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ تو بخشنے والا رحیم ہے۔''

مطلب یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ ہمارے شیعوں کی بدیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا اور ہمارے دشمنوں کی نیکیوں کو بدیوں سے (اور خدائے تعالیٰ اپنے اختیار کا اظہار اس طرح فرماتا ہے)

وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ (ابراھیم:۲۷)''اور اللہ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔''

نیز فرماتا ہے:

وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ (الرعد:۴۱) ''اور اللہ حکم کرتا ہے اور کوئی اُس کے حکم کو ٹالنے والا نہیں''

نیز فرماتا ہے:

لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ (الانبیاء:۲۳)

''(اللہ سے) اُس (عمل) کے متعلق سوال نہیں کیا جا سکتا جو وہ کرتا ہے۔ مگر اُن (بندوں) کی پُرسش ہوگی''

اے ابراہیم یہ خدائے تعالیٰ کے علومِ مکنونہ اور اسرارِ مخزونہ میں سے بعض باتیں تھیں جو میں نے تم کو بتلا دی ہیں۔ آیا تمہارا جی چاہتا ہے کہ اِن باطنی باتوں میں سے کچھ اور بھی تمہارے سینہ میں زیادہ ہو جائیں؟ میں نے عرض کی یا بن رسولؐ اللہ ضرور۔ حضرت نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ وَلَيُسْئَلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝

(العنکبوت:۱۲،۱۳)

''اور وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ ایمان والوں سے کہتے ہیں کہ ہمارے راستے کی پیروی کرو اور ہم تمہاری خطاؤں کا بوجھ اُٹھالیں گے، (یعنی ہم ذمہ دار ہوں گے) اور اُن کی خطاؤں کا ذرا بھی بوجھ اُٹھانے والے نہیں ہیں۔ بے شک وہ جھوٹے ہیں اور یقیناً وہ اپنے بوجھ اُٹھائیں گے اور اُن کے ساتھ اور بوجھ بھی اور یقیناً قیامت کے دن اُنہیں اُس جھوٹ کے متعلق پوچھا جائے گا۔ جو وہ افترا کیا کرتے تھے۔''

اُسی خدا کی قسم جس کے سوائے کوئی معبود نہیں اور جو صبح کا نور پھیلانے والا اور زمینوں کا اور آسمانوں کا پیدا کرنے والا ہے میں نے تم کو ٹھیک ٹھیک خبر دے دی اور اللہ اعلم واحکم ہے۔

قولِ مترجم: اِس حدیث کو دیکھنے والے شاید شبہ کریں کہ جب خدائے تعالیٰ نے ایسی طینت سے پیدا کیا تو پھر کفار و منافقین اور مجرمین کا قصور ہی کیا ہے؟ تو وہ یہ سمجھ لیں کہ ابتدائے عالمِ ارواح میں روحوں پر طینت پر آب پر جداگانہ ولایتِ محمدؐ و آلِ محمد عرض کی گئی ہے تو حجت اُن پر وہیں تمام ہو چکی اور جن جن چیزوں نے اُس ولایت کو قبول نہ کیا اُنہی سے کفار و منافقین کی پیدائش کی گئی لہٰذا خدا کی حجت غالب ہے اُس پر کسی دوسرے کی حجت غالب نہ آسکے گی۔ (ضمیمہ تفسیر قرآن مولانا مقبول احمد صاحب دہلوی)

نوٹ: یہ مکمل حدیث (علل الشرائع تصنیف شیخ صدوق میں موجود ہے)